Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu Series No. 112.

NUSRATI

THE POET-LAUREATE OF BIJAPUR

(A critical study of his life and works)

Edited by

Dr. MAULVI ABDUL HAQ,
Honorary Secretary,
Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu (India).

Published by

The Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu (India),

NEW DELHI.

ھ

الفاظ	معنے
ہت	دوست، یار
ہتاں	جمع ہت کی بمعنی بل، سوراخ
ہتو	دل
ہتکنا	جھجکنا
ہتڑنا	ہلنا
ہرکیہوں	کسی نہ کسی طرح
ہزار	بلبل
ہست	ہاتھی
ہکاتاں	نعرے، پکار
ہنڈنا	گرنا
ہنونت	ہنومان
ہور	اور
ہوڑ	شرط، فریب
ہیا	دل

ی

الفاظ	معنے
یک پنا	وحدت
یک رنجکہ	یکبارگی، ایکا کرکے
یک مٹھ	ایک ساتھ
یکہادا	ایک آدھ
یل	بہادر

15

ن

الفاظ	معنی
نابات	نبات
ناسار	بے مانند، بے مثال
ناندنا	شروع کرنا
نبات	مصری
نبڑپن	لڑکپن
نپانا	پورا کرنا
نت	ہمیشہ
نجھا	غور کرکے
نچھل	خالص، اصلی
نچھل	خوشنما
نرپتی	آقا
نرمل	پاک صاف، خالص
نس	رات
نسپتی	رات کا مالک
نسنگ	بہت
نکھ	ناخن
نگوڑا نگوڑے نگوڑیاں	کم بخت؛ (لُغوی معنے اپاہج-جس کے گھٹنے ٹوٹے ہوے ہوں)
نورے (واحد نورا)	چونے کی بھٹی
نوسری	ایک زیور
نول	عجیب، نادر
نہاٹھاں	مفرورین، بھاگنے والے
نہاسنا	بھاگنا
نہالں	درخت (جمع)
نہالی	چھوٹی توشک [نہالچہ]
نہنوادگی	بچپن
نہنوں	ناخن
نمن	مانند، مثل
نوے	جھکے
نیت	صاف، سیدھا
نید	نیند
نیکالیا	نکالیا، (نکالا)
نہلاب	دریا
نیمہ	نیم، آدھی، نصف
نیمہ نیم	چور چور

و

الفاظ	معنی
وانر	بندر
وتیاں	اتنی (جمع)
وجل	دیر
وجوداں	اجسام
ور	افضل
وفائی کرنا	وفا کرنا

الفاظ	معنے
گدگلی	گدگدی
گرڑ پنکھیاں	گِدھ
گگن	آسمان
گلہار	گلے کا (کے) ہار
گھالنا	ڈالنا

ل

الفاظ	معنے
لاک	لاکھ
لبد	لب، ہونٹھ
لت کھانا	شکست کھانا، ہزیمت اٹھانا
لخ	لقا (کبوتر)
لراں	لہریں

م

الفاظ	معنے
مایھل	جائفل
مادیاناں	گھوڑیاں
ماحی	مٹانے والا
ماس	گوشت
متا / متے	مست (جمع متے)
مجمر	عود دان
مجھار	بیچ
مسجدی	مسجد والے
مسکتانا	مسکرانا
مسکتیں	مسکرائیں
مسطول	طول طویل؛ نیز ایک کتاب کا نام
مکمکانا	مہکنا، مہک اٹھنا

الفاظ	معنے
گھٹ	بہ شدت
گھٹ	جسم
گھٹ	مضبوط
گھنوری	غارت گر، لٹیرا

ل

الفاظ	معنے
لہلکانا	جگمگانا
لگ	تک
لوچن	آنکھ
لوک	لوگ، لشکر
لہوے	لوے

م

الفاظ	معنے
ملکہ	ملکہ
مندھیر	مندر، محل
منڈاسا	دستار، پگڑی
موپ	سرمایہ
موتاری	عصا
موت	پلندہ، بستہ
مہبلی	بڑا بہادر، بڑا شخص
مہکار	مہک، خوشبو
مہراتے (مھراتے)	مرہٹے
مہور	مور
میت	دوست
میراتے	مرہٹے
میغ	بادل
میہوں	مینہ، بارش

ک

الفاظ	معنی
کا	کیا
کاری	کالی
کاڑنا	نکالنا
کال لینا	بُرا حال کرنا
کالوا	نالہ
کالوے	نالے
کانسیاں	کاسے ، پیالے
کبل	بہت مشکل
کبیشر	بڑا شاعر
کچکول	کشکول
کد	کبھی
کدھیں	کبھی
کرہ نایاں	قرنا
کڑاڑا	کنارا
کڑکا	کنارا
کسالا ، کسالی	بدمزہ
کسنبھا	سرخ رنگ
کسوت	لباس
کلافر	نیلوفر
کلا کرنا	چیخنا ، چلانا
کلنگڑے	تربوز
کنتھا	کنتھا
کندرانا	گریز کرنا ، پہلو تہی کرنا
کوا	کدواں
کوبل	کبل ، بہت مشکل
کوپیاں	پیالیاں (چھلی کھاں = چھلی کی)
کوتا	کُتّا (جمع کوتے)
کوکیاں	کوکے
کوالتے	گرہ باز (ایک قسم کا پرند)
کوندن	کندن
کونڈ بار	انقباض ، گرفتگی ، رنج
کھتر	خطر
کھدیڑنا	تعاقب کرنا ، رگیدنا
کھڑگ	تلوار
کھلال ، کھلالے	سیلاب
کھن	کان ، معدن
کھن	دولت ، خزانہ
کھم	آسمان
کن	کوئی
کیتی	کتنے ، کتنی
کیچھ	کیچڑ
کیر	لکیر
کیس	بال

گ

الفاظ	معنی
گاجنا	باجوں کا بجنا
گپت	پوشیدہ
گت	حالت
گج	ہاتھی

الفاظ	معنی
سمئی	مسمی
سن	عمر ، زندگی
سندان	گھن
سنمک	سامنے
سنمکھ	سامنے
سور	سورج
سورپاپاں	چھتری
سوندل	سربدل ، فوج ، جنگ
سونیری	سنہری
سہیج	آسان ، معمولی
سہنا	دسنا ، دکھنا
سہے	نظر آئے، دکھے
سہیں	دکھتے ہیں، نظر آتے ہیں
سیام	سیاہ، سانولا
سِیت	پُل
سیس	سر
سیلتیاں	برچھیاں
سیوت	آخر
سیوت	تمام
سیونا	سیوا کرنا ، پوجنا
سیویاکر	سیوا نامی، سیوا نام کا

ش

الفاظ	معنی
شدیاں	شدے ، علم
شرزہ	شیر بچہ
شکر پھوٹانیاں	شکر میں لپٹے ہوئے چلے

ع

الفاظ	معنی
عرابا	عرابہ

غ

الفاظ	معنی
غرش	غرانا

ف

الفاظ	معنی
فرغل	لبادہ
فونک	تلوار
فلونیاں	حبوب ، گولیاں

ق

الفاظ	معنی
قطع	قطعہ ، خطّہ

ر

الفاظ	معنی
راول	توتا
راوت	بہادر
راوت (ع)	جھگڑا
رتن	موتی
رج	تمیز
رچ	(رچنا سے) یعنی ساری ہونا
رست	قطار

الفاظ	معنی
رکھ	درخت
رکت	خون
رنڈ	بے سر
روپیری	روپہلی
روت	رُت، بہار
ریت	رسم
ریز کرنا	بار چلانا
رین	رات

ز

زبان آری پڑنا	گونگا ہونا
زرایں	لباس
زر حل	حل کیا ہوا زر

س

ساندنا	یکجا کرنا، جوڑنا، ملانا
ساؤ	ساھو
سباس	خوشبو
سٹلا	سیتلا، چیچک
ستیزی	خونخواری
سرنگ	خوبصورت
سرانا	سراھنا، تعریف کرنا
سرب	سب
سربدل	فوج
سرجنا	پیدا کرنا
سرس	زیادہ، بہتر
سرس	نفیس
سرنگ	خوش نما، (سرخ)
سرور	تالاب
سس پھول	سر میں پہننے کا پھول یا زیور
سک	(سکناسے)
سکائی	سکھائی
سکچ	سکچنا، ھچکنا، شرم کرنا
سکل	سب، سارا، کل
سلاحاں	اسلحہ

خ

الفاظ	معنی
خاصہ	اپنا، اپنی، ذاتی
خرخرانا	خراٹے لینا
خنسہ	خنثی
خنگ	گھوڑا
خویشانچہ	خویش و اقارب ھی

د

الفاظ	معنی
دات	بند رستہ
درون، درونا	دل، جی، اندرون
دروڑا سٹیا	دھاوا کیا
دسنا	دِکھنا، نظر آنا
دسار	بھیجا
دنبال	پیچھے
دندی	دشمن
دوا	چراغ، دیا
دوگن	دگنا، دوچند
دولت تے	بدولت، وجہ سے
دھات	طرح، مثل، قسم
دھاک	اندیشہ
دھامنیاں	دھامنی (سانپ کی ایک قسم)
دھرتری	زمین
دھرنہار	رکھنے والا
دھک	حرارت، سوزش
دھم پۂ دھم	دھوم دھام
دھنک	کمان
دھوپ کالا	گرمی کا موسم
دھور	بہادر (سپہ سالار)
دھوراں	بہادر (جمع)
دھولاراں	دھول، گرد و غبار
دھیں	دھی
دیپ	چراغ
دیری	دیر والے
دیکھوڑی	مکوڑے
دیلایا	دلایا، ڈلایا
دیو نل	بڑا نل

ڈ

الفاظ	معنی
ڈرسیں	ڈریں گے
ڈلملنا	ڈھلملانا
ڈونگر	پہاڑ، چٹان
ڈونگراں	چٹانیں
ڈھلانا	ڈھلکانا
ڈھوا	دھاوا، حملہ، ھلہ

ڈ

الفاظ	معنی
ڈاک	ڈھونا
ڈوبن	ڈوب
ڈھکن	انداز
ڈھنتوری	ڈھنڈری

ج

الفاظ	معنی
جان کرنا	جانے کا ارادہ کرنا
جاگھاں	جگہ
جروانا	ضبط کرنا ، روکنا
جس	قوت ، قسم
جاجل	جل بل کے
جلک	جب تک
جم	ہمیشہ
جلنی	ماں ، سکھی
جول	میل جول
جھانپ	چھپ کر
جھانپ رکھنا	بچا لینا
جھجر	پارہ پارہ
جِیب	زبان

چ

الفاظ	معنی
چپل	تیز
چرن	پیر ، قدم
چڑ	بڑھ کر
چڑت	چڑھتا ہوا
چک	ذرا
چک	آنکھ
چکائیاں	بزدل
چکہ چار	آنکھیں چار کرنا
چکل	بھینچ کر
چل	ہلچل ، چال
چمٹی	چیونٹی
چنبیلی	چنبیلی
چوپ	چپ ، (یعنے یونہی)
چوڈھل	عماری
چوڑ	تباہ ، ویران
چوندھیر	چاروں طرف

ح

الفاظ	معنی
حال میں آنا ، ہونا	کیفیت طاری ہونا
حالی	فی الحال
حجابت	خدمت ، وزارت
حد	قدرت

پ

الفاظ	معنی
پاچ	زمرد، ہیرا
پاکھ	چاندنی کے ایام، چاندنی راتیں
پاے دل	پیدل
پایک و پروار	مقدم اور دیسکھ
پتا	گدکا
پٹن	شہر
پدک	پانو
پرس	پارس (پتھر)
پرکھار	بزرگ
پرگٹ	ظاہر
پر نہار	جان لیوا
پستک	کتاب
پکا	پکا کر
پلپل	لحظہ بہ لحظہ
پنالے	پرنالے
پنت	رستہ
پوتاں	پوت
پولاد	فولاد
پون	ہوا
پھات	پھٹ کر
پھنس	بوجھل
پھوٹ پھاپ	تتر بتر
پیہن	پہن کر، [پیہننا-پہننا]
پیٹ رکھنا	پشتی بانی کرنا، حمایت کرنا

ت

الفاظ	معنی
تاریخ لکھتیار	تاریخ لکھنے والے
تاؤ	نشان، ادا
تریاں	مچھلیاں، (مجاز آنسو)
تکٹ	چادر، فرش
تلگ	تلک
توڑاں	ضربیں
تولاں	ٹڈی
تونچھ	ٹوھی
تہات	ٹھاٹ
تھر	تہہ
تھر کانپنا	تھر تھر کانپنا، بے حد ڈرنا، حواس باختہ ہونا
تھوپ رکھنا	تھوپنا، لیپنا
تھوے	طبق، تہیں
تھے	تے = سے
تھیر	مستقل

بـ

الفاظ	معنی
بانت سارو	مسافر
باج	بغیر
بار	بھرپور
بارا	ھوا
بالکیاں	لڑکیاں
بالی	لڑکی
بان	تیر
بانچھ	بچھ (بانچھنا = بچھنا)
بجر سل	پتھر کی سل ، پھاڑ
بچالی	گھانس ؛ وہ گھاس جو گھوڑے کے تھان میں بچھائی جاتی ھے-
بُد	عقل
بُد بل	عقل کی قوت
بدل	بادل
بڈنا	بڑھنا
برد	کمال ، ھتیار
بڑبڑا	حباب ، بلبلا
بڑ بوڑے	بلبلے
بس آنا	پورا پڑنا ، کافی ھونا
بستار	وسعت ، فراخی
بسلا	بٹھا [بسلانا-بٹھانا]
بکس	پھوک
بل	زور
بل	بلکہ
بلھوس	بوالھوس

الفاظ	معنی
بلی	بھادر
بلچانا	بچانا
بندیاں	باندھ دیا (باندھے)
بنک	پھرے والا
بوجک	بوجھنے والا ، پرکھنے والا
بوڑا	بھرا
بونت	انگلی کی پور
بوڑی	نیزے کی تنکی
بھار	قوی
بھالے کر	بھالے دار ، بھالے بردار
بھانڈے	دال وغیرہ کے برتن جو غنیم پر پھینکے جاتے ھیں -
بھتی	بھتی- مجازاً بدن
بھدروت	آغاز شباب
بھنوریاں	بھنور
بھوئیں	زمیں
بھیر و برغم	نقارے
بی	بھی
بیتاں	بیت (جمع)
بیخلاف	بلاشبہ
بے درنگ	بے دھڑک ، بے تامل ، بے تکلف
بیری	دشمن
بیسنا	بیٹھنا
بیگڈی	جلدی سے
بین	بیان

فرهنگ

ا

الفاظ	معنی
ابرهن	لباس ، پیرهن
ابهال	بادل
اپجانہ	پیدا کرنے والا
اپروپ	نادر
اپکار	احسان
اپنگ	نادر (اپروپ)
ات	بہت
اتبار	کثرت
اٹک پڑنا	گر پڑنا
اجهوں	ابهی تک
اچانا	اچهالنا ، برپا کرنا
اچنبک	عجیب
اچهنا	رهنا ، هونا
ادت	ممتاز
ادک	بہت ، نہایت
ادهر	لب ، هونٹ
ارت	ارتھ ، معنی
اکهنڈ	سالم ، پورا
اگیٹی	انگیٹهی
النگاں	فصیل ، دیواریں (النگ = دیوار)
امس	همت ، حوصلہ
امولک	انمول ، بیش بہا
ان	غذا
انت	انتہا
انجو	آنسو (جمع انجواں)

الفاظ	معنی
اندلا	اندها
انڈرا	انڈا
انکونا (انگونا)	رُکنا
انگار آنا	حرارت پیدا هونا ، غیرت آنا
انکونا	رکنا
انوپ	عمدہ ، اعلیٰ
اوبال	جوش ، حرارت (واحد اُبال)
اوبرنا	باقی رهنا ، بچنا
اوپٹنا	بڑھنا ، (اوپٹیا = بڑھا)
اوپرال	محافظ ، حفاظت کرنے والا
اوٹ جا	اونٹ کر
اوتهاں	اُتهے
اودهوتنڈیاں	بہادر
اوساساں	آهیں
اوکلتی	بےچین
اوگن پڑنا	بری طرح پڑنا (— پڑیا = بری طرح پڑا)
ایلاقہ	علاقہ ؛ هاروں میں جو جا بجا موتیوں یا پھولوں کی ایک لڑی سی لگا دیتے هیں -

طمع اہل عزت کو کرتی ہے خوار
کرے جگ منے قول بے اعتبار

ترا ذہن نرمل تری طبع صاف
سخن سمج باریک بیں موشگاف

سزا وار تجہ عشق کا تاج ہے
روا تجہ کو عشاق پر راج ہے

علامت قیامت کا پیدا ہوا
کہ دجال گویا ہویدا ہوا
پھریا سب کا ایمان یکبارگی
لگے کرنے آپ اپنی آوارگی

دھنی تونچ ہے مسجد و دیر کا
تہیں ہے سبب صلح ہور خیر کا
اگر دین حق کے نہ قابل اہیں
ولے تیری وحدت کے قائل اہیں

خدا پاس مقبول تیری دعا
توکل ترا حاصل مدعا
ترے ہاتہہ میں دین و دنیا کا بل
خدا تجکوں دیتا ہے علم و عمل

قلم ہے مرا مست ہاتی تے چڑ
جدر دخ کیا فتح کیتا رگڑ

نشان آج مجھ طرز ہے بے مثال
صفاں میں سخن کے ہتی پرکی ڈھال

بعض صاحبوں کا یہ اعتراض ہے کہ نصرتی یا اس سے قبل اور بعد کے بعض شعرا کے کلام کو قدیم اردو کہنا زبردستی کی بات ہے - انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ زندہ زبان ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے اور یہی اس کی زندگی کی علامت ہے - وہ مردہ زبان ہے جو صحیفوں اور کاغذوں کے قفلوں میں بند ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے - اگر اُن صاحبوں کے معیار پر اساتذہ کے کلام کو جانچا جائے تو ولی اور ایک مدت کے بعد میر وغیرہ کے کلام کو بھی اردو سے خارج کرنا پڑے گا - میں نصرتی کے چند صاف شعر پیش کرتا ہوں اور ان حضرات سے پوچھتا ہوں کہ یہ اردو نہیں تو اور کیا ہے -

نہ موجود ہونے کے مختار تھے
نہ اس زندگی کے ہوسدار تھے

کروں شکر منعم کا لاریب میں
کہ پایا ہوں یو گنج از غیب میں

جنے جگ میں یوں راست بازی رکھی
خدا تس کی تیوں سرفرازی رکھی

اگر کوی معنی کوں کر وارسی
پڑے رزمیہ ہندی و فارسی

اگر اوہے کامل سمجھ کا دھنی
تو اس یک سوں ہوے دو ہنر کا غنی

کہ دونوں کی خوبی مجھ انکھیاں میں آن
خلاصہ نکالیا ہوں خوش مایہ چھان

آخر میں فخر کے ساتھہ اپنے تمام کلام پر نظر ڈالتا ہے اور اپنی رزم و بزم پیش کر کے نکتہ چیں کو چلوتی دیتا ہے —

کہیا ہوں کو بل تھی سو وہ چلکے پلت
کہیا ہوں قصائد نول ان گللت

دیکھو بات مجھ عشق میں بے جواب
کہ ہے گلشن عشق حاضر کتاب

جو ہوتے ہیں معشوق و عاشق میں کام
کہیا ہوں وو سب نازکیاں سوں تمام

دیکھیں رزمیہ گر کئے کا ہنر
پڑیں شعر یو ہے سخن مختصر

نرہے مجھ میں اور ہر مدعی میں سخن
نہ ویسا ہوں میں وو بی نہیں مجھ نمن

اِدک تیز تازی ہے میرا خیال
ٹھکانے میں جس کی فلک پر ہے جھال

ادیکھیا ادک ہو حسد سوں کباب
کہے بول اتنا کہ دکھلی کتاب

سمجدار کوں خوب سودے سوں کام
نہ دوکان کا دیکھنا سقف و بام

اسی طرح وہ اپنی دوسری مثنوی (علی نامہ) کے بارے میں کہتا ہے —

عجب فن کی بولیاں ہوں یہ مثنوی
کہ کئی بھانت ہے اس ہنر میں نوی

سنواریا ہوں کئی بزم کی انجمن
کھلایا ہوں خوش رزم کے پھولبن

بھریاں ہوں ہنر سوں سراسر کتاب
رکھیا ہوں نزاکت سوں سب بھر کتاب

آگے چل کر پھر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ میں نے ہندی اور فارسی دونوں کی خوبیوں کا ست نکال لیا ہے۔

میری بات میں لاف نہیں بے خلاف
کہ نادان کا ہے ہنر میں لاف

کہ یو شعر میں آج اس دھات سات
کیا ہوں بڑے دبدبے کے سنکات

کیا میں تو قطع نظر لاف سوں
ولے داد ہے اہل انصاف سوں

کہ کہوں میں یکو آج بھانت آگ نوی
زبوں بات کوں کر دکھایا قوی

مری ہر بچن ہے معانی کی موت
رکھیا ہوں سو ڈونگر کوں کاڑی کے اوت
تک آیا ہوں جاں سخن کے کام میں
رکھیا بھر سمندر کوں یک جام میں
ہنر کا ملا موپ لئی مایہ دار
عمارت اوچایا ہوں خوش پایہ دار
معانی کی صورت کی ہے آرسی
دکھن کا کیا شعر جوں فارسی
فصاحت میں گر فارسی خوش کلام
دھرے فخر ہندی بچن پر مدام
وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر
نہ سکتے ہیں لیا فارسی میں سنور
میں اس دو ہنر کے خلاصے کوں پا
کیا شعر تازہ دونوں فن ملا

(یعنی اگرچہ فارسی کو فصاحت میں ہندی پر فخر حاصل ہے لیکن بعض خوبیاں ہندی میں بھی ایسی ہیں جو فارسی میں نہیں پائی جاتیں۔ سو میں نے دونوں کی خوبیوں کو ملا کر ایک نئی شان پیدا کی ہے) —

اس کے بعد حاسد پر پھر چوٹ کرتا ہے کہ اُس کا حسد سے یہ کہنا کہ یہ تو دکھنی کتاب ہے کوئی معقول بات نہیں - خریدار کو اچھے سودے سے کام ہے نہ کہ دوکان کے در و دیوار سے —

وہ چیزیں لکھی ھیں جو اس سے پہلے ناپید تھیں۔ دکھنی
ایک بے مایہ اور بے حقیقت زبان تھی اس نے اس
میں جان ڈالی اور اسے سزاوار تحسین بنایا —

گھڑیاں ھوں سلامت سوں یک یک بچن
مضامین کی مد میں اوتھا سخن
لگایا ھوں کے نگ طبیعت سوں اوت
دیا خوب سورج کے ھیرے سوں جوت
اول کے اگر لوگ برنا و پیر
کتے تھے کہ ھے شعر دکھنی حقیر
حقیقت میں ان کی طرف حق اتھا
کہ تب شعر بے مایہ مطلق اتھا
سزاور تحسین ھے یو شعر آج
نہ کوئی رکھہ سکے بات حاسد کے باج

اس کے بعد وہ کہتا ھے کہ ھندی میں فارسی کی
سی فصاحت اور حسن نہ تھا لیکن ھندی میں بھی
بعض خوبیاں ایسی ھیں جو فارسی میں نہیں - میں
نے دونوں کی خوبیوں کو دھیان میں رکھا اور ھندی
شعر کو فارسی کا ھمسر بنا دیا ھے - اُس کا یہ دعوی
بجا ھے' اس کے کلام پر جس قدر فارسی کا اثر ھے
اُسی قدر ھندی کا بھی ھے۔ اس نے دونوں رنگ سمو کر
اپنے کلام میں نئی شان پیدا کی ھے —

تقلید نہیں کی بلکہ فارسی شعرا کے رنگ میں لکھا ہے - اس کی زبان بھی تھیٹ دکھنی ہے لیکن دوسرے شعرا کے مقابل میں مشکل ہے اس لیے کہ اس نے رزم و بزم کے دونوں میدانوں میں یکہ تازی کی ہے جس میں مختلف قسم کے حالات اور واقعات طرح طرح کے مناظر اور جذبات کی کیفیت بیان کرنی پڑی اور موقع اور محل کی خصوصیت سے بعض اوقات انوکھے اور غیر مانوس الفاظ اور محاورے استعمال کرنے پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے معاصرین نے اس کی زبان پر حرف گیری کی ہے جس کا اظہار خود اس نے اپنے کلام میں کیا ہے —

حقیقت میں جو ہوئیں کوتہ نظر
زباں پر رکھیں عیب سٹ سب ہنر

شفیق کو بھی اس کی زبان کے متعلق شکایت ہے چنانچہ وہ اپنے تذکرے میں لکھتا ہے "اگرچہ الفاظش بطور دکھنیاں بر زبانہا گراں می آید"۔ شفیق کی شکایت تو خیر ایک حد تک بجا ہے کہ وہ اورنگ آبادی ہے لیکن نصرتی کے معاصرین کی شکایت کسی قدر حیرت انگیز ہے —

نصرتی خود اپنے کلام کی قدر سمجھتا تھا اور اسے اس بات پر بجا فخر تھا کہ اس نے دکھنی زبان کو سلوارا ہے اور اس میں نیا رنگ پیدا کیا ہے اور وہ

طبیعت جس سخن تے پا جو ہوے پور عیب چھن تس کا
ہوا جھوں باپ سوں ملکو حرامی نسل اکثر ہے
بجز صاحب نظر ہرگز ہنر کی قدر کن بوجی
دیے تو ہات اندھلے کے برابر سنگ و جوہر ہے
تریلہ ہر سخنور کا ہنر منداں سمجتے ہیں
اچھے جاں موج زن دریا تو کس گنتی میں وہاں لر ہے
غزا کا تیغ ہے الحق اگرچہ مجہ سخن لیکن
سور جب اتہہ ایں دوڑے تو لازم وار اس پر ہے
زباں گرداں لے رہنا اپنا اے نصرتی بہکو
کہ کرنا ہجو لایق نہیں نہ حاسد تجہ پر ابتر ہے
الہی جب تلک لعنت اچھے ابلیس پر تب لگ
سیہ رو آچھیو جگ میں کہ جے حاسد بد اختر ہے

اس ہجویہ قصیدے میں ایک بات قابل غور ہے، اس نے یہ فخر یہ بیان کیا ہے کہ میں نے دکھنی شاعروں کی روش پر شعر نہیں کہے اور جسے باور نہ ہو وہ میرے کلام کو ان کے کلام سے مقابلہ کر کے دیکھ لے —

دکھن کے شاعراں کی میں روش پر شعر بولیا نہیں
ہوا کیا سب گزر گئے تو دیکھو حاضر وو دفتر ہے

حالانکہ خود اس نے بار بار اس کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے دکھنی زبان اور دکھنی شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ یہاں غالباً اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے جو شاعر گزرے ہیں ان کی

نظر میں کور طبعاں کے گلستاں عین خارستاں
ہنر باریک بیں آنکھیں ہر یک کازی بھی ڈونگر ہے
گلاں رنگیں نظر پر تے رہے ہو داغ چھاتی میں
دسے تو خار پکھادا وہی آنکھانتا ان کی انسر ہے
جو صاحب طبع ہیں ان کوں بھی سب وقت اختیاری نہیں
کہ ہو الہام تب آتا کہ جس بن جے مقدر ہے
کرم کر حق تعالیٰ یوں دیا اس فن کی دولت مجھ
میری نوبت کے طبلاں سن دندی بد مغز نت کر ہے
میرا استاد عالم اور مربی ہے کہ اس شہ کوں
پچھانے پھر کر اپنا کہ جس فن کا کھیشر ہے
علی عادل شہ غازی جو ہے صاحب خرد ایسا
کہ ہر مشکل ہنر جس کی غلامی کاچ مظہر ہے
غزا کا فیض مجھ حق میں عطا ہو شہچہ سمجے پر
ہنر سب بخشنے کے تیں سبب وے بندہ پرور ہے
نوی میں طرز پیدا کر کہیا ہر بھانت شعر ایسا
سخن نو سکھ کا منزل کوں انپڑنے نت یو رہبر ہے
دکھن کے شاعراں کی میں روش پر شعر بولیا نہیں
ہوا کہیا سب گزر گئے تو دیکھو حاضر وو دفتر ہے
خدا بخشی کوں طبعاں کی پرس ہے مجھ سخن الحق
لگے یو جس پھتر دل کوں وہ پھر دیکھے تلک زر ہے
مرا شعر اہل کو ... ... مشقت خیر ہوے جانو
ولے کم ذات کے ہت میں سخن پڑنے تھے یوں ڈر ہے

ہر وضعاں پر کے کرنا کہا ، اچھے تو طمع ناموزوں
کہ بیلکی سطر لکھئے کن نکامی نہت مسطر ہے
طبیعت حق نے بخشی ہن سخن کوں قدر نہیں ذرہ
ہوے بن آسمانی فیض کہیں پتھرا بھی جوہر ہے
ملائق کی روش کچھ کم نہیں سلدھے کی بوری تے
اُپر ہموار ہور بھترال سب کاتیاں کیرا تہر ہے
مجے دوموں کے لوکاں سوں بڑا ڈر بات کرنے کا
پچھیں تے جے کہے سوا و جواب اسکوں نہ اکثر ہے
مثال ایک شعر میں اپے شعوری خوب بولیا ہے
کہ جس کی ات ہلر ملدی مرے کن نت مقرر ہے
عجب کیا شعر ادیکھ کے کروں کہیں پر درست آخر
جو بسرے بات اسکلدر تو گھوڑی اس کوں رہبر ہے
حسد کے درد ملداں تدھیں متھانا مُکھ کوں لگسی ہو
لگے جیوں زہر امرت سا سخن گر روح پرور ہے
بھرا ہے خبث تے سارا غباراں اُن کے بھتاں میں
چکل تک داب پکڑے تو ہزار یکدم میں تر تر ہے
دیکھاویں مولویت وہاں کہ جاں کوئی نہیں ہے مجلس میں
کُتیاں کا راج اس جاگا جہاں خالی جو کوئی گھر ہے
... ...
اگر خوش شعر پڑ کر بے سمجھ ہنسے تو کچھ غم نہیں
کہ شعر اتنا چہ سمجھے ان اپیں جتنا سخنور ہے

قصیدہ لکھا جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں - بعض شعر جو فحش ہیں خارج کر دیے گئے ہیں —

سخن ور شعر کہنے تھے رہنا چپ آج بہتر ہے
جماعت ہرزہ گویاں کی کہ ہر کونچے میں گھر گھر ہے
سخن ور کا سخن کچھہ ہور پچن کچھہ ہرزہ گویاں کے
مقولہ خام طفلاں کا نہ کہیں مرداں برابر ہے
ہنر یو آنہارا نہیں کدھیں مہمل کوں ہن جھلکے
ہنر مندانچہ سوں دایم عداوت دل کی سر بسر ہے
کہوانا سکھہ سوں شاعر کچھہ ہے فن سوں شعر کہنا کچھہ
کوے راواں حجابت کہا گویک پسکک تس ازبر ہے
ہمن سوں جول رکھتے آہمن جیسا چہ کوی اچھنا
نہ رکھہ سی باز کے بازو گو اشتو مرغ کوں پر ہے
جن اپلی خوب صورت پر ہنر میں ناز دیکھلاوے
اُنے تنک موں پھرایا تو وو گوز خر تھے کمتر ہے
کہنا نا نازنیں صورت زنانہ شعر یو ہرگز
کہ مشکل ہوے خنسے کوں سمجنا مادہ یا نر ہے
مصفا ہور موزوں چپ کہنے تھے شعر ہوتا نہیں
ہوا کہا چھاچھہ دود اجلا ولے لذت میں ابتر ہے
جو لذت دل نے سمجی سو کہنے نہیں بات سوں آتی
بزرگی دل کی اس جاگہ زباں میں کاں میسر ہے
نہ آوے علم پڑنے تھے غبی کوں کچھہ ہنر مادی
سکے کاں دوڑ تازی کی جو کم ذات اصل میں خر ہے

زینت ہے دنیا میں رہنا سب عارفاں کے جیو کی کل
معنے بجھاے قدر وہ جو ہوے دہلی خوش بات کا

اس کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہم عصروں نے جیسا کہ قاعدہ ہے اس کے کلام پر نکتہ چینی کی ہے جس سے بر افروختہ ہوکر وہ کہیں کہیں اپنی تصانیف میں ان نکتہ چینوں کا جواب دیتا ہے، چنانچہ گلشن عشق کے آخری باب میں لکھتا ہے —

کریں بے سمجھہ یا جو حاسد اوداس
تو دونو بی معذور ہیں میرے پاس

ہے سرس شعر ادیکھے کوں کاں خوش لگاے
کہ الوان نعمت دوکھی کوں نہ بھاے

اسی طرح علی نامہ کے آخر میں کہتا ہے —

یکیک فن میں کئی سخن کے کر کے چھند
خبیثاں کی جیباں کوں کیتا ہوں بند

ادیکھے جو یاجوج ہوئیں لاکہ لاک
کہ ہوں میں جہاں وہاں نسکیں وو تاک

حقیقت میں جو ہوئیں کوتہ نظر
زباں پر رکھیں عیب بت سب ہنر

یہ اشعار تو خیر معمولی ہیں جو شاعر اکثر حاسدوں کے متعلق لکھہ جاتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعض مخالفوں نے اس کی زبان اور کلام کے متعلق بہت کچھہ زہر اگلا تھا جس پر جل کر اس نے ایک ہجریہ

بھس اس میں جب مشغول ہوے جھونکہ ہوس نخچیر سوں
کیا کام کیتے ناز کے دیکھلا سکت تدبیر سوں
ابرو کماناں کھینچ کو مارے پلک کے تیر سوں
زخمی ہوا دل کا ہرن لا گیا نشان تجہ ہات کا
کسوت مکلل جب بنا ہو آفتاب آتی ہے توں
دیکھے پرے جی بھولیا ہے سد سمجھے نہ دن ہو رات کوں
بولیا وہی خوشحال ہو پھر سد میں آ دیکھیا سو موں
مکھڑا سکی کا عید سا دسیا اچانک نور سوں
تس کیس پر زر کا انچل جھلکات ہے شبرات کا
عالم تھے بے پروا ہے او جس دل کوں توں پیاری لگے
خوبی ہے سب دنیا کی وہاں تجہ جیو کی جاں پیاری لگے
تجہ لب کوں پیوے سو اسے امرت تھے بیزاری لگے
تیرے بچن شیریں انگھیں شکر دیکھو کھاری لگے
مکھہ میں او چاکاری لیا ڈر کر ہیا نابات کا
مشکل پرت کا کھول ملد جب توں سبب سازی کرے
چکچک حریف اپنا علی عادل شہ غازی کرے
آخر عرابوں پر دمار اپنا سر افرازی کرے
بدبل پرت کا ماند کر "شاہی" سوں جب بازی کرے
اپتی بھولا من کا ترنگ رخ لیا رکھے شہ مات کا
اے نصرتی جب توں منگے لکھنے مخمس بے بدل
تو قافیاں میں لیا بندھیا استاد عالم کی غزل
الحق بنایا توں پدک نکہ تدمیں حوراں سے نول

یاران دکن کس سوں وفائی نہ کریں
ہوئیں تو بلند بخت بھلائی نہ کریں
خوبی تو میں ان کی کہا قطع نظر
ایکار ہے گر پھر کو برائی نہ کریں

(۹)

اظہار پلے کی ہے اے شوخ چلچل تجہ گت
ظاہر تو وفا دستا باطن میں دغا کی بست
سررشتہ محبت کا ریشم کی نمن اچھنا
صورت میں نرم نازک سیرت میں قوی دست

علی عادل شاہ ثانی (تخلص شاہی) کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے —

تج گال پر نکہ کا نشاں دستا ہے مجہ اِس دھات کا
روشن شفق میں جگمگے جیوں چاند پہلی رات کا

نصرتی نے مخمس کی صورت میں اس غزل کی تضمین کی ہے' اس کے چند بند لکھے جاتے ہیں —

دیکھیا سو رتورے تجہ نین برقاں ستھاں اوسان سب
کرتیں بچن یوں گن بھرے طوطیاں نے بسرے گیان سب
کافور سے عارض تدے تجہ پھولاں دسے حیران سب
تج زلف مشکیں دیکھ کر سانپاں تجے ان پان سب
تج لب کوی لالی انکھیں لالاں ستے سدہ کات کا
نظراں سوں کوندے جیو کے آصحرا کوں یوں چوندھیر سوں

(۵)

کر قصد تو چپ کُلبج نشیں ہونے میں
روتی پچھے مت لگ توں جلم کھونے میں
مشہور ہے اپداچ جہاں باتن ہار
بسرے نہ وو بیٹھے تو بی چپ کونے میں

---

(۶)

یوپے کے ہیں پھول ترے اے نار سرس
یا پھپ کمودھن پہ بھنور بیٹھا دھس
نیں نیں یو ترے کام کی ہے بست تسے
سر پوھ کلچن کے اوسے نولم کے کلس

---

(۷)

ناداں سوں نصیحت کے بچن بول نکو
پانے ملے کھاری توں شکر گھول نکو
کیا قدر گُہر کی بوجے بد گوہر
دھلگر کے انگے مانک کا کھو مول نکو

---

(۸)

تعجب ہے کہ نصرتی نے بیجاپوری اور دکنی ہو کر اہل دکن کی بیوفائی کی شکایت کی ہے - وہ رباعی یہ ہے -

۱

اے اسم ترا سب میں مجھے وافی ہے

ہو درد کوں اس دل کے وہی شافی ہے

پھرت ہے موے جھو کوں ترے غیر کی آس

یک تونچ دو عالم میں مجھے کافی ہے

---

(۲)

بد گوئی کے مجھ حق میں بچن چل سیں نا

ڈونگر تو کدھیں پھونکے تھے تل سیں نا

پھرتی ہے دو تن پھو کی چپ روتی دیکھ

ہرگز تو تجے پانی سوں گھر جل سیں نا

---

(۳)

دنیا کے سواداں ستی مکھ موڑ ستو

سب اُس کے تعلق ستی دل توڑ ستو

بھوتوں کے ہو باتی ہے فلک کا پرکار

شوکت کی ہنڈی گھر پہ لیجا پھوڑ ستو

(ہندی کی مشہور مثل ہے "ساجھے کی ہنڈیا چورا ہے میں پھوٹے)

---

(۴)

تجھ عشق کے دریا ملیں جن تیر گیا ہے

وہ گوہر مقصود نماں کر سو لیا ہے

گوشے میں نشست ہو کے توں کر چلہ کہیے

تب نامی (؟) نشاں اس کو یو مطلب کو سیا ہے

اس خام سن میں دیکھو کیا پختگی کے فن ھیں
دینے کو وصل کاھل لینے کو جیو اتالی
برھی کے نس میں غم سوں جلتا ھوں شمع نمنے
دکھلا صبا درس کا اے خاور جمالی
مجہ من کرا کبوتر ہے تجہہ ہوا میں حیراں
پھر پھر نکو ازادے پلکاں کی مار تالی
مجھہ تجہ میں آ کھوپا ھے احوال شہ گدا کا
کہتا گتہا یو سر تے اچھتا اگر ھلالی
سلکے سبب عجب کیا ھو تلخ طبع شیریں
نا بات سوں نہیں کم شکر لباں کی گالی
کڑوے بچن ھنسی میں یوں اوچھیا لجاوے
کرتے ھیں مکھہ متھا جیوں دارو پلا کسالی
سو فن ترے نہو سیں مجہ یک ھنر برابر
جیو کھیلنا کبل ہے اے بلھوس خیالی
رندی کے فن ریا کی باتاں ھیں کیوں چھپے کیں
جو ہے سو عکس دل کا دستا ہے جگ میں خالی
سر مست نصرتی سوں چل سی نہ کچھہ حریفی
خوبوں کی بزم کا ہے او رند لا اُبالی

نصرتی کی غزل میں معشوق عورت ھے اس کی غزلوں اور رباعیات وغیرہ میں علاوہ الفاظ کے ھندی کلام کا اثر پایا جاتا ھے۔

نصرتی نے رباعیاں بھی بہت سی کہی ھیں۔ چلد یہاں لکھی جاتی ھیں —

تجھہ مد متی کی چال کہیا میں کہ کبج کو سکھہ
هلس کر کہی کوے کوں نکو هلس کی چال بول
بولیا کہ سرو قد ترا لایا نظر میں دل
بولی کہ خوب اس کوں اچھوں دیکھہ بال بول
بولیا کہ دیکھنے میں تجھے طبع تازہ ہوئی
کہی نصرتی تو ویسے میں نازک خیال بول

ایک غزل نصرتی نے بعض شاعروں کی هجو میں بھی لکھی ہے جس کے دو چار شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

نا وزن نا تلازم نا قافیہ ردیف ہے
مہمل بچن سراسر جانوں بھور جوڑا
نا علم میں دخل ہے ناباب کوں (ہیں) بوجتے
جب بلہوس ہو تھرکیں جیوں شہد پر مکوڑا
تازی کی تیز بازی مشہور اس جگت میں
اس کی برابری کوں کیا خر کرے نکوڑا
اے نصرتی کلا کر اب چپ رہنا بھلا ہے
بادل کے گڑگڑے سوں طبل ہوا ہے بوڑا

ایک غزل میں اور نقل کرتا ہوں' جس سے اس کے کلام کی روانی' فصاحت اور عاشقانہ انداز کا صحیح اندازہ ہوتا ہے ـــ

مغرور بے خبر ہے مدسوں مدن کی بالی
عالم کے جیو لینے لوچن میں ہے سو لالی

لکھا ہے - مثنویوں اور قصیدوں کا ذکر ہو چکا ہے، اب دوسری اصناف کا ذکر کیا جاتا ہے —

غزل ہمیں فارسی سے ملی ہے اور ابتدا سے اردو کے ساتھہ ہے اور ہوتے ہوتے اس نے وہ زور پکڑا کہ ایک مدت تک اردو شاعری غزل گوئی کی ہو کے رہ گئی - نصرتی نے بھی غزلیں کہی ہیں - یہاں میں اس کی ایک مسلسل غزل نقل کرتا ہوں جو خاص لطف رکھتی ہے —

چندر بدن کہیا تو کہی موں سنبال بول
سورج مکھی کہیا تو کہی یوں نہ گھال بول
دونوں بھی تجھہ نکھوں تو سکے تجکوں کیا کہنا
کہی اس بہشت حسن کوں جم جگ اوجال بول
بولیا نشاں ہے عشق کی راوت کا قد ترا
بولی کہ فوج فتنہ اوچانے کی ڈھال بول
بولیا رہنے منگے ترے سس پھول کن ہلال
بولی کہ باولی میں ہے گی تجھہ سے نال بول
بولیا کہ تجھہ فراق تھے کے عاشقاں خراب
بولی مرے وصل منے کیا تجھ ہے حال بول
بولیا کہ کعبہ دل ہے تو دل توڑنا حرام
بولی بتاں کے ہت تھے توٹے تو حلال بول
بولیا کہ لئی دنوں تھے تری بندگی میں ہوں
بولی کہ خیر یوچ کیتک ماہ و سال بول
بولیا کہ کیا ہے جلوۂ جاں بخش بیدلاں
بولی شکر لباں کے ادھر کا اگال بول

جاتا ہے اور کیا مجال کہ کسی پھول کا رنگ تک میلا ہو جاے —

تھلتی کی تعریف میں کیا عجیب مبالغہ کیا ہے —

بھشک وطن اس جگ تے سٹ جاتی اگن ہو پے نشاں
گر دل میں اپے عاشقاں دیتے نہ اس کوں ٹھار آج

یعنی گرمی اس دنیا سے کبھی کی رخصت ہو جاتی اگر عاشق اُسے اپے دل میں جگہ نہ دیتے —

تیر اندازی میں ہاتھہ کی صفائی اور کمال کا مبالغہ حد سے گزر کر اغراق تک پہنچ گیا ہے —

صفای دیکھو اُس صفا دست کی
صفا کات کی ناز کی شست کی
کہ موہوم کے تل کو کہتا دو پھانک
تصور کی مچھلی کو مارتا ہے آنک

ذیل کے شعر میں مبالغہ ہے لیکن کس قدر خوب صورت!

اندھارے سوں تارے دسیں دن تمام
کریں بیٹھہ نت وھاں رصد بلد کام

یعنی اندھیرا اس غضب کا تھا کہ دن میں تارے نظر آتے تھے اور رصد والے وہاں بیٹھہ کر ستارہ شماری وغیرہ کا کام کرتے تھے —

دیگر اصناف سخن

نصرتی نے تقریباً ہر صنف سخن میں کچھہ نہ کچھہ

پسندی اور مبالغے سے کام لیا ہے —

کوبل تھا کہستاں کے مُکھہ پہ گھاٹ
معمے سے موہوم تھی جس پہ باٹ
کہ جس باٹ مشکل کا اپنے میں ناؤں
زباں کا پھسلتا ہے جم مُکھہ میں پانوں

یعنے رستہ بڑا ٹیڑھا تھا اور بٹیا معمے سے بھی زیادہ موہوم تھی، اُس مشکل رستے کا نام لیتے ہوے زبان کا پانوں مُنہ میں لڑکھڑاتا تھا -

گرمی کی حدت کو کس خوب صورتی سے ادا کیا ہے -

لگے جوش کھا سر میں پکنے دماغ
زرہ جل کے دینے لگی تن پہ داغ

گرمی سے دماغ سر میں پکنے لگے اور زرہ اس قدر گرم ہو گئی کہ بدن پر داغ دینے لگی --

گھوڑے کی چھل بل اور تیز رفتاری دیکھیے —

کیا شہ کا تازی تیز پڑھے ناز کی بازی بھریا
سکتی ہے جس طناز کن پرواز نس دن شہپری
خوش رنگ کس یک پھول کا ہرگز تفاوت نا کرے
گلشن اوپر چل جاے تو مانند باد صرصری

بادشاہ کا اسپ تازی کس قدر تیز رفتار اور طناز ہے کہ جس سے شہپری ناز و انداز سیکھتی ہے - اگر اس کا گزر گلشن میں ہو تو باد صرصر کی طرح گذر

سراں پھوٹ جیوں خربوزے کے پڑے
دسیں ہو کللگڑے ملتاسے بڑے

سر پھوٹ پھوٹ کر خربوزوں کی طرح پڑے تھے اور سروں کے بڑے بڑے عمامے تربوز معلوم ہوتے تھے —

شاعر اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ بھالے اس زور سے پڑ رہے تھے کہ زرہیں کچھ کام نہیں دے رہی تھیں' وہ اِس خیال کو اِس طرح بیان کرتا ہے -

زرہ نا رکھی تن کو بھالے تے چھانپ
کہ انگڑے نہ مکڑی کے جالے تے سانپ

یعنے جس طرح مکڑی کا جالا سانپ کو نہیں روک سکتا اسی طرح زرہیں بھی بھالوں کے روکنے میں بیکار تھیں —

یہ شعر بادشاہ کی تعریف میں ہے -

جم اس ذات میں خلق و خوبی ہے یوں
اچھے پھول میں رنگ ہور باس جوں

یعنے اس کے اخلاق اور خوبیاں فطری ہیں یا اُس کی ذات میں اس طرح ملی جلی ہیں جیسے پھول میں رنگ و بو —

مبالغہ بھی شعر کے وصف میں داخل ہے' نصرتی نے اس صنعت میں بھی موقع موقع سے اپنا کمال دکھایا ہے - دو چار مثالیں یہاں لکھی جاتی ہیں --

پہاڑی رستے کی دقتوں کے بیان میں کس دقت

میں پارہ ہلتا ہے —

کماناں پڑیاں تنت کے چلے انوپ
کہ جیوں دھا منیاں بہار لیتیاں ہیں دھوپ

کمانیں چلوں سے الگ یوں ٹوٹی پڑی تھیں جیسے
دھاملیں دھوپ کھانے کے لیے باہر آپڑتی ہیں —

وڑا ووڑ میں آگ کھڑگاں تے جھڑ
سپر چر موتی جیوں بھولے سو پڑ

یعنے تلواروں سے پے در پے آگ جھڑ رہی تھی جس
سے ڈھالوں کی یہ حالت تھی جیسے بھلے پاپڑ —

سراں ہور انتڑیاں ہویاں چیل پیل
کہے توں کہ پسری کلنگریاں کی بیل

سر اور انتڑیاں یوں بکھری پڑی تھیں جیسے تربوز
کی بیل پھیلی پڑی ہو - کیا صاف تشبیہہ ہے —

کھڑے تھک ہو رجپوت برچھیاں سنگات
بتیاں موم کیاں جیوں فراشاں کے ہات

راجپوت برچھیاں لیے ہوے اس طرح مبہوت کھڑے
تھے جیسے فراشوں کے ہاتھہ میں موم بتیاں -

دسیا مغز سر پھوٹ گرزاں تے یوں
رکھیں پھوڑ ناریل کھوڑے کوں جیوں

گرزوں کی مار سے سر پھوٹ کر مغز نکل آئے
جیسے کوئی ناریل کا خول توڑ کر اس کی گری نکال لیتا ہے -

جائیں اور رنگ منگ رہ جائے —

ہوا ہر طرف یوں حشم کو شکست
لگے پر دھکا جوں کہ چینٹیاں کی رست

یعنی فوج شکست کھا کر یوں تتر بتر ہوگئی جیسے
چیونٹیوں کی قطار دھکا لگنے پر —

صف سے تیروں کے ایک ساتھہ چلنے کی تشبیہہ کیسی
صاف اور نیچرل ہے —

اوڑے کھیت تے جیوں ہزاروں تلہر

جنہوں نے درخت پر سے یا کھیت میں سے تلہر اڑتے
دیکھے ہیں وہ اس کی داد دیں گے —

ٹھنڈا تک ہوا یوں مدن مد کا تاؤ
کہ جیوں دود ابلتے پہ کرنے تھے باؤ

یعنی اس محبوب کا تاؤ یا جوش کسی قدر دھیما
ہوا جیسے اُبلتے دودھ کا ابال ہوا دینے سے کم ہو جاتا ہے -

ہوئے تن ہو بے سر رگت یوں رواں
ہنڈا جا پڑے شہد کا مرتباں

بے سر تنوں میں سے خون اس طرح جاری تھا جیسے
شہد کا مرتباں الٹ جائے تو اس سے شہد بہنے لگتا ہے -
جنگ کے روز کیا کیفیت تھی -

گگن پر ستارے ہوئے ہال میں
ہدرتا ہے سیماب جوں تھال میں

آسماں پر ستارے اس طرح ہل رہے تھے جیسے تھال

تلوار کی تیزی اور برش یوں بیان کرتا ہے —

کھڑگ دل میں گزرے خیالاں تے تیز

ایک دوسری جگہ اسی کو اس طرح لکھتا ہے -

سٹیا جس پہ پرتو کھڑگ خان کا
گیا جل وجود اُس کے اوسان کا

یعنے جس پر خان کی تلوار کا پر تو بھی پڑ گیا تو اس کے اوسان کا وجود جل کے خاک ہو گیا —

سُہے گرد یوں تن پہ چندر کے پاکھہ
لگایا ہے جیوں مکھہ کوں جوگی نے راکھہ

چاند پر گرد پڑنے سے وہ ایسا اچھا معلوم ہوتا تھا جیسے جوگن اپنے منہ پر راکھہ مل لینے سے اچھی معلوم ہوتی ہے —

دسے اشتراں تیر بیٹھے پہ ہور
کہ جیوں ناچنے پر پھولایا ہے مہور

کیا اچھی تشبیہہ ہے - یعنی اونٹوں پر اس قدر تیر پڑے تھے کہ وہ بیٹھے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے ناچتے وقت مور پر پھلائے ہوئے —

ہوا رند جن تک کھڑا پانوں گاڑ
دسے کھونٹ جیوں ڈال توڑے سو جھاڑ

یعنے جو میدان جنگ میں ذرا ثابت قدم ہو کے کھڑا رہا اس کا سر قلم ہو گیا اور اُس کی حالت اس درخت کی سی ہو گئی جس کی ڈالیاں کاٹ لی

کھوڑے پانی پر چاندنی کے پڑنے کی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے —

چندنا کھوڑے پانی پہ اہتی یوں یون لک لکے
جوں مہرہ پھرنے میں جلا دکھلاے کاغذ آر کا

یعنی جیسے کاغذ پر مہرہ پھرنے سے جلا پیدا ہو جاتی ہے اور وہ چمکنے لگتا ہے یہی حالت پانی کی چاندنی کے پڑنے سے تھی —

شیواجی کی فوج جب شکست کھا کر پسپا ہوتی ہے تو اُس کی زبانی اس حالت کو یوں بیان کیا ہے -

اُڑاے ہیں فوجاں کو مجھہ خس کے ناد
ابھالاں کے تکریاں کو جوں تند باد

میری فوج کو خس و خاشاک کی طرح یوں اُڑا دیا ہے جیسے تند ہوا بادلوں کے ٹکڑوں کو اُڑا دیتی ہے -

کچا توڑنا خار بہتر دسے
کہ چھوڑے تو ہو پختہ خنجر دسے

کانٹے کا کچا ہی توڑ ڈالنا بہتر ہے ' چھوڑ دیا تو پختہ ہو کر خنجر ہی بن جاے گا —

مہراتے چپل مادیاناں سوار
پریاں جیونکہ جناں کے راناں تلہار

مرہٹے تیز رفتار گھوڑیوں پر سوار ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا پریاں جنات کی رانوں تلے ہیں- کیا خوب تشبیہ ہے —

او زیا دل کے دھم تے دھولارا بڑا
صفا آب چندنا ھوا گد گڑا
سبھے گرد یوں تن پہ چندر کے پاکھہ
لگایا ھے جیوں مُکھہ کوں جوگی نے راکھہ

رات کی تعریف میں کیا پر لطف شعر کہا ھے

جو خوش مکھہ پہ زلفاں پریشان کرے
ھر یک سیام بادل کو گریاں کرے

نصرتی نے تشبیہات میں بڑی جدت کی ھے اور نادر نادر تشبیہیں نکالی ھیں - مثال کے طور پر چند یہاں لکھی جاتی ھیں —

عجب کیا جو بل تجھہ کرامت سے پائیں
تو یک ھات میں دو کلنگڑے سمائیں

(یعنے کیا عجب تیری کرامت کی بدولت ایک ھاتھہ میں دو تربوز سما جائیں) —

چلیں بادصبا تے خوش صفا پانی پہ موجاں یوں
کہ جیوں محبوب کے مکھہ پر ڈھلک زلف مسلسل کا

یعنے صاف شفاف پانی پر باد صبا کی وجہ سے اس طرح موجیں چل رھی تھیں جیسے محبوب کے چہرے پر زلف مسلسل کا ڈھلکنا -

حوض کی تشبیہ ملاحظہ ھو -

مگر نیم کا سہ فلک کا نکال
رکھیا تھا قضا بھر کے آب زلال

بدن اتنے دبلے ہو گئے کہ جسم پر سے ہتھیار گر پڑے -

سلح ڈھل پڑے ڈرسوں پتلے ہو آنگ

شایستہ خاں جب دن کی لڑائی اور کامیابی کے بعد شب کو اپنے محل میں جاتا اور ماہرویوں کی صحبت میں رنگ رلیاں مناتا ہے اور شیواجی دغابازی اور چوری سے اس پر آپڑتا ہے تو اس واقعہ کے بیان کو شب کے منظر سے شروع کرتا ہے اور اُس شب کا سماں حالت کی مناسبت سے کیا خوب بیان کرتا ہے —

سورج وہ کہ جس سامنے ہو زبوں
چھپاتے ہیں چوراں بچالی میں موں

اوپر تخت وہ جب گیا گھر ملنجھار
بیٹھا تب ہو حاکم چندر اُس کی ٹھار

گیا عیش میں کو سہیلیاں سوں میل
ہوا راج میں اُس کے چوراں کا کھیل

جنگ کی شدت اور شمشیر زنی کی گھما گھمی میں زمین اور آسمان پر بھی عجیب حالت طاری تھی —

زمیں ہور فلک ہو کے یک حال میں
لگے ناچنے تیغ کی تال میں

فوج کے کوچ سے جو گرد و غبار اُڑا ہے اس سے چاندنی اور چاند کی کیا صورت بنی ہے ' اس حالت کے بیان میں حسن بیان اور تشبیہ دونوں قابل داد ہیں —

لیکن شعر تو یہ کہا ہے —

جو دیکھوں نجھا تو دسے نین میں
جو بولوں بچن تو بسے بین میں

غور سے دیکھتی ہوں تو آنکھوں میں بسا ہوا نظر آتا ہے اور جو بولتی ہوں تو باتوں میں رچا ہوا معلوم ہوتا ہے —

حسن بیان، تشبیہ و استعارہ اور مبالغہ

نصرتی حقیقی شاعر ہے، اس نے واقعہ کی تصویر کھینچنے اور نئی تشبیہوں کے پیدا کرنے میں بڑا کمال دکھایا ہے - اس کے کلام میں حسن بیان کی خوبی بھی اکثر جگہہ نظر آتی ہے - اس قسم کے متعدد اشعار اس سے قبل آچکے ہیں تاہم بعض شعر وضاحت کی غرض سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں —

دیکھیے سپاہیوں کی جرأت اور دلیری اُن کے بشرے سے کس خوبی کے ساتھہ دکھائی : -

ہتھیار ان کے اوسان، سینہ سپر
زمیں پر قدم آسماں پر نظر

زور بیان ملاحظہ ہو —

چڑیا ہم سوں جھگڑے کے لیئے میں باؤ
ترنگاں میں تیزی سواراں میں تاؤ

خوف کی حالت جو فوج پر طاری ہوئی تو اس کی ایک کیفیت یہ بتائی ہے کہ ڈر کے مارے ان کے

شعر - چلدر مجھہ اوپر زھر کا ھو ایاغ
دیوے ھر ستارا میرے دل پہ داغ
(مطلب) چاند میرے لیے زھر کا پیالہ ھے
اور ھر ستارہ میرے دل پر داغ دیتا ھے

شعر - ادک سوز لگ مجھہ تلھڈا پڑے
اوسی گھات کے باج تب نا پڑے
(مطلب) سوزش درون سے میں تڑپتی رھتی ھوں
اور اُس دکھہ بغیر مجھے قرار بھی نہیں

شعر - اچھے نس تو دوزخ تے کالی کٹھن
دسے دن تو روز قیامت کا دن
(مطلب) رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک اور کٹھن ھے
اور دن قیامت کا دن ھے

شعر - میرے سر تلیں یوں کٹھن ماہ و سال
خدا بن کہوں کس سوں مجھہ دل کا حال
(مطلب) یہ کٹھن زمانہ جس طرح مجھہ پر گزرتا ھے
اُس کا حال میں خدا کے سوا کس سے کہوں

شعر - کہ ناچار اچھے روریا کے بدل
سو ھنس کھیل گمنا سکیاں میں سکل
(مطلب) ناچار پاس خاطر کے لیے میں سہیلیوں میں
ھنس کھیل کے وقت گزار دیتی ھوں

اسی طرح مد مالتی کے فراق کا بھی ذکر کرتا ہے
اس بیان میں سے صرف چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

شعر - اوساساں نہ کچھ مکھ ستی بھا سکوں
نہ چک تے انجو بہار بھی لاسکوں
(مطلب) نہ منہ سے آہ نکال سکتی ہوں
اور نہ آنکھ سے آنسو باہر لا سکتی ہوں

شعر - یکت نت رہوں غم سوں کر سرتلار
نہ کوئی بانٹ لیوے میرے دل کا بار
(مطلب) تن تنہا ہوں اور غم سے سرنگوں
کوئی ایسا نہیں جو میرے غم کا بوجھ بانٹ لے -

شعر - زراین اگن تن پہ سارے لگیں
گلاں سیج کے مجھ انگارے لگیں
(مطلب) لباس اور گہنا مجھے بدن پر آگ سا معلوم ہوتا ہے
اور سیج کے پھول انگارے معلوم ہوتے ہیں

شعر - تلے دن تو ہر کیوں سہیلیاں سنگات
پڑے پن بتجر سل ہو سینے پہ رات
(مطلب) دن تو جوں توں سہیلیوں کے ساتھ کٹ جاتا ہے
لیکن رات چھاتی پر پتھر کی سل ہو جاتی ہے

شعر - نہ کس سات کہنا مجھے بات بھاے
نہ کوئی بات بولے تو سن خوش لگ آے
(مطلب) نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاھتا ھے
اور نہ کسی کی بات سن کر جی خوش ھوتا ھے

شعر - دسے دیس تونت اندھاری مجے
دین کال دوزخ تے بھاری مجے
(مطلب) دن رات سے بھی زیادہ تاریک نظر آتا ھے
اور رات کا وقت دوزخ سے بھی زیادہ بھاری معلوم ھوتا ھے

شعر - انکھیاں کھولتا ھوں تو یک تل نہ بھاے
وگر مونچتا ھوں تو یو خوف آے
(مطلب) آنکھیں کھولنا مجھے ایک لحظے کے لیے بھی نہیں بھاتا
اور اگر بند کرتا ھوں تو یہ ڈر ھے کہ

شعر - کہ مت پھر پڑے خواب دندی سوں سنگ
ستے پھر کے خر من مھں من کے انگ
(مطلب) کہیں ایسا نہ ھوکہ وہ دشمن جاں پھر خواب
میں آجاے اور پھر میرے دل کے خر من میں آگ لگاے ۔

شعر - پڑیا آہ ماھی نمن مجھہ رھنا
گلوانا زباں ھور نہ چک مونچنا
(مطلب) مجھے مچھلی کی طرح پڑا رھنا پڑتا ھے
زبان بند اور آنکھیں کھلی ھوئی

ہوایاں اتھیاں آگ کیاں ناگنیاں
ہوا پر سو جا کر سلپو لے جنیاں

یعنے ہوائیوں نے بجلیوں سے شرط باندہ رکھی تھی اور ثریا کے خوشے توڑ کے پھینک دیے تھے - یہ ہوائیاں نہ تھیں بلکہ ناگنیں تھیں جو ہوا میں جا کر سلپولے جلتی تھیں —

فراق یار میں انسان پر جو بے بسی اور بیقراری کی حالت طاری ہوتی ہے اور اس حالت میں اس سے جو جو حرکتیں صادر ہوتی ہیں اس کا بیان نصرتی نے گلشن عشق میں دو تین مقام پر کیا ہے اور بعض اشعار میں ایسی سچی اور پتے کی باتیں لکھہ گیا ہے کہ مثنوی میر حسن کا وہ مقام یاد آجاتا ہے جہاں شاعر نے بدر منیر کی اسی کیفیت کو بیان کیا ہے - اگرچہ نصرتی کا بیان اس قدر صاف سادہ اور نیچرل نہیں جتنا میر حسن کا ہے لیکن دونوں کے اشعار سامنے رکھہ کر پڑھے جائیں تو نصرتی کے کلام کی ضرور داد دینی پڑے گی - یہ خیال رہے کہ ان دونوں کے زمانے میں تخمیناً ڈیڑہ سو سال کا فرق ہے - اگرچہ اعادہ ہوتا ہے لیکن چند شعر یہاں نقل کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں -

کنور منوہر فراق کی حالت میں یوں گریہ و زاری کرتا ہے -

دندی بہوت اچھے وو تو تلنے نہ تھے
عجب یو کہ تھوڑے ہو ہلتے نہ تھے

یعنی دشمن (مرہٹے) تو تعداد میں بہت تھے اس لیے ڈٹے کھڑے تھے اور ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے لیکن تعجب ان (بیجاپوریوں) پر ہے کہ باوجود تھوڑے ہونے کے وہ اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کرتے تھے -

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس تمام مطلب کو چند لفظوں سے کس خوب صورتی سے ادا کیا ہے —

دہلی کی فوج کا سپہ سالار جے سنگھ جب ہر طرف سے گھر جاتا ہے اور سخت پریشان ہوتا ہے تو اس پریشانی اور تردد کی صورت کیا خوب کھینچی ہے -

جو اُس سہس زانو میں مہماں ہوا
نظر کا ٹھکانا گریباں ہوا

یعنی اس کا سر زانو کا مہمان تھا اور اس کی نظر کا ٹھکانا گریبان تھا- اس سے بڑھ کر تردد اور فکر مندی کی صحیح تصویر ہو نہیں سکتی- بلاغت اور فصاحت دونوں ختم ہیں —

ایک جگہ آتش بازی کے بیان میں ہوائیوں کے چھوٹنے کے سمے کو کس خوبی سے ادا کیا ہے - ،

بندیاں جب ہوایاں نے بجلیاں تے ہوڑ
ستیاں جب ثریا کے جھوکیاں کوں توڑ

شعر - هر یک لر چلی لہو کی بھر پور یوں
بھری مانگ میں بھوئیں کی سیندور جوں
(مطلب) خون کی ہر موج ایسی بھر پور تھی گویا
زمین کی مانگ میں سیندور بھرا ہوا تھا

شعر - دس آنے لگی ہو زمیں سرخ رو
ہوا لال دن بن جتا موبمو
(مطلب) سطح زمین سرخ نظر آتی تھی اور جتنا
دن اور بن تھا وہ سب لال ہو گیا -

شعر - پہاڑاں و پربت سرنگ یوں دس آے
کہ جوں مخملی جھول ھاتیاں پہ بھاے
(مطلب) پہاڑ اور پہاڑیاں ایسی سرخ نظر آتی تھیں
جیسے ھاتھیوں پر سرخ مخمل کے جھول -

بعض اوقات نصرتی کسی حالت کا سماں صرف ایک شعر میں اس طرح کھینچ دیتا ہے کہ آنکھوں کے سامنے اس کا نقشہ کھچ جاتا ہے - مثلاً نواب بہلول خاں کی فوج کا مقابلہ شیواجی کے لشکر سے ہے - شیواجی کا لشکر کثیر ہے اور نواب کی فوج قلیل - دونوں لڑنے مرنے پر تلے ہوے ہیں، نہ اُن کے پانو اکھڑتے ہیں نہ یہ جگہ سے ہلتے ہیں - اس کیفیت کو اس نے ان دو مصرعوں میں کس خوبی سے بیان کر دیا ہے —

نکلتے ہیں جھوں باگ نہچر کوں
نکل یوں مہراتے دونو دھر سوں

(جس طرح شیر شکار پر لپکتا ہے اس طرح دونوں طرف سے مرہٹے لڑنے کو نکلے)--

ایک دوسرے مقام پر لڑائی میں تلوار کے چلنے اور اس کی خونریزی کا ذکر اس طرح کرتا ہے --

شعر - جھوما جھوم دو دھرتے آکر لگی
اگن خوب شمشیر کی تھک تھکی

(مطلب) دونوں طرف سے دھڑا دھڑ تلوار برسنے لگی
اور تلوار کی آگ خوب دھکنے لگی

شعر - یکس یک پہ چیداں جو پڑنے لگیاں
رگت بند کیاں چنگیانچہ جھڑنے لگیاں

(مطلب) ایک ایک پر اس کی ضرب پڑنے لگی
اور خون کی بوندوں سے چنگاریاں جھڑنے لگیں

شعر - رگت ان میں بہنے لگیا یوں سرنگ
پڑے بھوئیں پہ جھوں آگ جلتی کا رنگ

(مطلب) میدان جنگ میں بہتا ہوا خون یوں معلوم ہوتا تھا
جیسے زمین پر دھکتی ہوئی آگ

کا عجیب و غریب بادل پیدا کر دیا) ۔

غنیماں کے بھیجاں کوں کھانے شتاب
خوش آنے لگیا موں میں کھڑگاں کے آب

(دشمنوں کے بھیجے کھانے کے لیے تلواروں کے منھہ میں پانی بھر بھر آتا تھا) ۔

کماناں رکھیا دل کشا کش ملیں
او بلنے لگے تیر ترکش ملیں

(کمانوں نے دلوں کو کش مکش میں ڈال رکھا تھا اور تیر ترکش میں سے اُبلے پڑتے تھے) ـــ

پھوکیا تیر یوں سخت بھالیاں کا انگ
کہ پھکتا ہے جیوں باولے کر بھو جنگ

(سخت بھالوں کا جسم یوں پھک رہا تھا جیسے اژدھا ہوا کھا کر پھنکارے مارتا ہے) ۔۔

بھڑکتے ترنگاں ہو آگاں دسے
سواراں بھوکے ان کے باگاں دسے

(بھڑکتے ہوے گھوڑے آگ بگولا ہو رہے تھے اور بھوکے سوار شیر معلوم ہوتے تھے) ۔۔

نشانی ہے جو مینھوں لانے کوں باو
دیوں یوں میراتے لڑای کوں تاو

جس طرح ہوا بارش لانے کی نشانی ہوتی ہے ' مرھٹے اسی طرح لڑائی کو گرما رہے تھے) ۔۔

ہوا دھکدھکی یک انگارا ہو لال
سگل اوت پانی، کیا جل ابھال

(ہوا دھک اٹھی اور لال انگارا ہو گئی جس کی حدت سے پانی اونٹ کر بادل کی صورت میں نمودار ہوا) —

ہوا پر شراریاں کا ات کھیل تھا
اوڑے لہو سو تس آگ پر تیل تھا

(ہوا پر شراروں کا تماشا نظر آتا تھا اور لہو جو اڑ رہا تھا وہ گویا آگ پر تیل کا کام دے رہا تھا) —

فرنگاں پہ لہو کے کھلالے دسیں
انہاں پر تے دھاراں پڑنا لے دسیں

(تلواروں پر لہو کے فوارے جاری تھے اور انھوں پر سے خون کی دھاریں پرنالوں کی طرح بہ رہی تھیں) -

پوں کو سرنگ رنگ پیدا ہوا
شفق ابر پر سب ہویدا ہوا

(ہوا کا رنگ سرخ ہو گیا تھا اور بادل پر تمام شفق چھائی ہوئی تھی) —

ایک دوسری جگہ لڑائی کے وقت میدان جنگ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے —

ہوا پل میں پیدا کری بے مثال
اگن کا گگن اور دھوئیں کا ابھال

(ہوا نے پل بھر میں آگ کا آسمان اور دھوئیں

(تلواروں کی کھنا کھن سے اس قدر شور برپا ہوا کہ پہاڑوں کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا) -

بلا نیند میں تھی سو ہشیار ہوئی
اجل خواب غفلت سے بیدار ہوئی

(بلا جو پڑی سو رہی تھی اس شور و غل سے اٹھ بیٹھی اور خواب غفلت سے جاگ اٹھی) -

سلاحاں میں کھڑ کاں جو دھسنے لگے
اگن ہور رکت مل برسنے لگے

(تلواریں جو ہتیاروں میں دھسنے لگیں تو آگ اور خون کی ملواں بارش ہونے لگی ' یعنی تلواروں کی ضرب جو ہتیاروں پر پڑتی تھی اس سے چنگیاریاں نکلتی تھیں اور جو وار آدمیوں پر پڑتا تھا اس سے خون کی ندی بہنے لگتی تھی اور یہی خون اور آگ کی ملواں بارش تھی) -

ہو یاں لہو کیاں چھٹکاں ہوا پر بخار
ستیں تیغ جیباں تے شعلے ہزار

(لہو کے چھینٹے ہوا پر پہنچ کر بخار بن گئے اور تلواروں کی زبانوں سے ہزاروں شعلے نکلنے لگے) -

پھریا نس کا کھڑ کاں کے چنگیاں تے روپ
ہوا نرم چاندنا سو سب گرم دوپ

(تلواروں کی پے در پے چنگاریوں سے رات کا روپ کچھ اور ہی ہو گیا اور نرم چاندنی گرم دھوپ ہو گئی) -

تھا کہ اگر اس چشمے میں چاول کا دانہ پھلکیں تو
تہ میں پہنچنے کے بعد بھی صاف دکھائی دیتا تھا)۔

بیان واقعہ یا کسی حالت کا سماں

رزمیہ واقعات کے بیان میں نصرتی کو خاص کمال
حاصل ہے، وہ فوجوں کی آمد اور جنگ کے زور شور
اور ہنگامہ خیزی کو اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ
آنکھوں کے سامنے نقشہ کھچ جاتا ہے۔ مولانا شبلی مرحوم
کو اردو زبان میں میرانیس سے قبل کوئی نمونہ رزمیہ
نظم کا نہیں ملا۔ میر ضمیر نے رزمیہ کی ابتدا کی
تھی لیکن وہ بالکل نقش اولیں تھا۔ مولانا کو اگر
نصرتی کا کلام دیکھنے کا اتفاق ہوتا تو اعتراف
کرنا پڑتا کہ میر انیس سے قبل بھی ایک ایسا باکمال
شاعر گزار ہے جس نے مسلسل رزمیہ نظمیں لکھی ہیں
اور جو معرکہ آرائی نیز دیگر واقعات کے بیان پر
پوری قدرت رکھتا ہے۔ علی نامہ کے ضمن میں اس
کے رزمیہ بیانات نقل ہو چکے ہیں، یہاں صرف یاد
تازہ کرنے کے لیے کچھہ کچھہ اشعار نمونے کے طور پر
لکھے جاتے ہیں —

مثلاً تلوار کے چلنے اور گھمسان لڑائی ہونے کی کیفیت
یوں بیان کرتا ہے —

کھنا کھن تے کھڑکاں کے یوں شور اٹھیا
جوں تن میں پہاڑاں کے لوزا چھوٹیا

کی طرف التفات نہ کیا کیونکہ ایک انکارا اتنے لوگوں کو کھونکر کافی ہوگا) ۔

اس کے آگے تھلتہ کھانے کی وجہ سے حسن طلب کا بڑا اچھا موقع مل گیا ہے ۔

ایک مقام پر گرمی کی شدت کا حال لکھتے ہوے کہتا ہے ۔

شعر ۔ نہ کہہ سور بل اگ کا بادل اتھا
نہ وو دھوپ یک آتشیں جل اتھا
(مطلب) اُسے سورج نہ کہو وہ آگ کا بادل تھا
وہ دھوپ نہ تھی بلکہ آگ بھرا پانی تھا

شعر ۔ مگر کھیلچ دوزخ کے دریا تے نیر
برستا اتھا جگ پہ جلتاچ تھیر
(مطلب) شاید دوزخ کے دریا سے کھولتا ہوا پانی
کھچ آیا تھا جو مسلسل اس دنیا پر برس رہا تھا ۔

شعر ۔ برستی تھی یوں دھوپ جگ پر کڑک
سو کوہ و زمیں رہے تھے چھاتی تڑک
(مطلب) سارے جہاں پر دھوپ یوں کڑک کر برس رہی تھی
کہ پہاڑوں اور زمین کی چھاتی تڑقی جاتی تھی

ایک جگہ چشمے کے پانی کی صفائی کے متعلق لکھتا ہے ۔

اچھے اچھے پلے تے ات صفائی آب کی ایسی
دس آوے تل لگے پر جا ستیں گردانہ چاول کا

(پانی اپنی صفائی کی وجہ سے ایسا صاف شفاف

جل تھیچ ہر ایک چہ بچہ بلور کی درپن دسے
اے چاند بیگی دیکھ لے تس بیچ اپس دیدار آج
(پانی کے جم جانے سے ہر ایک چوبچہ بلور کا آئینہ ہو گیا ہے - اے چاند جلدی سے تو اپنا دیدار اس آئینے میں دیکھ لے) -

ہر رکھ کوں بارا مارتے پیلے ہوے ہیں پات سب
ہر یک نگر کے باغ جہاں ہے تھلق سوں بیمار آج
(ٹھنڈی ہوا چلنے سے درخت کے پتے زرد ہو گئے ہیں اور ٹھنڈ کی وجہ سے ہر نگر کے باغ بیمار سے نظر آتے ہیں) -

نا سر فرازی پاسکے دولت تے تھلق کی کونپلی
نا بول اپنی گود تے لمبا کرے ہت بہار آج
(ٹھنڈ کی بدولت کونپلیں ٹھٹھر کر رہ گئی ہیں اور بول اپنی گود سے اپنا ہاتھ باہر نہیں نکال سکتی) -

گلشن کے آئینہ اوپر پڑتا چلیا سردی سوں زنگ
ہر خار و خس شبنم سیتی ہوتا ہے جوہر دار آج
(گلشن کے آئینے پر تو سردی سے زنگ چڑھتا چلا جاتا ہے لیکن ہر خار و خس شبنم کی بدولت جوہر دار بن گیا ہے) —

لئی تھلق سوسیا گرچہ میں نہیں سور کی پروا دھریا
کھوں سکلے بس آئیگا اِتلیاں کو یک انکار آج
(اگر چہ میں نے بہت ٹھنڈ کھائی تو بھی سورج

وو اگ کہ کوی مارے تو دم اتھتی تے ھو سب تن زباں
ویسی بی سر کش سرنوا پیلی دسے سدھار آج

(وہ آگ جو ذرا بھی کوئی دم مارتا تو سراسر بھڑک اٹھتی تھی آج ایسی سرکش ہستی بھی سر جھکاے اور زرد رو نظر آتی ھے)

شاعرانہ رنگ میں کیا خوب شعر کہا ھے -

بیشک وطن اس جگ تے ست جاتی اگن ھو بے نشاں
گر دل میں اپے عاشقاں دیتے نہ اس کو تھار آج

(اس میں شبہ نہیں کہ اگر عاشق اسے اپنے دل میں جگہ نہ دیتے تو آگ کبھی کی اس دنیا سے کوچ کر گئی ھوتی)

حوض ایک ھوا کا یوں دسے مشرق تے مغرب لگ بھریا
کانپے فلک جیوں بڑ بوڑا بیٹھی تو تس کی لہر آج

(ایسا معلوم ھوتا تھا کہ مشرق سے مغرب تک ھوا کا ایک حوض بھرا ھوا ھے اور فلک اُس بلبلے کی طرح کانپ رھا تھا جس کی موج نیچے بیٹھہ رھی ھو)

شبنم جو اُجلا چھاچ سا آشہر سے جل میں پڑیا
ھر بائیں ھوی ھے دھیں تھنڈی جم نیر سب یکبار آج

(شبنم جو چھا چھہ سی سفید ھے دودہ جیسے پانی میں پڑی ھے ' جس سے ھر باولی کا پانی جم کر تھنڈا دھی ھو گیا ھے)

دیکھہ کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں) -

دسیں یک یک کوڑے میں گویاں کئی لاکھہ باگاں کی
ہر یک ڈونگر کے دامن وطن کمئی گرگ واسول کا

اور اس کے آگے گھا خوب مصرع لکھا ہے -

رین ہور دیس اس جاگہ پہ ہو ہمدرس بیٹھے ہیں

یعنے وہاں جنگل اس قدر گھنا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دن اور رات اس جگہ ہمدرس ہو کر بیٹھے ہیں یعنے جیسے ہمدرس یا ہم جماعت طالب علم بے تکلف ہوتے ہیں اسی طرح وہاں رات اور دن دونوں بڑی بے تکلفی سے ایک جگہ بیٹھے تھے - ایک دوسرے مقام پر اسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے -

اندھارا ملیا یوں دسے نور سوں
کہ دن جفت ہے شام دیجور سوں

مبارک باد کے اس قصیدے کے ضمن میں موسم کے لحاظ سے جاڑے کی شدت کے متعلق بھی ایک قصیدہ لکھا ہے - اس قصیدے میں اصلیت کم ہے اور شاعرانہ تخیل کا رنگ زیادہ ہے - چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

اوپٹھیا ہوا کا فوج یوں شبنم کیاں گولیاں چھانتتا
ڈرسوں اگن موں چھانپ لے دب رہی ہے تھارے تھار آج

(ہوا کی فوج شبنم کے گولے اڑاتی ہوئی نکلی ہے ' اس کے ڈر سے آگ ہر جگہ منہ چھپائے دبی پڑی ہے) -

شعر - سہتے ہیں کالے نہر کے یوں کالوے گلشن منے
جیوں کیس بکھرے جا دسے رخ مدمتے دلدار کا

(مطلب) گلشن میں کالے پانی کی نہریں بہتی ہوئی ایسی ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں جیسے مست دلدار کے رخ پر بکھرے ہوے بال-

---

شعر - خوشبو سوں پھولاں کے چمن پانی تھی یوں پروردگی
ہر کالوے کا اب ہوے پھل نیر ادک مہکار کا

(مطلب) پھولوں کی خوشبو سے چمن نے ایسی پرورش پائی تھی کہ ہو نہر کا پانی پھولوں کا عرق بن گیا تھا جس سے سارا چمن مہک رہا تھا-

---

بن نور کے جنگل اور چشمے کا بیان بھی خوب لکھا ہے اس مقام کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں-

کہیں رکھہ دار چینی کے دھریں سو پوست میں لذت
رکھے سو مغز میں خوشبو کہیں تو بن ہے صندل کا

کیتے رکھہ جام و جامن ہور پھنس ہور توت تیندو کے
بھلاواں کئیں ہے کئیں ہرڑا ہے کئیں ماپھل و میلدل کا

رنگا رنگ کے گلاں خوشبو معطر جگ کر نہارے
دس آوے راے چلپا جہاں کمیند پھول پاڑل کا

صفا پانی کے چشمیاں میں سہے یوں چھانوں پر سیامی
سواد انکھیاں کوں جوں دیوے درس چشم مکحل کا

(یعنی صاف شفاف چشموں میں کالی کالی چھانو ایسی بھلی معلوم ہوتی تھی جیسے سرمگیں آنکھ کو

صبا تختیاں کے صفحیاں پو لکھی سو لوح پھولاں تے
لیا ہر کالوا جا کا کلارا نہت جدول کا

صبا نے چمن کے تختوں صفحوں پر پھولوں سے تحریر کی اور اس کی ہر نہر بمنزلہ جدول کے ہے —

ندیاں ڈالیاں تے دستے ہو کنول پانی سوں چشمیاں میں
روپے کی آرتی کے جیوں چمک پر ووٹ آنچل کا

یعنے جھکی ہوئی ڈالیوں کی وجہ سے پانی کے چشموں میں کنول کی یہ صورت ہے جیسے چاندی کی آرتی کے روشن دیوں پر آنچل کی اوٹ ہو —

کیا خوب تشبیہ ہے اور کیا پاکیزہ بیان —

کسی پھل ڈال پر کوئی گل دسے نا بے جواب اکثر
پکڑتی ہے نظارے میں نظر احوال احول کا

کسی ڈالی پر کوئی پھول ایسا نہیں ہے کہ اس کا جواب نہ ہو (یعنے ایک پھول کے جواب میں دوسرا ویسا ہی پھول تھا) جس کے دیکھنے میں نظر احول کی نظر معلوم ہوتی (جو ایک کے دو دیکھتی ہے) —

ایک دوسرے قصیدے میں باغ کی کیفیت ان اشعار میں بیان کی ہے اور کیسی سچی اور اچھی تعریف کی ہے —

شعر — ہرگز نہ کس یک پھول پر سورج کی لگ سکتی نظر
ہے چتر ایسا سر بسر ہر برگ سایہ دار کا

(مطلب) کسی ایک پھول پر بھی سورج کی نظر نہیں پڑ سکتی
کیونکہ اس پر برگ سایہ دار کی چھتری لگی ہوئی ہے

ذیل کے شعر میں زمین کی سیرابی اور اس سے درخت اگنے کی شان کو کس خوبی سے بتایا ہے —

اوپر پاتال لگ بھوئیں تے بھریا ہے گنج پانی سوں
تاہیں ہر رکھ اوتھیا ہے یوں سدنگ فوارہ جیوں کل کا

اوپر زمین سے پاتال تک پانی کا خزانہ بھرا ہوا ہے اور نیچے سے ہر درخت اس طرح نکلا ہے جیسے کل کا خوب صورت فوارہ ہے —

اس مبالغہ کو دیکھیے —

سرایت آب شیریں کر بھنایا بھوئیں کوں یوں رس میں
بڑے پر نیشکر ہوے لگے کر روپ دیونل کا

آب شیریں نے زمین کو رس سے اس طرح سینچا ہے کہ نرسل بڑھ کر نیشکر کا روپ اور مزہ پیدا کرتا ہے —

ہر یک پھل ڈال پھولاں سوں گواوے چھب کی نولاسی
جتی پر شاخ میوے کی اُسے دعویٰ سدا پھل کا

ہر پھولوں بھری شاخ کے سامنے حسن کی نزاکت اور نرمی ہیچ ہے اور جو جو میوے سے لدی شاخ ہے اسے سدا پھلنے پھولنے کا دعویٰ ہے —

پڑے ملتویاں منیں تے یوں صبا کی دھوپ سبزے پر
ہری اطلس اوپر گویا لکھے ہیں نقش زرحل کا

پھولوں کے ملتووں میں سے صبح کے وقت کی دھوپ سبزے پر اس طرح پڑتی ہے جیسے ہری اطلس پر حل کیے ہوے سونے کے نقش ہوں —

فتح ملہار کے قصیدے میں باغ کی کیفیت جو اس نے بیان کی ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے - حوض کی وسعت اور گہرائی کی نسبت کہتا ہے —

تھا کچھہ حوض ڈونگا ہے فلک جاں تھر لے سکنے

یعنے حوض اس قدر گہرا ہے کہ جس میں افلاک تھر سکتے ہیں —

جب اُس صاف شفاف پانی پر ہوا چلتی ہے تو موجوں کی جو حالت ہوتی ہے اُس کی تشبیہہ ملاحظہ کیجیے -

چلیں باد صبا تے خوش صفا پانی پہ موجاں یوں

کہ جیوں محبوب کے مکھہ پر ڈھلک زلف مسلسل کا

اس کے بعد شاعرانہ مبالغہ ہے —

فلک سقاے خضری ہو پلاوے نہر سو جگ کوں

سورج کے جام سوں بھرتا ہے نت واں مشک بادل کا

(فلک سقاے خضر ہوکر ساری دنیا کو پانی پلاتا ہے اور وہاں بادل کی مشک ہمیشہ سورج کے پیالے سے بھرتا ہے) —

باغ کے سامنے حوض کی صفائی اور پاکیزگی کی تشبیہہ دیکھیے —

دس آوے باغ کے آنگے صفائی حوض کی ایسی

سنواری دھن رکھے ہے یوں انگے آئینہ صیقل کا

باغ کے سامنے مصفا حوض ایسا ہے جیسے بنی سنوری معشوق کے سامنے صیقل کیا ہوا آئنہ —

شعر - جوانی میں سبزے نے آتا چلیا
مدن بان ریحان پاتا چلیا
(مطلب) سبزہ جوانی پر آرہا تھا اور
مدن بان میں خوشبو پیدا ہو رہی تھی

شعر - ہر یک گل کے دیدے میں داتھا مدن
ہر یک شاخ کوں پھل کے نکلے جوبن
(مطلب) ہر پھول کی آنکھ میں مستی بھری ہوئی تھی اور
ہر شاخ میں پھل کا جوبن نکل آیا تھا

شعر - ہوا زلف سنبل تے جل بے شکیب
لٹک سرو بارے کوں دیتا فریب
(مطلب) پانی زلف سنبل کے نظارے سے بے قرار تھا
اور سرو اپنے ناز سے ہوا کو فریفتہ کر رہا تھا

شعر - بھولا نے انکھیاں مار بابل کا من
ہر چک میں لالے نے کالا انجن
(مطلب) اشاروں سے بلبل کا من موہنے کے لیے
لالے نے اپنی آنکھوں میں کالا کا جل لگایا

شعر - پنکھی ہر ہر یک گل پہ شیدا دسیا
ہر یک دل میں یک حال پیدا دسیا
(مطلب) ہر پرندہ ایک ایک پھول پر شیدا معلوم ہوتا تھا
اور ہر دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہو رہی تھی

شعر۔ دیا آبرو پھولن کوں ابھال
گلاں سرخ رو ہو رہے بالے بال
(مطلب) ابر نے چمنستان کو آبرو بخشی
اور پھول سر تا پا سرخ رو ہوے

شعر۔ لیے چھین گل گلعذاراں تے رنگ
لے آیاں کلیاں دلکوں خوباں کے تنگ
(مطلب) پھولوں نے گلعذاروں سے رنگ چھین لیا تھا
اور کلیوں میں معشوقوں کے دلوں کی تنگی آ گئی تھی

شعر۔ بچے سرو کے قد مہن سیدھے ہوے
گلاں چاند کے نور دیدے ہوے
(مطلب) سرو کے بچے قد میں سیدھے ہوے
اور پھول چاند کے نور دیدے بنے ہوئے تھے۔

شعر۔ ہنسے پھول ہو شوق کی گد گلی
رہی ناز میں مسکتاتی کلی
(مطلب) شوق کی گدگدی سے پھول ہنسے پڑتے تھے
اور کلیاں ناز سے مسکرا رہی تھیں

شعر۔ چلی جیونکہ بڈنی چنبیلی کی بیل
گلے ہار ہو لائی چنپے سوں سوں کھیل
(مطلب) چنبیلی کی بیل بڑھتی چلی اور دل لگی
میں چنپے کے گلے کا ہار ہو کر لپٹ گئی

اس آخری شعر میں نصرتی نے مشاہدے اور تخیل کی آمیزش کا کمال دکھایا ہے - کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے اور یہ اتفاق نادر ہوتا ہے کہ ایک طرف سورج غروب ہو رہا ہے اور دوسری طرف چاند طلوع کر رہا ہے اور کچھہ دیر کے لیے دونوں ایک ساتھہ نظر آتے ہیں - کہتا ہے کہ مغرب میں سورج نے جو یہ سماں دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور چلتے چلتے اس نے پلٹ کر پھر اسے دیکھنا چاہا - یہاں قدرتی منظر کے مشاہدے میں شاعر نے جو تخیل کی چاشنی دی ہے وہ نہایت پر لطف ہے —

ایک جگہ اس نے بہار کا سماں باندھا ہے - اگر چہ وہ سعدی کے بہاریہ قصیدے کے سامنے کچھہ حقیقت نہیں رکھتا تاہم اس نے استعارے اور تشبیہہ سے جس طرح کام لیا ہے وہ کچھہ کم قابل تعریف نہیں —

شعر - سورج آ جو بیت الشرف کے منجھار
دیا بھوئیں کوں جب خلعت نو بہار
(مطلب) سورج نے بیت الشرف میں جلوہ افروز ہو کر
زمین کو خلعت نو بہار عطا فرمایا

شعر - کیا حسن پیدا زمانہ نوا
دھری نوجواں ہو کے خوبی ہوا
(مطلب) زمانہ نے ایک نیا حسن پیدا کیا
اور ہوا نوجوان ہو کر اپنی خوبی دکھانے لگی

شعر - کہا کر سورج کوہ مغرب میں جان
لگی مارنے نس شہاباں کے بان

(مطلب) سورج جب کوہ مغرب کی طرف جانے لگا تو
رات شہابوں کے تیر مارنے لگی

شعر - دھواں جوت انگے دب نرالا ہوا
اندھارے پہ غالب اجالا ہوا

(مطلب) دھواں چاند کی روشنی کے آگے غائب ہو گیا
اور اندھیرے پر اجالا غالب آ گیا

شعر - پڑیا چاند کے مکھ تے پر تو جو صاف
ہوئی آرسی سب زمیں بیخلاف

(مطلب) جب چاند کے چہرے کا عکس پڑا تو
ساری زمین فی الواقع آئینہ بن گئی

شعر - لگیا لکلکانے زمیں کا طبق
مڑے ہیں اکھلاؔ جیوں روپیرے ورق

(مطلب) طبقۂ زمین جگمگانے لگا اور یہ معلوم ہوتا تھا
کہ گویا روئے زمین پر روپہلے ورق منڈھ دیے ہیں

شعر - سورج دیکھ مغرب میں چلد نے کی چھانوں
ملگیا دیکھلے پھر پچھیں سٹ کے پانوں

(مطلب) سورج نے مغرب میں چاندنی کا یہ سماں دیکھا
تو اُس نے اپنے قدم پیچھے ہٹا کر پھر اسے دیکھنا چاہا

کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھہ جاتا ھے —

نصرتی کی رزمیہ نگاری کی کیفیت علی نامے کے ذکر میں آچکی ھے - اُس مثنوی میں اُس نے اپنی قوت بیان ' بلندیء تخیل ' معلومات زمانہ اور قدرت زبان سے یہ ثابت کر دیا ھے کہ رزمیہ نگاری میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا - اب میں اس کی شاعری کے دوسرے پہلوؤں پر نظر ڈالنا چاھتا ھوں —

قدرتی مناظر وغیرہ

نصرتی نے اپنی مثنویوں میں جگہ جگہ قدرتی مناظر کا بیان کیا ھے اور ھر مقام پر اس کا اسلوب نیا ھے - اکثر وہ ان مناظر کو موقع اور محل کی مناسبت سے اس طور پر بیان کرتا ھے کہ وہ واقعہ کا جز معلوم ھونے لگتے ھیں - اگرچہ بعض مناظر کے اشعار مثنویوں کے بیان کے دوران میں اس سے قبل آچکے ھیں ' تاھم یہاں چند مناظر سے کچھہ کچھہ اشعار نقل کیے جاتے ھیں جن سے شاعر کی قوت مشاھدہ اور تخیل کا اندازہ ھو سکے گا —

چاندنی کا سماں کیا خوب بیان کیا ھے —

شعر - چندر جب گگن کے کہستاں تے
حشم لے کے نکلیا بڑی شاں تے

مطلب) چاند جب آسماں کے کوھستان سے
بڑی شان کے ساتھہ اپنا حشم لے کر نکلا

نہاٹا وطن میں گرچہ یوں بھگانہ اوس تے جگ ھوا
تس جیوبی تن ست جاے بن دیکھیا نہ اپنی بہتری

(اگرچہ وہ وطن کو بھاگ گیا لیکن زمانہ اس سے ایسا بھگانہ ھو گیا کہ بغیر جان دیے اُسے اپنی بہتری کی کوئی صورت نظر نہ آئی) —

جب شہ کھڑگ کے آب سوں جیوں آگ فتنے کی بوجا
دارالخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری
یوں اوچتے یکبارگی باجیا دمامہ کوچ کا
جگ کی خوشی کی ھانک تے گوش فلک کو کر کری

(جب بادشاہ کی تلوار کی آگ سے فتنے کی آگ بجھہ گئی اور دارالخلافہ کی طرف مراجعت کا عزم فرمایا تو یکبارگی کوچ کے نقاروں کے بجنے اور اھل زمانہ کی خوشی کے نعروں سے فلک کے کان بھرے ھو گئے) —

جوں موج شہ کا فوج تس جل تھل اوپر تے یوں چلیا
دریا کی جیوں اوپرال تے چلتا ھے باد صر صری

(دریا کی فوج خشکی اور تری پر موج کی طرح اس طرح چلی جیسے دریا کے اوپر سے باد صر صر گزر جاتی ھے) -

ویسے میں آکر تہلتی نے ایسا دکھائی زلزلہ
پیدا ھوئی جس دھاک تے تن میں سورج کے تھر تھری

(ایسے میں تہلتی نے ایک زلزلہ برپا کر دیا جس کے ڈر سے سورج کے بدن میں تھر تھری پیدا ھو گئی) —

اس کے بعد وہ اسی قصیدے میں " فصل زمستاں "

جب سیدی جوہر کی سرکشی کا خاتمہ کر کے بادشاہ بیجاپور کی طرف مراجعت کی ہے تو اس خوشی اور مبارک باد میں نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے ' اس کے بیان کا زور ذیل کے اشعار میں ملاحظہ ہو - سیدی جوہر نے بغاوت کی ہے اور فوج لے کر مقابلہ کو نکلا ہے - بادشاہ اس کی سرکوبی کے لیے بذات خود حملہ کرتے ہیں - بادشاہ کی شمشیر زنی کی کیفیت یوں بیان کی ہے —

برسیا کھڑگ کے ابر تے یوں تس پہ پانی قہر کا
خشکی پہ سارے بحرا وبل چوندھر چلے لہو کی تری

(بادشاہ کی تلوار کے ابر سے قہر کا پانی ایسا برسا کہ سارے دریا طغیانی سے اُبل پڑے اور چاروں طرف لہو کا سیلاب موجیں مار رہا تھا) —

دریا رکت تے جوش کھا لنکا کوں کیتے غرق جب
موجاں تے پا یہ سیت کا ڈھل جا ڈوبے رامیسری

(جب خون کے دریا نے جوش کھا کر لنکا کو غرق کیا تو موجوں کے زور سے پل کا پایہ بیٹھ گیا اور رامیشورم ڈوب گیا) —

کھایا شکست یوں پست ہو اس کل مُکھی نے فوج سوں
تاریاں سوں جیوں نس ہوے ہوا دیک آفتاب خاوری

(اس رو سیاہ نے ذلیل ہو کر اس طرح شکست کھائی جیسے آفتاب عالم تاب کو دیکھتے ہی رات کے تارے ہوا ہو جاتے ہیں) —

مجمر کے مہکاراں تے ہوے دن کا گویہاں مشکبو
دامن رین کا عطر سوں ناقہ ہوا تا تار کا

جہاں وہم دوڑے وہاں تلک یوں حسن کی دائن ہوئی
نہیں بھس سکتی تھی نظر کر سعی لگ بہار کا

تارے تو اکثر دیس کوں افلاک پر دستے ہیں کم
پن بھوئیں ستاریاں سوں بھرے دیکھا جگت اتہار کا

کیں خوب پتلیاں سوں دسیں مہلدیاں پریاں کی شہوسہاں
بد شکل ویتاں سوں کہیں دامن دسے کہسار کا

تصویر کی مہلداں پہ یوں وانر دسیں سہتا سوں جیوں
کہتا ہے کچھ لنکا میں جا ہنونت رام اوتار کا

کیں گوز پلکھیاں کے بچے سیمرغ کے انڈرے کہیں
کیں قاف ہور شرزا چیل کیں اژدھاے غار کا

کیں چمن کے تختے نول دیکھلائیں بلدرابن نوی
کیں وسعت جو بھالیاں کی خوش بسرائے دل دوار کا

اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپس کے میل جول سے ہندؤں کی رسمیں کس قدر اسلامی معاشرت اور تہواروں میں اثر کر گئی تھیں گویا محرم میں دسہرے کا رنگ نظر آتا ہے ــــ

اب میں نصرتی کے کلام میں سے کچھ کچھ اقتباس دیتا ہوں جس سے اس کی قوت بیان اور تخیل کی پرواز کا اندازہ ہو گا - بادشاہ نے

ماتم میں جلتیاں کوں جلم پھونیں علاوہ تس گھڑی
تھا لال ماٹی تے بی کم کھنڈلات تیز انگار کا

تس چار دیواری میں بھر لگتے کھنے کھن جب دیوے
تب ہوے ستاریاں کا گگن شرمندہ ہر دیوار کا

اب علموں کا ذکر سنیے :-

نو دیس اور نو رات ادک رونق تویوں چڑتا گیے
دسویں زمیں میں قتل کی جیوں کی وقت آیا مار کا

فرمائے شہ تا شہر گشت اپنے شدیاں کا کاڑنے
دھولیو اندھارا نورسوں ظلمات کے رخسار کا

شہ کے نکلتے کر شدے سب شہر میں ہلہل ہوا
ہر صحن میں یک ہو رہیا عالم بہتر ہور بہار کا

بسلہ جو دیویاں کے رتن کوندن اوجالے کا کیا
ہو جوت لک لکنے لگیا رستہ صفا بازار کا

جملے میں رونق جا بجا جیوں شاہ کے نکلے شدے
چوندھر اوتھیا یک ہاک ہو دل پایک و پروار کا

علموں کی آرائش کا بیان اس طرح کرتا ہے -

ہر ہر شدے کے تن اوپر تھی کثرت ایسی نور کی
سورج کوں جس کے سامنے طاقت نہ تھا چکہ چار کا

سہرے ثوابت سے سہیں ہور کہکشاں سے نو سری
عقد ثریا تے ادگ ہر یک ایلاقہ ہار کا

دو دھر فرشتے رحمتی پلکھے کر اپنے پر پھیریں
حوراں کے چک کے ہت چلور تھا طرۂ طرار کا

نے عام رواج کے مطابق تشبیب لکھی ہے - یعنی ایک تو معراج والا قصیدہ اور دوسرا جو علی عادل شاہ کی مدح میں ہے - مجلس عاشورہ کے قصیدے میں حمد و نعت اور منقبت کے بعد شہادت کا کسی قدر ذکر ہے - باقی مبارک باد کے قصیدے بادشاہ کی مدح سے شروع ہوتے ہیں - مبارکبادی کے قصیدوں میں مدح کے علاوہ اس نے زیادہ تر یا تو جنگ کا ذکر کیا ہے یا جشن وغیرہ کی کیفیت دکھائی ہے - البتہ مجلس عاشورہ کے ذکر میں دوسری چیزوں کے ساتھ علموں کے نکلنے ' مرثیہ خوانی ' الاوا وغیرہ کا حال بھی درج کیا ہے - مثلاً مجلس مرثیہ خوانی کی نسبت لکھتا ہے —

جب شہ ایں اِس بزم کوں ترتیب دے مجلس کریں
ہوے فیض خاص و عام پر یک دھات ادکہ ایثار کا

شکر پھوتانیاں کے طبق گویا گگن تارے بھرے
چلدر سے کاسیاں بھر سبے شربت کھنی پرکھار کا

یوں مرثیہ خواں مست گرزاری میں ہر دل کو ستیں
حیرت سوں نار ہے کس منیں احوال کچھہ ہشیار کا

دائم جو پھرے تھے محب جو تخم غم کا دل منیں
انجواں کی خوشیاں سوں ہوا حاصل وو لک انبار کا

اسی کے ساتھہ الاوے کا ذکر کرتا ہے —

تھا عاشقاں کے دل نمن ہر یک علاوہ سوز میں
جیوں آہ مہجوراں اوٹھے ہر ہر شرارہ نار کا

نو دیس ہور نو رات ادک رونق تو یو چڑتا کہے
دسویں دین میں قتل کی جیوں وقت آیا مار کا

فرمائے شہ تا شہر گشت اپے شدیاں کا کاز نے
دھولیو اندھارا نور سوں ظلمات کے رخسار کا

اس شہر گشت کا حال بڑی خوبی سے اور کسی قدر تفصیل کے ساتھہ لکھا ہے - ساتواں قصیدہ جو فتح ملنار پر ہے بہت طولانی ہے اور پر شکوہ ہے، اس کا مطلع یہ ہے —

ہوا ہے کون عالم کے شہاں میں شہ ترے بل کا
سچا تو نانو کاری ہے وصیء شاہ مرسل کا

یہ بڑے شان کا قصیدہ ہے اور یہاں رزم و بزم کے بیان میں نصرتی نے بڑا کمال دکھایا ہے - اُسے خود بھی اس قصیدے پر ناز ہے —

سنو یک فتح کا شہ کے قصیدہ بے بدل یاراں
کہ ہر یک مختصر مضمون دھرے معنی مطول کا

اگر گلشن عشق اور علی نامے کے عنوانات کو یکجا کرلیا جائے تو دو قصیدے وہ ہوجاتے ہیں —

ان کے علاوہ اس کا ایک ہجویہ قصیدہ بھی ہے ایک دوسرا علی عادل شاہ کی مدح میں اور ایک اپنے گھوڑے کی مذمت میں ہے - غرض اس طرح کُل بارہ قصیدے ہوئے جو اب تک دستیاب ہوے ہیں -

ان میں صرف دو قصیدے ایسے ہیں جن میں نصرتی

میں مختلف قافیہ و ردیف اور بحر میں لکھا ہے ' جس کا مطلع یہ ہے —

دی ہے زمستاں نوکری ڈونگا اوچا دھلد کار آج
سردار ہو باد خزاں تھلتی کا رچیا ہے بہار آج

اس ضمنی قصیدے کے بعد اصل قصیدہ جاری رکھتا ہے جس کا مطلع ثانی یہ ہے —

اے نرپتی بھوگی سگھڑ تجھہ بھول دنیا استری
پل پل سلوارے تجھہ انگے ہر دم دکھانے دل بری

چھتا قصیدہ مجلس عاشورہ کی تعریف میں ہے - اس کا مطلع یہ ہے —

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کے سرجنہار کا
افلاک کا اونچا چھجا باندیا ہے کس بستار کا

اس میں مجلس کے انعقاد اور شہادت کا کسی قدر ذکر ہے - مطلع ثانی اور اس کے بعد کے چند شعر میں بادشاہ کی تعریف کرکے والدۂ بادشاہ حاجی بڑے صاحبہ کی مدح اور حسینی محل کی تعریف بڑی شان سے لکھی ہے - یہی وہ محل ہے جہاں مجلس عاشورہ ہوتی تھی - اور اس تعلق سے مجلس کی ترتیب' مرثیہ خوانی اور ماتم کا ذکر کیا ہے - نو دن رات تو یہ مجلسیں ہوتی رہیں ' دسویں شب کو بادشاہ کے حکم سے شہر میں علم نکالے گئے —

۵ کہائی ہے —

علی نامے میں کل سات قصیدے ہیں اور یہ سب بڑے بڑے ہیں - جن میں سے ایک ۲۲۰ شعر کا اور ایک ۱۵۸ شعر کا، ایک ۱۵۰ شعر کا اور ایک ۲۱۸ کا ہے - سب سے پہلا قصیدہ قلعۂ پنالا کی فتح پر لکھا ہے جس کا خلاصہ اور چند شعر نمونے کے میں پہلے لکھہ چکا ہوں - دوسرا قصیدہ بادشاہ کی فتح اور جوہر صلابت خاں کی شکست کے متعلق ہے - اس کا مطلع یہ ہے —

علی عادل شہ غازی یو شاہ بوالمظفر کوں
دیا ہے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کوں

اس میں جوہر کی نمک حرامی اور بادشاہ کی شجاعت، بادشاہ کے ہاتھی، گھوڑے اور تلوار کی تعریف، جنگ کے معرکہ اور کشت و خون کا ذکر شاعرانہ رنگ میں کیا ہے —

اس فتح کے بعد بادشاہ جب دارالحکومت بیجاپور کی طرف مراجعت کرتا ہے اور فتح کی خوشی میں جو جشن کیا گیا ہے اس پر ایک بڑا قصیدہ لکھا ہے - جس کا مطلع یہ ہے —

اے شہ توں ہم نام علی شاہاں پہ تجہی سروری
دلدل فلک کا رام تجہ کرتا زمانہ قنبری

چونکہ یہ زمانہ سردی کا تھا، تو اسی قصیدے کے ضمن میں ایک دوسرا قصیدہ فصل زمستاں کی تعریف

شہ سا سو لچھن نول کون ہے جگ میں کہو
یاد سوں جس اسم کی جاے کدورت منجن
راج سوں شہ کے سدا حق تے دعا امن پا
جھو سوں ملگے ھت پسار دور کے سب مرد وزن
لطف سوں دھر یا الاہ شاہ کی شاہی تلک
جگ میں جلک پر اچھے عیش پرت کے پڈن
جام سوں عشرت کے جم بزم یو معمور ھو
چرخ میں دن رین کی گرم ہے جوں انجمن
شہ کی ثنا "نصرتی" نغز نول یوں لکھے
دور کے دفتر اوپر سر اچھے ھر یک بچن

یہ ابتدائی زمانے کا قصیدہ ہے - علی نامہ میں جو قصیدے اُس نے لکھے ھیں وہ بہت پرزور اور شاندار ھیں - قصائد میں عام طور پر اور خاص کر رزمیہ قصیدوں میں بلندیء خیال اور علو مضمون کے علاوہ بہت کچھہ دار ومدار الفاظ کی شان و شوکت پر ھوتا ہے - نصرتی نے ھر موقع پر الفاظ کے انتخاب اور بر محل استعمال میں کمال دکھایا ہے جس سے واقعات کے بیان میں بڑی قوت پیدا ھوگئی ہے - اور یہی وجہ ہے کہ دوسرے شعرا کے مقابلے میں اس کی زبان زیادہ مشکل ھوگئی ہے - اس کے قصائد میں مبالغہ بھی ہے (اور قصیدوں میں مبالغہ ھوتا ھی ہے) لیکن بے لطف نہیں - تشبیہات و استعارات بھی اُس نے خوب لکھے ھیں ان میں جدت

طبع کی مجھہ شہپری خوش ہوئی پرواز کوں
دھر کے بلند بام کے پانچویں کھن پر گون

اس کے بعد معراج کا ذکر ہے اور خاتمہ پر بادشاہ (محمد عادل شاہ) کی مدح کرتا ہے - جس کے چند شعر یہ ہیں :-

حمد ہے ملعم کرا خلق پہ اس دور کے
ہے جو سمئی رسول خسرو ملک دکن

صاحب دین و دول مالک ملک و ملل
عالم علم و عمل عامل نص و سنن

معدن جود و سخا منبع لطف و عطا
حامیٔ دیں باوفا ماحیٔ کفر کہن

صاحب فضل و ہنر صف شکن بحر و بر
ملجۂ فتح و ظفر ہادیٔ شمشیر زن

سچ ہے نکیچ رچہ رہیا تب سوں سلاسیت کا
دیکھہ جسے دنگ اتھے دیو دسا سر کرن

شو ہوا دنیا کرا شوق سوں بھا یا بلی
عدل شجاعت کرا باندھکے سہرا کلگن

گرچہ کسی مرد کوں ہاتھہ نہ دی تھی ولے
شہ نے کنیزک کیا لاکے پرت کی لگن

بھول کے پل پل کوں بل جائے تو کچھ شک نہیں
شہ سا نہ دیکھی بلا عمر ملیں بیچ سچن

ہے - یہ وہ قصائد ہیں جن کی تشبیب فلکیات سے متعلق ہوتی ہے چنانچہ اس قسم کے قصائد سلطان قلی قطب شاہ ' علی عادل شاہ ثانی اور دوسرے شاعروں نے بھی لکھے ہیں - نصرتی نے بھی یہ قصیدہ اسی قسم کی تمہید سے شروع کیا ہے اور معراج کی مناسبت سے سورج کے غروب ہونے اور چاند کے نکلنے اور رات کی کیفیت کو طرح طرح کی تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھہ بیان کیا ہے - ابتدائی شعر یہ ہیں :-

تخت پہ جب دن پتی سہج پہ کیتا گون
نس کا سپہدار تب گرم کری انجمن

صبح کا فراش چک شمع سے روشن کرے
ریگ سے تاریاں کی نت مانج گگن کا لگن

روز و شب کا مقابلہ اور چاند سورج کا دھاوا طرح طرح سے بیان کرتا ہے اور پھر یوں گریز کی ہے :-

نور سوں نس کیا عجیب روز کو روشن کرے
نس کے چندر کوں جگا کیس کی دکھلا کرن

بلکہ جو سرجا خدا نور نبی سے دو جگ
تب سوں جمالی جہاں پین جلالی بوتن

نور خدا عین وہ مظہر دیں رین وہ
ہے شہ کونین وہ خلق کے جیو کا جیون

سرور پیغمبراں مفخر نام آوراں
مالک پورب پچھم والئی اتر دچھن

(۴)

قصائد و غزلیات اور کلام پر عام رائے

نصرتی کی تینوں مثنویوں کا ذکر کسی قدر تفصیل سے ہو چکا ہے - لیکن علاوہ مثنوی کے قصیدہ گوئی میں بھی اس کا پایہ بہت بلند ہے - اور اس صنف میں قدیم اردو کا کوئی شاعر اسے نہیں پہنچتا - شوکت لفظی علو مضامین اور زور بیان جو قصیدے کی خاص صفات ہیں وہ نصرتی کے قصائد میں بخوبی پائی جاتی ہیں - اگرچہ نصرتی درباری شاعر تھا لیکن اس کی قصیدہ گوئی صرف بادشاہوں کی مدح و ثنا تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے جنگ کے واقعات اور مظاہر قدرت کے بیان میں بھی بڑے پر زور قصائد لکھے ہیں —

اُس کے بیشتر قصائد علی نامہ کے ضمن میں آگئے ہیں جہاں وہ کبھی جشن کی تقریب میں، کبھی فتح کی مبارک باد پر اور کبھی مظاہر قدرت کے بیان میں موقع موقع سے قصیدے لکھے گیا ہے - لیکن ان کے علاوہ بھی اس کے بعض قصیدے پائے جاتے ہیں - چنانچہ اس کا ایک طولانی قصیدہ جس میں تخمیناً (۱۳۴) اشعار ہیں معراج نبوی کے بیان میں ہے - اسے نصرتی کے "چرخیات" میں شریک کیا گیا ہے - قدیم دکنی میں قصیدے کی ایک قسم "چرخیات" سے موسوم کی گئی

(ہر کامگار یہ چاہتا ہے کہ اس کا نام دنیا میں یادگار رہے - اس خیال سے نصرتی نے ہمت کرکے نواب کی فتح منانے کے لیے یہ نامہ لکھا ہے) —

آخری شعر دعائیہ ہے اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہے —

الہی زمانے میں جم تھانوں تھانوں
اچھو مجہ بچن تے یو مرداں کا ناںوں

(الہی! دنیا میں ہمیشہ جگہ جگہ میرے کلام کی بدولت اِن مردوں کا نام زندہ رہے) —

اس پر بے اختیار آمین کہنے کو جی چاہتا ہے —

اس میں شبہ نہیں کہ یہ مثنوی علی نامے کی ٹکر کی نہیں - وہاں مغلوں اور شیواجی سے بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں اور اُن لڑائیوں کی حیثیت عظیم الشان جنگوں کی ہے - اُن کے مقابلے میں یہ ایک چھوٹی سی لڑائی ہے اور فوج بھی کم ہے اور سلطنت کا وہ جاہ و جلال بھی نہیں جو علی عادل شاہ ثانی کے وقت میں تھا - تاہم بڈھے نصرتی نے اس میں بھی اپنا کمال دکھایا ہے اور بعض موقعوں پر وہی رزمیہ شان اور قوت کلام پائی جاتی ہے جو علی نامے میں ہے —

دیلایا اوسی تہار ڈیرے تمام
کیا واں سر بدل سوں اپنا مقام

خبر لے کہ اس فتح کا چار دھیر
چلے تھر پر شاطراں جیوں کہ تیر

خصوصاً سلے جب حکومت پناہ
خوشی بانٹنے جگ پہ کر حکم شاہ

بیجاپور میں عہد کر آشکار
پڑا خطبہ اس فتح کا تہار تہار

جو تھے کوٹ پر بان بھانکنے تمام
دغا نے کوں فرمائے کر حکم عام

شہنشہ کی ہے فتح پہلی ککو
بلنتائے بہوت گھر پہ کاڑیاں شکر

پٹھا خلعتاں پادشاہی نواز
کئے سرتے نواب کو سرفراز

دیے شہرت فتح یوں شہر میں
کہ ہوئے قصہ پر ملک پر دھر میں

اس کے بعد نصرتی نے دو شعر اپنے اور اپنی کتاب کے متعلق لکھے ہیں —

ملگے جیوں رہنا نام ہر کامگار
زمانے پہ یک نقش ہو یادگار

وہیں "نصرتی" دھر کہ سرتے امس
لکھیا فتح * نواب نامے کا جس

---

* کاتب نے غلطی سے فتح کی جگہ فن لکھلا دیا ہے -

شعر - کدھیں پھر کہ مردی پکڑ آئیں گے
کریں گے سو اپنا سزا پائیں گے
(مطلب) اگر پھر کبھی مرد بن کر آئیں گے
تو اپنے کیے کی سزا پائیں گے -

یہ کہہ کر نواب خدا کا شکر ادا کرتا ھے اور میدان جنگ میں خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ھیں - اس وقت وھیں سارے لشکر کے ساتھ پڑاو ڈال دیتا ھے اور تیز رفتار ھرکارے بھیج کر فتح کی خوش خبری ھر طرف پہونچتا ھے - جب خواص خاں کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ کے حکم سے بیجاپور میں جشن منایا گیا اور جگہ جگہ فتح کا خطبہ پڑھا گیا - قلعے پر سے بندوقیں اور توپیں چھوڑی گئیں - چونکہ بادشاہ کی یہ پہلی فتح تھی اس لیے گھر گھر مٹھائی تقسیم ھوئی - بادشاہ نے نواب بہلول خاں کو خلعت سے سرفراز فرمایا - اور ملک ملک میں اس فتح کی شہرت ھوئی -

یہ سب نصرتی کا بیان ھے جو اس نے اپنے آخری اشعار میں لکھا ھے - وہ اشعار یہ ھیں - ترجمے کی ضرورت نہیں کیونکہ اوپر کا بیان انھیں اشعار کا خلاصہ ھے، علاوہ اس کے یہ اشعار ھیں بھی آسان —

یہی بات کر شکر حق لیا بجا
کھڑا رن پہ رہ شادیانے بجا

شعر - ہوا کیچ یوں لہو کہ تھانوں تھانوں
پھسلنے لگے بھویں پہ تہراں کے پانوں
(مطلب) جگہ جگہ لہو کے بہنے سے اس قدر کیچڑ ہو گئی تھی
کہ زمیں پر تیروں کے پانو پھسلنے لگے -

شعر - دیکھت تب کہ نواب دشمن سگل
چلیا لیکہ جیو سامنے تے نیکل
(مطلب) جب نواب نے دیکھا کہ تمام دشمن جان
سلامت لے کر بھاگ گئے ہیں تو

شعر - کہے حکم سب پر کہ اب بس کرو
چکائیاں پہ ظاہر نکو کس کرو
(مطلب) حکم دیا کہ اب بس کرو اور
بزدلوں پر زور نہ دکھاؤ

شعر - بھلے مرد کا مرد پر وار ہے
نگوڑیاں کوں چپ دیکھنا عار ہے
(مطلب) بھلے مرد کی لڑائی مرد سے ہونی چاہئے
ان کم بختوں کا تو دیکھنا بھی موجب عار ہے

شعر - کہ نہاٹے ہیں یو لا جو کوتے کے پاؤں
نہ پھر سیں بچکتے ہیں دیکھہ اپنی چھاؤں
(مطلب) یہ کتوں کی طرح سے بھاگے ہیں اور
اپنے سایہ کو بھی دیکھہ کر بدکتے ہیں

شعر - پھوتے جمع تھے سو ھوے نا امید
دسی پل میں کالی زمیں سب سفید
(مطلب) یہ منتشر مجمع نا امید ہو گیا اور
وہ زمین جو کالی تھی سب سفید نظر آنے لگی

شعر - پڑے سو کھود پڑے پہ کھند لات میں
دسے وو برابر ھو جا بات میں
(مطلب) بھاگڑ میں جو گر پڑے وہ کھند لے گئے
اور رستے میں زمین کے برابر ھو گئے -

شعر - جتن کر وو پھر چھوڑ یوں لو چلے
نکھا نہر واں لھو اپس بھر چلے
(مطلب) جب سب جتن کرنے کے بعد وہ نہر چھوڑ کر بھاگے
تو نہر میں پانی کی بجائے اپنا لہو بھرا ہوا چھوڑ گئے

شعر - ھوئی لال بھویں یوں وہ کالی سکت
بیجاپور کن جیونکہ جوگی کا مت
(مطلب) وہ کالی کلوٹی زمیں اس طرح لال نظر آتی
تھی جیسے بیجاپور کا جوگی کا مٹ -

شعر - نظر رن کے مردیاں کو دیکھت تھکی
کھے توں کہ پردا ہے یک ناتکی
(مطلب) نظر میدان جنگ میں مردوں کو دیکھتے دیکھتے
تھک گئی یہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ ناٹک کا پردہ تھا -

شعر - بڑی دھور کی جب صلابت کی چھاؤں
لگے اوڑنے بارے پہ دشمن کے پاؤں
(مطلب) جب نواب کی بہادری کا ظہور ہوا تو
دشمن کے پاؤں ہوا میں اڑنے لگے -

شعر - جو نواب کر رخ مخالفت کے دھیر
برسنے لگیا صف سوں یک مینھہ ہو تیر
(مطلب) نواب نے جب مخالف کی طرف رخ کیا
تو صف لشکر سے تیروں کے مینھ برسنے لگے -

شعر - دیے چھوڑ سو مرغ تیراں شتاب
پیے بیٹھہ انن سر کے کانسیاں میں آب
(مطلب) اور سینکڑوں تیروں کے مرغ چھٹے جو
ان کے سروں کے پیالوں میں گھس کے پانی پینے لگے -

شعر - جمی فوج یک پل میں ہوئی پھوٹ پھاپ
یکیک نہاسنے کوں دسے لاکھہ باٹ
(مطلب) جمی جمائی فوج ایک پل میں تتر بتر ہو گئی
اور بھاگنے کے لیے ایک ایک کو لاکھوں رستے نظر آنے لگے -

شعر - کہے تو کہ گدڑے پہ ہاتی چھوٹا
بھریا تھا ہنگامہ سو یکدم پھوٹا
(مطلب) گویا گدھے پر ہاتھی چھوٹ گیا ہے اور وہ
بھرپور ہنگامہ ایک دم میں منتشر ہو گیا -

شعر- دسے فوج اون کی گرد جو رواں
هوے تیرہ تب تس کے لیکھے جہاں

(مطلب) اُن کی فوج گرد رواں کی طرح نظر آتی هے
اور اُن کے حسابوں زمانہ تاریک هو گیا تھا-

شعر- پھوٹے کرہ نایاں نے دشمن کے گوش
کیا مغز بھیجا هو جا گے تے هوش

(مطلب) قرناؤں کی آواز سے دشمن کے کان بھرے هوئے تھے
اور هوش و حواس بجا نہیں رهے تھے-

شعر- نقاریاں تے میدان هدر نے لگیا
کھڑا تھا سو جل رقص کرنے لگیا

(مطلب) نقاروں کی گونج سے میدان هلنے لگا
اور پانی جو کھڑا تھا رقص کرنے لگا-

شعر- بہادر کے دشمن پہ طالع پڑے
دھڑاں میں دلاں دھاک سوں دھڑ دھڑے

(مطلب) دشمن پر بہادر نواب کے طالع غالب آئے اور
دل اُن کے جسموں میں خوف سے دھڑ دھڑ کر رهے تھے

شعر- هوئی دل میں هشیار نخوت کی گت
گھٹ اوسان کی هوئی دلاں میں شکست

(مطلب) اب ان کے دلوں میں نخوت پیدا هونی شروع هوئی
لیکن اوسانوں کو دلوں میں پہلے هی شکست هو چکی تھی-

شعر - وهیں خاصۂ نواب جب چل دیا
دونو دھیر کی فوج کوں ہو گیا
(مطلب) جب نواب اس طور سے نکلا تو دونوں
طرف (یمین و یسار) کی فوج کو بڑھایا

شعر - چھوٹے شیر یک دم چو زنجیر تے
ھوے آ جو غرّش منے چو پھیر تے
(مطلب) جب یکبار کی زنجیر سے شیر
چھٹے تو ہر طرف غرانے لگے -

شعر - تورنگاں کے تل تے یتی گرد اوڑی
کہے یوں زمیں جا فلک سوں جوڑی
(مطلب) گھوڑوں کے نیچے سے اس قدر گرد اڑی
گویا زمیں آسماں سے جا لگی -

شعر - ستاریاں کی روئی جو ہو بیخلاف
فلک اور زمیں مل ھوا یک لحاف
ستارے روئی ہو گئے اور زمیں
(مطلب) اور آسماں مل کر لحاف بن گئے

شعر - کھڑا ہو جو جاں ساندتا تھا غنیم
لڑائی پھر آناندتا تھا غنیم
(مطلب) غنیم جہاں کھڑے تھے وہیں جمع ہو گئے اور
اور پھر انھوں نے لڑائی شروع کی -

شعر - اگر اُن کی جا ھت لگے لر کا آب
دسے نا امیدی سوں تمنا سراب

(مطلب) اگر ان کی بجائے صرف نہر کا پانی تمہارے ھاتھ لگا تو وہ نا امیدی کی وجہ سے تمھیں سراب نظر آے گا

شعر - نہ پانی کہ جس ھوے تو امرت کی چاہ
چلو میں لو لاتا ھوں بن خضر راہ

(مطلب) نہ کہ وہ پانی جو امرت کی خاصیت رکھتا ھے - آؤ اب میں خضر راہ بن کر اُسے لاتا ھوں -

---

شعر - کروں میں جو حملہ تو باغی یہ سانڈ
دیکھوں کیوں رھتے لر کے پانی کو بانڈ

(مطلب) اب میں باغیوں پر حملہ آور ھوتا ھوں ' دیکھوں اب وہ کیسے پانی روکتے ھیں -

---

شعر - کہیا سوچ سنمک تے گاڑے نیکال
شترنال ھست نال لے مکھہ پہ گھال

(مطلب) یہ کہتے ھی سامنے سے عرابے نکالے اور شترنال اور ھت نال اُن کے منہ پر چلانے شروع کیے -

---

اس کے بعد آخری باب " فتح یافتن نواب بہلول خاں بر لشکر سیواجی و اورا ھزیمت دادن " کے عنوان سے ھے اور اسی پر مثنوی کا خاتمہ ھے - اس حملے اور فتح یابی کی کیفیت خود نصرتی کے الفاظ میں بیان کرنی مناسب معلوم ھوتی ھے —

شعر - پن اوس دینداراں پہ ظالم بلا
بسائے ہیں لیا محنت کربلا

(مطلب) لیکن ظالموں نے دینداروں پر کربلا کی سی صعوبت نازل کر رکھی ہے

شعر - کہ پکڑے ہیں لگ لر وو کافر پلید
ہوے آہ سب پانچ مارے شہید

(مطلب) پلید کافروں نے نہر پر قبضہ کر لیا ہے، افسوس ہم سب یہیں شہید ہو جائیں گے

شعر - ہوا مبج ایتا حملہ کرنا ضرور
کہ تب لگ بلا یو نہوے سر تے دور

(مطلب) اب مجھہ پر حملہ کرنا لازم ہو گیا کیونکہ اُس وقت تک یہ بلا سر سے نہیں ٹلے گی -

---

شعر - وہیں دھور بولیا کہ اے یکہ تاز
سپاہی تیر انداز شمشیر باز

(مطلب) پھر فوراً اس بہادر نے للکار کر کہا کہ اے یکہ تاز، تیر انداز شمشیر باز سپاہیو،

شعر - لڑائی تو مارے ہمیں پن ہے دھاک
مبادا کہ بے آب ہم ہوئیں ہلاک

(مطلب) ہم نے اگرچہ لڑائی مار لی ہے لیکن اندیشہ یہ ہے کہ کہیں ہم بے آب ہلاک نہ ہو جائیں،

شعر - گیا سوک سب امرت کا چشمہ دھن
پڑی جھب بے آب ماھی نمن
(مطلب) دھن کے امرت کا چشمہ سوکھ گیا
اور زبان ماھیء بے آب کی طرح تڑپنے لگی -

شعر - ھوا خشک لھولھا نہ مححلت سوں تاب
کھڑک بن نہ تھا کس بی جاگے پہ آب
(مطلب) سختی کی تاب نہ لاکر لھو خشک ھو گیا
اور سوائے تلوار کے کسی جگہ پانی نظر نہ آتا تھا -

شعر - کھڑے تھے تو دھریک تے یک دل میں جوگ
ولے آب بن تلملیا سب ھی لوگ
(مطلب) اگرچہ ایک سے ایک تولگاے کھڑا تھا مگر
بغیر پانی کے سب ھی بے قرار تھے -

نواب نے خیال کیا کہ اگرچہ فتح خدا کی عنایت سے ھماری ھے لیکن اس کا کیا علاج کہ ظالموں نے ھم پر پانی بند کر دیا ھے' لہذا اب ایک آخری حملہ کرنا لازم ھے یا تو یہیں شہید ھوے یا پھر اس مصیبت سے نجات پای - اس بیان کو نصرتی کے الفاظ میں سنیے —

شعر - سمج ھوی یو نواب کے دل میں راز
خدا تو دیا فتح کر سر فراز
(مطلب) تب نواب کے دل میں یہ بات آئی کہ
خدا نے ھمیں فتح سے تو سر افراز کیا -

شعر - لڑای تو پل پل کوں ایسی کھٹن
پڑی یوں کہ دیکھیا نہ ھوے عمر کن
(مطلب) لڑائی ھر لحظہ ایسی کٹھن ھوتی جاتی تھی
کہ کسی نے اپنی عمر میں کبھی نہ دیکھی ھوگی -

حال یہ تھا کہ ھوا تیروں سے بھر گئی تھی، سنگ لاخ زمین گولوں سے پٹ گئی تھی، ھاتھوں میں چھالے پڑگئے تھے اور زخموں سے خون بہہ رہا تھا - اگرچہ لڑنے کی تاب و طاقت نہیں رھی تھی مگر صرف ھمت کے بل بوتے پر لڑ رھے تھے - یہاں شاعر نے گرمی کی تپش اور پیاس کی شدت کو شاعرانہ رنگ میں بڑی خوبی سے بیان کیا ھے —

شعر - وجوداں میں روحاں دھری چٹپٹی
تندور آسماں تھا زمیں تھی بھٹی
(مطلب) روحوں نے جسموں میں کھلبلی مچا رکھی تھی
آسمان تنور بن رھا تھا اور زمین بھٹی -

شعر - لگے جوش کھا سر میں پکنے دماغ
زرہ جل کے دینے لگی تن پہ داغ
(مطلب) سر میں بھیجے جوش کھا کر پکنے لگے
اور زرہ تپ کر جسم پر داغ دینے لگی -

شعر - کہ آ صبح تے واں بھری یک جو دھوپ
کھڑے تھے ھمی ہم سوں لڑنے جو چوپ

(مطلب) صبح ھوتے ھی دھوپ کا عمل شروع ھو گیا لشکری محض ھمت کے بل پر کھڑے لڑ رھے تھے -

---

شعر - پچھوری تھی دھوپ یک تو آ سر پہ ایک
سلگتی تھی دوسری درونے منے دھک

(مطلب) ایک تو سر پر دھوپ پڑ رھی تھی دوسرے دلوں میں آگ بھڑک رھی تھی -

---

شعر - سیوا کا وو لشکر تو صورت حرام
مگر نسل شیطان کا تھا تمام

(مطلب) سیوا کا صورت حرام لشکر شاید نسل شیطان سے تھا

شعر - کہ یک پیش آتے کوں کرنے کو پس
دسیں پھر اوسی یک کی جاگے پہ دس

(مطلب) کہ ایک کو سامنے سے ھٹاتے تھے تو اس کی جگہ اور دس آجاتے تھے -

---

شعر - دل اسلام کا تھا سو معدود تھا
کومک غیر حق ان پہ نابود تھا

(مطلب) اسلام کا لشکر گنا چنا تھا اور سوائے خدا کے کسی کی مدد کا آسرا نہ تھا -

---

شعر - روش ہے عرابے سوں لڑتا سو دھور
کھید پڑے پہ دشمن کوں نا جاے دور

(مطلب) قاعدہ ہے کہ جو بہادر عرابوں کی حصار باندہ کر لڑتاہے وہ دشمن کو پسپا کرکے تعاقب میں دور نہیں جاسکتا

شعر - کہ جوڑے پہ قابو سوں گاڑیاں کو قات
ہلیں تب بکھرتا ہے یک دم وو پہات

(مطلب) اس لیے کہ گاڑیوں کو اس طرح جوڑ کر مضبوط کھڑا کیا جاتا ہے کہ اُس سلسلے کو توڑیں تو انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔

اگرچہ غنیم بیجاپوریوں کے حملوں سے پریشان ہو گیا تھا اور اس میں مقابلے کی تاب نہ رہی تھی لیکن ایک مشکل یہ آپڑی تھی کہ ندی پر اُس کا قبضہ تھا اور خوب سمجھتا تھا کہ بیجاپوری کیسے ہی بہادر کیوں نہ ہوں پیاسے لڑنا آسان نہیں ہے - ادھر دھوپ کڑاکے کی پڑنے لگی جس سے اہل لشکر کی بے تابی اور بڑھ گئی -

شعر - کہ جانے تھے چلتا تو نہں کچھہ علاج
ولے ہویںگے عاجز تو پانی کے باج

(مطلب) وہ جانتے تھے کہ یہ معاملہ لاعلاج ہے پانی بغیر وہ خود بخود عاجز ہو جائیں گے

شعر - دیکھے دھوند تو بر جاے تھا وہ قیاس
جیوے گا بھوکا ناجیوے مار پیاس

(مطلب) غور سے دیکھو تو اُن کا یہ قیاس بجا تھا آدمی بھوکوں جی سکتا ہے لیکن پیاس کا مارا نہیں جی سکتا

شعر - کمر پر ستھی ہیں تو نہی لگ خبر
نیکل جائے یک دل کو دو پھانک کر

(مطلب) کمر پر جب ھاتھلا پڑتا تھا تو اس وقت خبر نہیں ہوتی
تھی جب تک تلوار دو ٹکڑے کر کے نہیں نکل جاتی تھی

... ...
... ...

شعر - زرہ کا تو ھے وار بھلے میں حال
کہ بھر لوٹ انگے لرکے کاں رھے کنجال

(مطلب) زرہ کا حال پتلا تھا ؛ پر زور سیلاب
کے آگے کای کہاں ٹھیر سکتی ھے -

شعر - ستّے کاٹ یوں کافراں کو کتھن
کہ قربانی بکریاں کو جیوں حج کے دن

(مطلب) ان شدید کافروں کو کاٹ کر اس طرح ڈال دیا
جیسے عید قربان میں بکرے قربانی کرتے ہیں -

لیکن اُدھر کے بہادر بھی کچھہ کم نہ تھے ، انہوں
نے پھر قدم جما کر لڑنا شروع کیا —

شعر - دسے عین اُجل پن دیکھت نہی ڈرے
کہ ناموس کوں بیش انگے جیو کرے

(مطلب) موت نظر آرھی تھی مگر اس پر بھی وہ نہیں ڈرے
کہ ناموس کے آگے جان کوئی چیز نہیں -

شعر - سلے سوچ شمشیر بنداں یو بات
ہوے پاوں اوتارا فرنگاں لے ہات

(مطلب) جب شمشیر زنوں نے یہ بات سنی تو پیدل
اُتر کر تلواریں ہاتھوں میں سنبھالیں -

شعر - سٹے جس پہ شمشیر کا وار آ
ترنگ ہور اوسے بھویں پہ بھسلاے لیا

(مطلب) جس پر تلوار کا وار کیا تو وہ
گھوڑے سمیت زمین پر آرہا -

شعر - سنبھالیا سو بھالے لے ثابت کٹار
کیا پھوڑ بکتر کوں چھاتی کے پار

(مطلب) بھالے لے کر کٹار سنبھالی جو بکتر کو
توڑ کر چھاتی کے پار نکل گئی -

شعر - چلاویں اگر دھنک ہاتی پہ توڑ
پڑے وو ہتی دیکھہ اپس جیو چھوڑ

(مطلب) ہاتھی پر جب وہ وار کرتے تھے تو
وہ فوراً بیدم ہو کر گر پڑتا تھا -

شعر - دیکھاویں تو سنداں پہ توڑاں کے بھانت
اوڑیں ہو کہ چنگیاں مٹے گج کے دانت

(مطلب) اُن کے وار ایسے تھے جیسے گھن پر ہتوڑے کی ضربیں کہ اس
مارے مست ہاتھیوں کے دانت چنگیاریوں کی طرح اڑتے تھے-

شعر - بھالا آکہ جھلکیا سو جس تن کے آر
بوڑی رکھہ اودھر جا رھیا تن کے پار
(مطلب) جس پر نیزہ آکر لگا، بوڑی تو
ادھر رہ گئی اور باقی نیزہ جسم کے اُس پار نکل گیا -

شعر - موی گو سفلد آگ کوں نھں ڈری
عرابے کی خلدق رکت سوں بھری
(مطلب) مردہ گو سفند آگ سے نہیں ڈری، اور
عرابے کی خلدق خون سے بھر گئی -

ھوتے ھوتے یہ لڑائی وھاں تک پہنچ گئی جہاں نواب بہلول خاں کھڑے تھے اور اب معرکہ بہت شدید ھو گیا -

شعر - ھتی پر وئیں خلاصہ برچی سنبھال
کہیا مار لو دیکھتے کیا ایتال
(مطلب) نواب نے وھیں ھاتھی پر برچھی سنبھالی
اور للکار کر کہا دیکھتے کیا ھو، مارو!

شعر - سکل کوٹ پاڑو اسی ٹھور میں
کہ آئے ھیں اپے پگوں گور میں
(مطلب) سب کو مار کر یہیں تمام کر دو کہ وہ
اپنے پاؤں چل کر اپنی قبر میں آئے ھیں -

شعر- کھڑک ھل رھے جب یو بھالے پڑے
دھڑک آگ اٹھی جب دنتا لے پڑے
(مطلب) جب تلواریں رہ گئیں تو بھالے اٹھائے
اور اس سے آگ اور بھڑک اٹھی

شعر- رکھے تھوپ گجدل کوں بھالیاں کی مار
سیٹئے کے یکس یک میں دو دو سوار
(مطلب) بھالوں کی مار سے ھاتھیوں کے دل کو کوتیچ ڈالا
اور ایک ایک بھالے میں دو دو سوار پرو دیے-

شعر- ھزاراں سوں بھالے جدھر آستے
اُدھر یک بوک فوج الٹھا سیتے
(مطلب) جدھر ھزاروں بھالے لے کر آ پڑے
ادھر ساری فوج ایک دم میں درھم برھم کر دی-

شعر- اتھا رہن راوت جو گھوڑے کی پیت
کیا دو کوں یک نیزہ بیٹھا سونیت
(مطلب) جو بہادر سوار گھوڑے کی پیٹھ پر تھا
اس پر نیزہ اِس صفائی سے پڑا کہ ایک کے دو ھو گئے-

شعر- زرہ نا رکھی تن کوں بھالے تے جھانپ
کہ انکوے نہ مکڑی کے جالے تے سانپ
(مطلب) زرہ بھالے سے جسم کو نہ بچا سکی
کہ سانپ مکڑی کے جالے سے نہیں رک سکتا-

شعر۔ کھڑا یو سو وہیں آگ کا ہو ابھال
ستھا برق بونداں سوں عالم کوں جال
(مطلب) جہاں یہ کھڑا ہوا آگ کا بادل چھا جاتا ہے
اور بجلی کی بوندوں سے ایک عالم کو جلا دیتا ہے۔

شعر۔ ہمیں آج نہاتھیں تو ناسوس ہوں
صبا مکھ دیکھانا دھلی پاس کھوں
(مطلب) اگر ہم آج اسے نلا جھیل کو کرکے بھاگے
تو کل اپنے آقا کو کیا منہ دکھائیں گے۔

شعر۔ ایتا کام سیوت پہ ہے یہ روا
کہ لھلا عرابا یو یک کر ڈھوا
(مطلب) اب آخر میں اتنا کام کرنا لازم ہے کہ
ایک ہلہ کرکے عرابوں پر قبضہ کرلیں۔

یہ کہہ کر انہوں نے زور شور سے حملہ کیا اور پھر
ایک بار قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا —

شعر۔ لھویاں پر دھسے کر دلیری یتی
پڑے جیوں کہ جلتی اگن میں ستی
(مطلب) تلواریں لے کر بڑی دلیری سے گھس پڑے
جیسے جلتی آگ میں ستی جا پڑتی ہے۔

شعر - رکھو مار یو فوج کافر پلید
رکھو کھیت یا سب ھو مسلم شہید

(مطلب) اس فوج کافر کو مار کر تہس نہس کر ڈالو - یا
تو ان کا یہیں خاتمہ کر دو ورنہ سب شہید ھو جاؤ

یہ تقریر سن کر اھل لشکر میں جوش پیدا ھوا اور وہ پہلے سے زیادہ آمادۂ پیکار ھوگئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ مخالف بھی ان کا لوھا مان گئے اور پریشان ھو کر کہنے لگے کہ ان سے لڑنا مشکل ھے —

شعر - لڑے جب یو دھلی کے فوجاں سے چھوٹ
لیے ھیں گے امراو یک دم میں لوٹ

(مطلب) یہ لوگ جب دھلی کی فوج سے لڑے تو
انھوں نے آناً فاناً میں سب امرا کو لوٹ لیا -

شعر - اگر مرد میدان بہلول ھے
ھمن دسویں حصے کا کاں تول ھے

(مطلب) اگر مرد میدان بہلول ھے تو ھم اس کے
دسویں حصے کے برابر بھی نہیں -

شعر - دکھن کا یو یک دھور نیں ھے پچاس
نہ لشکر سب اوس کا بھی ھے اوس کے پاس

(مطلب) دکھن کا یہ بہادر ایک نہیں بلکہ پچاس کے برابر
ھے حالانکہ ابھی اس کا پورا لشکر اس کے پاس نہیں -

شعر - هتی پر جو هوں میں تو بیریاں پہ داب
کہ یک نیزہ جیوں سر پہ ہے آفتاب

(مطلب) میں جو هاتھی پر هوں تو اس سے دشمنوں پر رعب ہے - میں ان
کے سروں پر اس طرح هوں جس طرح آفتاب کا ایک نیزے پر آجانا۔

شعر - فلک پر تو نہ اُڑ سکیں لئی ہے فرق
منگے بھویں جو پڑ کے هوویں گے غرق

(مطلب) آسمان پر تو اُڑ کے جا نہیں سکتے کہ وہ بہت دور ہے،
اور اگر زمین پر رہے تو غارت هو جائیں گے -

شعر - جو هلتے هیں جاگے تے بھی چھوڑ تھانوں
کہ جیوں مرنسک جھاڑ تے هاتھہ پانوں

(مطلب) اور اگر جگہ چھوڑ کر ذرا بھی هلے
تو هاتھہ پانو هلائے بغیر نہیں مر سکتے -

شعر - پتنگاں کے پڑتے نہ بو جسی هلال
سویں جل جو پکڑیں بوجانے کا خیال

(مطلب) پتنگوں کے گرنے سے هلال کی شمع بجھہ نہیں سکتی اور اگر
وہ بجھانے کا خیال کریں گے تو خود جل مریں گے

شعر - نجانو کہ بھالے کر اُن کے هیں بھار
هرن هیں کرو بیگدی سگ شکار

(مطلب) یہ خیال نہ کرنا کہ اُن کے بھالے دار بڑے
قوی هیں؛ وہ هرن هیں کتوں سے جلد شکار کرو-

شعر - اگر تیغ عالم بجلبد ز جاے
نبرد رگے تا نخواهد خداے
(مطلب) اگر دنیا بھر کی تلواریں بھی آکر پڑیں ' تو بھی
اگر خدا نہ چاھے تو ایک نس تک نہیں کٹتی -

شعر - سمجھتا ھوں کر حق تے یاری ہے آج
مجھ بال کوں کچھہ نہ بھاری ہے آج
(مطلب) میں سمجھتا ھوں کہ آج خدا کی طرف سے
میری مدد ھے اور میرا بال بیکا نہوگا -

شعر - اگر هو تو بھی کچھہ خدا کی رضا
رضاوند ھوں جھوں وہ انپڑے قضا
(مطلب) اگر کچھہ هوا بھی تو خدا کی رضا ' اور
میں اس کی رضا پر راضی ھوں -

شعر - ولے میں رکھیا ھوں سو بڈتا قدم
جدھر تے بھی دھسنا انگے نا کہ کم
(مطلب) لیکن میں نے بڑھتا ھوا قدم رکھا ھے ' جدھر
سے بھی گھسوں کا آگے بڑھوں کا نہ کہ پیچھے -

شعر - جو ھوے بھدھرک ھول تے سر بسر
اوسے کیا ھے غوغاے محشر تے ڈر
(مطلب) جو خوف سے نڈر ھے اُسے
غوغائے محشر سے بھی ڈر نہیں ۔

شعر - نلہا تاب اوتر گج ترنگ جھوں چڑیا
لکھا فوج کوں تب کہ خاصہ پڑیا

(مطلب) تو تاب نہ لا کر ھاتھی سے اتر گھوڑے پر سوار ھوا، تو فوج سمجھی کہ بادشاہ مارا گیا۔

شعر - ھوئی پل میں اس دھات لشکر کی موڑ
کہ نہیں لڑ سکے پھر کہ بھی فوج جوڑ

(مطلب) پھر کیا تھا پل بھر میں سارا لشکر تتر بتر ھو گیا اور پھر اسے جمع کر کے نہ لڑا سکا۔

شعر - وھی کام سلبھال دانا کرے
جو نادان کرنے تے عزت دھرے

(مطلب) کام ایک ھی ھے، دانا سوچ سمجھ کر کرتا ھے مگر نادان اس طرح کرتا ھے کہ اپنی عزت کھو بیٹھتا ھے۔

شعر - تمیں جانتے ھیں کہ نہیں یو مثل
چھپے تو بی نا ھوے اجل کوں وجل

(مطلب) کیا تم نے یہ مثل نہیں سنی کہ ہزار چھپو اجل نہیں ٹلتی۔

شعر - بزرگاں کے رکھہ قول پر خوش مدار
یہی سب برتتا ھوں میں بار بار

(مطلب) بزرگوں کے اس قول پر میرا اعتقاد ھے اور ھمیشہ اس پر عمل کرتا ھوں۔

شعر - نہ ڈرسیں بلا موں جو کھالے گا توں
مُوئے پر قبیلے کوں پالے گا توں

(مطلب) اگر تو ہمیں جنگ میں جھونکے گا تو ہم نہیں ڈریں گے کیونکہ (ہم جانتے ہیں کہ) موئے پیچھے تو ہمارے قبیلے کی پرورش کرے گا۔

شعر - اوتر ہست ہور ہوگ تازی سوار
کہ کر حملہ دشمن کوں لیتے ہیں مار

(مطلب) اب ہاتھی سے اُتر آ اور جلد گھوڑے پر سوار ہو اور ہم ابھی حملہ کر کے دشمن کو مارے لیتے ہیں -

---

نواب نے جب یہ سنا تو یوں جواب دیا —

شعر - سنے سوچ نواب یو بات کے
کہ تمنا کوں یاراں نہ معلوم ہے

(مطلب) نواب نے یہ بات سن کے کہا کہ یارو شاید تمہیں یہ معلوم نہیں ہے

شعر - کہ دارا کوں آ شاہ اورنگ سوں
پڑی تھی لڑائی سو سوندل کے جھوں

(مطلب) کہ دارا کو شاہ اورنگ سے اسی طرح کی لڑائی کا سابقہ پڑا تھا

شعر - اتھا شاہ دارا جو ہاتی سوار
پڑیا جھوں غلولیاں کا چوندھرتے مار

(مطلب) شاہ دارا جو ہاتھی پر سوار تھا اس پر جب چاروں طرف سے گولیوں کی مار پڑی

صاحب بساتین السلاطین یا دوسرے بیجاپوری مورخوں نے لکھا ہے —

دوسرے روز کی جنگ غنیم کی تیر باری سے شروع ہوتی ہے - خاص کو اس بارش کا نشانہ نواب کی چوڈول ہے -

ہوئی تھی ادک ریز چوڈھل پہ یوں
برستا ہے برسانت ڈونگر پہ جیوں

(یعنے چوڈول پر تیروں کی بارش اس طرح ہو رہی تھی جیسے پہاڑ پر مینھہ برستا ہے) —

اہل لشکر میں جو خیر اندیش تھے انھوں نے پکار کر نواب سے یوں خطاب کیا —

شعر - کی بیٹھا سو ہر مار کا ہو نشان
توں پکڑیا ہے کیا گھر ڈوبانے کی شان

(مطلب) تو ہر مار کا نشانہ بنا کیوں بیٹھا ہے
کیا گھر ڈبونے کی ٹھیرائی ہے -

شعر - یتا مار چوڈھل ہوئی جو تلک
رہے گا تو ڈھانپہ کر کو تلک

(مطلب) چوڈول پر اتنی تیروں کی بارش ہوئی ہے
اب تو وہاں کب تک رہے گا -

شعر - توں بانچ اب ہمن مار اپے حضور
کہ نہیں کد لڑائی رہے باج دھور

(مطلب) تو اپنے آپ کو بچا اور ہمیں مرنے دے کیونکہ
بغیر سپہ سالار کے لڑائی نہیں قائم رہ سکتی -

شعر - زباں میں نہ تھی مار بن کچھ بی بات
نہ تیر و کماں تے نیکا لیا و و ھات

(مطلب) اُس کی زبان پر سوائے "مار" کے کوئی بات نہ تھی اور نہ اُس کے ھاتھ سے تیر و کمان ایک دم کے لیے چھٹا -

---

شعر - نظر میں اتھا ہو نشانہ غلیم
رکھے دل پہ بھویں مار پڑتا سو بیم

(مطلب) اس کی آرزو یہ تھی کہ غنیم نشانہ بنے اور ایسا ڈر بیٹھے کہ اُس کا لشکر زمین پر تڑپتا ہو -

---

آخر میں نواب کی خوش خلقی اور مقبولیت کے متعلق لکھتا ہے —

جو خوش خلق نواب جگ میت کا
اتھا سب سوں اخلاص کی ریت کا

نہ خویشانچہ اتھے اس پہ آچھوسوں بیش
کہ تھے پاس لوگ اس کے بیگانے خویش

(نواب جو خوش خلق اور مقبول زمانہ تھا اُس کی رسم و راہ سب سے پر اخلاص تھی ' صرف خویش و اقارب ھی اُسے عزیز نہ تھے بلکہ بیگانے بھی اُس کے نزدیک خویش و اقارب کے برابر تھے) —

اور اسی پہ نصرتی نے پہلے روز کی جنگ ختم کردی ہے - اس نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ شیواجی کی فوج کو شکست ہوئی یا اُس کی فوج منتشر ہوگئی جیسا کہ

شعر - عرابے پہ یک فوج کا بلد حصار
دھریا آگ کا آ کہ چوندھر تے مار
(مطلب) فوج کے گرد عرابوں کا حصار باندہ لیا
اور چاروں طرف سے آتشبازی شروع ہوگئی

شعر - فلولیاں کا ھر دم چھوٹے یوں تھوا
انگاریاں تے اوس ھوئی اگیٹھی ھوا
(مطلب) گولوں کی مسلسل اس قدر بوچھار ھوی
کہ ان کے انگاروں سے ھوا انگیٹھی بن گئی

شعر - پڑے صف پہ یوں تیر پکڑے پہ اوج
کہ جیوں کھیت چرنے کوں تولاں کی فوج
(مطلب) تیر چڑہ چڑہ کر صفوں پر اس طرح گرتے تھے
جس طرح ٹڈی دل کھیت پر گرتا ھے

شعر - جھجریوں نشاناں ھوے دھات
کہ جیوں تڈول بھٹے پہ جھاڑاں کے پات
(مطلب) جھنڈے اس طرح جھڑ جھڑے ھو گئے تھے
جس طرح ٹڈیوں کے بیٹھنے سے درختوں کے پتے -

شعر - مگر دل میں کچھہ وھم خاصہ نہ لیائے
نہ وو مھوں ھے جان فرغل ملگائے
(مطلب) لیکن نواب نے مطلق پروا نہ کی اور حالانکہ مینہ برس رھا
تھا مگر اس نے یہ بھی نہ کیا کہ فرغل منگا کر پہن لیتا -

شعر - کرے گا لڑائی یو یک دو پہ وار
لڑاوے لڑاوے تو لوٹاں ہزار

(مطلب) جنگ میں ایک شخص زیادہ سے زیادہ دو پر وار
کرے گا لیکن لڑانے والا ہزاروں کو سلادے گا

شعر - مگر تھا اوسی تے وہ چو ڈھل اوپر
کہ دکھلا اپیں ہر طرف پر نظر

(مطلب) شاید اسی خیال سے وہ عماری پر سوار
تھا کہ ہر طرف نظر رکھہ سکے

شعر - جدھر تے جو کام آکہ مشکل پڑے
کرے توڑ نا اوس میں ہرگز اڑے

(مطلب) تاکہ جدھر سے بھی کوے مشکل آپڑے تو فوراً وہ
اس کا توڑ کرے اور کبھی قاصر نہ رھے

نواب کی بہادری دیکھہ کر سپاھی بھی جان توڑ کر
لڑے اور ھر شخص اپنے سردار پر جان فدا کرنے کے لیے
تیار تھا - اب دونوں طرف سے خوب جم کے لڑائی ھوئی -

شعر - جمی آ دو دھر تے لڑائی عظیم
لیولے دم کھڑا جھوں ھو ماندا غنیم

(مطلب) دونوں طرف سے جم کر بہت بڑی لڑائی ھوئی
اور غنیم تھکا ماندا سا ستانے کو ٹھیر گیا

جب سپاہ نے نواب کی یہ سرگرمی دیکھی تو انہوں نے بھی تیر چلانے شروع کیے

چلے تیر خاصے کے جیوں پیش امام
خدنگ مقتدی تھے سپہ کے تمام

اس کے بعد وہ ان کی تیر اندازی شمشیر زنی اور گولہ باری کے کمال اور دشمن کے پامال ہونے کا ذکر کرتا ہے - آخر میں نواب کی قابلیت اور بہادری کی تعریف کرتا ہے —

شعر - تردد پہ خاصے کے لاکھہ آفریں
رکھیا تھا نظر میں جو وو سب زمیں
(مطلب) نواب کی جد و جہد پر لاکھہ آفریں ہے کہ وہ میدان جنگ پر ہر طرف نظر رکھتا تھا

شعر - دیکھے تو اپیں سن میں تھا نوجوان
پن استاد تھا پیر مرداں کو واں
(مطلب) دیکھنے میں تو نوجوان تھا لیکن بڈھوں کا اُستاد تھا

شعر - یو ہے حق میں دھوراں کے خوب یک مثل
کہ لڑنے تے آپیں لڑانا کو بل
(مطلب) بہادروں کے حق میں یہ کیا اچھی مثل ہے کہ لڑنے سے لڑانا بہت مشکل ہے

شعر - نہ قوس قزح تب رکھی کس سوں تاب
نہ چلنے کے اتنے ھیں تیر شہاب

(مطلب) اُس وقت قوس قزح بھی اس کی تاب نہ لا سکی اور نہ اتنے تیر شہاب تھے جو چلتے -

---

شعر - کماں اپنے قبضے میں پکڑیا جو دھس
رگ و پے میں اوس کے بھریا آپ کس

(مطلب) اُس بہادر نے جب کمان کو اپنے قبضے میں پکڑا تو خود بخود اُس کے رگ و پے میں قوت سرایت کر گئی

شعر - نظر کی صفائی کو رکھہ شست میں
دیکھا تیر کی راستی دست میں

(مطلب) شست میں نظر کی صفائی کو رکھہ کر تیر کی راستی کو ھاتھہ میں دیکھا

شعر - چلایا یتے دور انداز تیر
کہ چھو تکا سو نہن اوس کیا جس اسیر

(مطلب) اور پھر اُس دور انداز نے اتنے تیر چلائے کہ جس پر پڑا وہ بچ نہ سکا

شعر - کہ ھوتا جو لگتا تو گنبد پہ مار
کبوتر کے انڈرے تے سک اس کے پار

(مطلب) اگر وھاں گنبد بھی ھوتا تو اس پر لگ کر کبوتر کے انڈے میں سے پار ھو جاتا

اس موقع پر نصرتی بہلول خاں کی تیر اندازی کا نقشہ کھینچتا ہے جو بلا شبہ قابل تعریف ہے اور اس سے اس کی شاعرانہ قوت بیان کا اندازہ ہوتا ہے -

شعر - وہیں دیکھ خاصہ پکڑ ہت کماں
کہا ہاں اے ترکس بنداں ہو نہاں

مطلب) نواب نے یہ دیکھ فوراً اپنی کمان اٹھائی
اور کہا کہ اے ترکش بندو ! ہاں !

شعر - جو دھرتے تھے تیراں چلانے کی لاف
کرو آو یک تیر کی صف تے صاف

(مطلب) وہ جو تیر اندازی کی لاف مارتے تھے
وہ اب آئیں اور صفوں کو صاف کریں

شعر - پکڑ نے کشاکش کے گوشے میں تھانوں
اپیں سعد و قاص کا لے کے نانوں

(مطلب) اُس نے کماں کے گوشے میں ہاتھ ڈال کر
سعد و قاص کا نام لیا

شعر - خدنگ جوڑ چلّے میں کھینچیا کماں
دیا بوسہ تس ہات اوپر آسماں

(مطلب) اور پھر جو چلے میں تیر جوڑ کر کھینچتا ہے تو
آسماں نے (بے اختیار) اس کے ہات کو بوسہ دیا

شعر - اوتھیاں لے جو باناں روش ناگ کے
بندیاں پل ہوا کے اوپر آگ کے

(مطلب) بان جو ناگ کی طرح اُٹھکر بلند ہوے
تو انھوں نے ہوا پر آگ کے پل باندھ دیے

شعر - غلولے چلے تھے جدھر دے کے سیس
ستے پار فوجاں پہ فوجاں کوں پیس

(مطلب) گولوں نے جدھر کا رخ کیا اُدھر
فوجوں کی فوجیں پیس کر رکھدیں

شعر - کہاں شور باناں جدھر کے اوتھیاں
ھتی ڈر سوں جنگل پھرے لے پراں

(مطلب) بانوں کے شور سے ھاتھی ڈر کر
اپنی جان بچانے کے لیے جنگل میں بھاگ گئے

شعر - دھنویں کا جلک سد اتھا درمیاں
دونوں دل تو قائم اتھے جاں کے واں

(مطلب) جب تک دھویں کی دیوار بیچ میں حائل تھی
دونوں لشکر جہاں کے تہاں کھڑے رہ گئے

اتنے میں زور کی ہوا آتی ھے اور اس دیوار کو
اڑا لے جاتی ھے اور پھر دونوں طرف کے بہادر ھتیار
درست کرکے حملہ شروع کرتے ھیں'

نلکا لیا جو میانے تے بارا حجاب
ھلے تھارتے چھانک راوت شتاب

شعر - نکل جا کے سورج کے دیدے تے جوت
ہلال یوں دسیا جیوں بوجای سو پوت

(مطلب) سورج کی آنکھوں سے روشنی جاتی رہی
اور ہلال بے رونق پوت کی طرح دکھائی دیتا تھا

گھوڑوں کے ٹاپوں سے جو گرد اڑی اور گولوں کے چھٹنے سے جو دھواں پھیلا، اس کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے —

شعر - گھڑی یک میں سب آسمان ہور زمیں
دھنویں اور اگن میں بھری تب یقیں
(مطلب) گھڑی بھر میں تمام آسماں اور زمیں
دھنویں اور آگ سے بھر گئے

شعر - بھری بھویں ہو گلشن کے جاگیاں یہ نار
سمندر لیے چھین بھنوریاں کی تھار
(مطلب) زمیں پر گلشن کی جگہہ آگ بھر گئی
اور باغ میں بھنوروں کی جگہہ سمندر نے لے لی

شعر - ہوا پر جمے یوں دھنویں کے تھوے
جو بیٹھے بگولے ہو نکلے کوے
(مطلب) ہوا پر دھنویں کے ایسے طبق جم گئے تھے
کہ بگلے جو بیٹھے تھے وہ کوے ہو کر نکلے

جو ہے سب عرابا یو آتش کا موت
بلدو فوج کے گرد سب اوس کی کوٹ

یعنے تمام گاڑیوں کا جن پر توپیں رکھی ہوئی ہیں فوج کے گرد ایک حصار باندھ دو۔ فوج کو اس حصار کے پیچھے رکھ کر تیر باری کا حکم دیا۔ خود نواب ہاتھی پر تھا۔ جب دونوں طرف سے لڑائی کا بازار گرم ہوا اور سوار گھوڑے دوڑا کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوے تو اس سے گرد و غبار کا جو طوفان برپا ہوا' اسے شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے :-

شعر - اوتھے جب ترنگ مار چوندھیریل
اوڑی گرد تب یوں مدور نکل

(مطلب) جب بہادر گھوڑے اٹھا کر چاروں طرف سے حملہ آور ہوے تو گرد مدور شکل میں اٹھی ؛

شعر - اوچایا ہے شیطان جوں گردباد
کہ جاتا فلک اوڑ کہ خیمے کی ناد

(مطلب) گویا شیطان نے ایک بگولا اٹھایا ہے جو خیمے کی صورت میں فلک تک پہنچ گیا ہے -

---

شعر - حرکت زمانے کی رہی کوئی کھڑی
کہ یوں جگ میں گردوں تے ماتی اڑی

(مطلب) دنیا میں آسمان سے اتنی دھول اڑی کہ زمانے کی حرکت رک گئی

نہ کس بھویں پہ چمٹیاں ابلتیاں ہیں جم
چلے بانند رستا پتا کچھ حشم

نہ کسی عفونت میں اتنے مچھر ہوں گے جتنے اس کے ساتھ سپاہی تھے۔

اسی طرح ایک دو دو شعر ہتھاروں اور گھوڑوں وغیرہ کی نسبت لکھتا ہے۔ گھوڑیوں کے وصف میں دو شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں —

شعر۔ اتھاں مادوانچہ ناگن بھریاں
پریاں تھوں نتھیاں پن دسیں جوں پریاں

(مطلب) وہ گھوڑیاں ناگن بھری تھیں
پریاں تو نہ تھیں لیکن پریاں سی معلوم ہوتی تھیں

شعر۔ چھپے گرم ہوویں تو آتش سے تاؤ
سبکپن میں کرتیاں پون پر پڑاؤ

(مطلب) گرمی میں آگ سے بڑھ کر
اور سبکی میں ہوا سے زیادہ ہیں

اب لڑائی شروع ہوتی ہے - جب غنیم نے عادل شاہی فوج کو دیکھا تو وہ اپنا لشکر لے کر چلا اور یہ ارادہ کیا کہ بیجا پوری لشکر کو چاروں طرف سے محصور کرلے -

کہیا یوں کہ چوندھرتے فوجاں چلاوں
جزیرہ کر اول پچھیں سب ڈوباوں

نواب غنیم کی چال کو سمجھ گیا اور فوراً حکم دیا کہ -

ھاتھی چلتے تھے تو زمین زلزلے میں آجاتی تھی اور جب (سامان جنگ) کی گاڑیاں چلتی تھیں تو آسمان ھلنے لگتا تھا) ۔

اب اصل جنگ کی کیفیت بیان کرتا ھے - یہ جنگ بہت مختصر اور صرف دو روز کی ھے - ھر روز کی لڑائی الگ الگ بیان کی ھے - اس لڑائی کو وہ چور اور ساھو کی لڑائی سے تشبیہ دیتا ھے —

کھڑے چور ھور ساؤ لڑنے کوں ساند

اول اس نے غنیم کی فوج کی کثرت ' اسلحہ کی بہتات ' گھوڑوں اور ھاتھیوں کے ھجوم کا بیان شاعرانہ انداز میں کیا ھے ۔ کہتا ھے کسی جنگل کے درختوں کی ڈالیوں میں اتنے پتے نہیں جتنے اس فوج کے رنگ برنگ کے جھنڈے ھیں —

نہ کیں بن کے ڈالیاں پہ اتنے ھیں پات
نشاناں تو اوس تے ادک دھات دھات

اور نہ کسی کوھستان میں اتنے سنگریزے ھیں جتنے اس کے ھاں مست ھاتھی پڑے جھوم رھے ھیں —

نھویں کس کہستان میں سنگ یتے
کھڑے تھے یتے مست جھولائے متے

نہ کسی سرزمین سے اتنی چیونٹیاں ابلتی ھوں گی جتنا اس کے ساتھہ لاو لشکر تھا —

کھے سب نے دیکھ اُس تجلی سوں ٹھور
کہ نِکلیا گگن پر جو مطلع تے سور

(یعنی جب نواب ہاتھی پر عماری میں سوار ہوکر چلا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین پر قلعہ چلا جارہا ہے - سب نے اس بہادر کی یہ شان دیکھ کر کہا کہ مطلع آسمان سے آفتاب نکلا ہے) —

پھر باجوں کی گرج، نقاروں کے شور، دماموں کے بجنے، جلاجل اور دوسرے باجوں کی کیفیت بیان کی ہے - اس کے بعد لشکر اور اہل لشکر کا کچھ ذکر کیا ہے - مثلاً

لگے ہر ہتی یوں وہ پاکھر کے نال
کہ اوتریا ہے ڈونگر پہ آجھوں ابھال

دسیں ہر جھلکتی سنیں اوس میں برق
نہ تھا گاجنے ہور گرجنے میں فرق

ہتیاں پر رنگا رنگ ڈھالا دسیں
کہستاں پہ جیوں نونہالاں دسیں

چلے تو ہتی ڈلملے سب دھرن
عرابے (کی) گاڑیاں تے ہدریا گگن

(ہر ایک ہاتھی جس پر پاکھر پڑی ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ پر بادل اُتر آیا ہے - ہر ایک چمکتی ہوئی برچھی میں بجلی نظر آتی تھی، اب باجوں کے بجنے اور گرجنے میں کوئی فرق نہ رہا تھا - ہاتھیوں پر رنگ برنگ کی ڈھالیں پڑی تھیں جو ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے کوہستان پر نونہال - جب

(اُس کی فوج کا سر کچل کر اُسے ایسا بیکار کردوں گا بیکار جیسے سانپ کا سر کچلنے پر اُس کی دم بیکار ہو جاتی ہے) -

نہ چلسی ہمارے پہ کافر کا حد
کہ ہے دینداراں کوں حق کا مدد

یہ جواب سن کر خواص خاں کو بڑا اطمینان ہوا اور وہ اسے بادشاہ کے حضور میں لے جاتا ہے - بادشاہ اُسے خلعت و منصب سے سرافراز کرتے ہیں اور فوج کی سالاری پر مقرر کر کے مہم پر روانہ کرتے ہیں —

بہلول خاں لشکر کی تیاری میں مصروف تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ شیواجی کا بے شمار لشکر چلا آرہا ہے - وہ اپنی فوج کے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے اور اس کے سامنے تقریر کرتا ہے کہ یہ جان نثاری اور وفاداری کا وقت ہے - غنیم چڑھا چلا آرہا ہے' اپنے ملک اور وطن کی حفاظت ہمارا فرض ہے - اس کے ساتھ اہل لشکر کی مذہبی حمیت کو بھی جوش میں لاتا ہے - سپاہی اپنے سردار کی شجاعت کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے ساتھ لڑنے مرنے اور جان دینے کا عہد کرتے ہیں —

اس کے بعد بہلول خاں کے سوار ہونے اور لشکر کی روانگی کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

لکھتا ہے -

جو نواب چوڈول کا کبج چڑ چلیا
کہے توں کہ بھویں کے اوپر گڑ چلیا

تمارا جو شاید ہے خاطر شریف
تو کیا ہے وہی جو ملیا کوئی حریف

کہ ہے ان گنت فوج اُس پاس اگو
ولے چور کاں آئے ساواں کے سر

(یعنے گو اس کے پاس بے شمار فوج ہے لیکن چور ساہوؤں یعنے کھرے لوگوں کے سامنے کہاں آ سکتا ہے) ۔

ہمیں جاں کھڑے رہیں تو کر اختیار
رکھیں نا نظر میں دندی کا شمار

مرا ہر سپاہی سو سردار ہے
بھری ترکش اُس کی سو یک بہار ہے

... ...

... ...

لگیا ہے مری تیغ کا جس کو داک
دیکھت موج پانی کا ہووے ہلاک

بیجاپور کی نیں صفت یہ نوی
کہ ہے شہر و شرزیاں کی کھنڈی گوی

سیوا آج موڑ ہی جو فوجاں کو نہٹ
چلا یا ہے آگیں اپیں رکھ جو پیٹ

(وہی سیوا آج فوجیں سامنے لا رہا ہے جو پہلے پیٹھ دکھا کر بھاگا تھا) —

سر اُس کا کوچل یوں کروں اُس کو گم
کہ جیوں سانپ کا سر کو چلے پہ دم

(خواص خاں بہلول خاں سے کہتا ہے کہ اس خر بے لگام (یعنے شیوا جی) نے چر کر حرام کھانا سیکھا ہے - لیکن جن کی دھاک شیروں کے دل میں ہے وہ کب اس گدھے کو خیال میں لاتے ہیں - یہ خرِ نامشخص اپنے آقا کے نقصان کا خیال نہیں کرتا اور جب موقع پاتا ہے شاہی باغ کو خراب کر ڈالتا ہے - غرض گدھے سے بھی کمتر ہے ' کیونکہ جس گھر کی بدولت اس نے عروج پایا اُسی کے توڑنے کی فکر میں ہے - لیکن زیاں کار کو اس سے کچھہ فائدہ نہیں کیونکہ جب گھر ہی برباد ہوگیا تو یہ خود بھی نیست و نابود ہو جاے گا - یہ بد اندیش بدکیش نئی بادشاہت کے عمل کو دیکھہ کر خوش ہے (کہ اُسے ہاتھہ رنگنے کا خوب موقع ملے گا) ... ... اس فساد کی آگ ملک میں ایسی بھڑکی ہے کہ اس سے تمام شہر بیکل ہے - اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اس آگ کو سلگنے نہ دیں اور ابھی سے اس کی تدبیر کریں - تمہارا لشکر جو تیروں کا بادل ہے وہ فوراً اُس پر برف باری کر کے بجھا دے) —

بہلول خاں یہ تقریر سن کر جواب دیتا ہے

کہے جب سخن مملکت کے مدار
سنیا سوچ بولیا وو یوں کامگار

" سیوا گوچہ اس بوم کا بوم ہے
کیتی تس بزرگی سو معلوم ہے

جھکوں تو نہارے ھیں شہراں کو ڈر
توکاں ان کی نظراں میں اچھتا ہے خر

ولے وو جو ہے سو خر پر * تمیز
کہ جس وقت پاتا ہے فرصت عزیز

نرکھہ کچھہ دھنی کے زیاں پر نظر
کرے خوار سب باغ شاہی کو چر

غرض یو کہ اھل غرض نابکار
لگے خرتے کم دیکھنے میں بچار

کہ جس گھرتے جیکوں بڑیا ھو انگے
پچھیں توڑنے پھر وھی گھر ملگے

زیاں کار کوں کچھہ نہ اس سود ہے
پڑیا گھر تو آپیں بھی نابود ہے

بد اندیش بد کیش یعلے سپوا
ھوا شاد عمل دیکھہ شہی کا نوا

... ...
... ...

یتی ملک میں آگ سلگی ہے سانچ
کہ سب شہر بیکل ہے لگتے ھی آنچ

ھو فرض ایتا یوں کہ یہ آگ آج
سلگنے ندیلے کی کرنا علاج

کہ ہے دل تمارا چو تیراں کا میغ
بجاتا جھڑپ اُس برف برق تیغ

* غالباً کاتب غلطی سے "پے" کی جگہ "پر" لکھا گیا ہے -

سیوا نے جو پکڑیا ہنر ناپسند
سیکھانے اوسے ات ادک خوب پند

کن ایسا ہے کر مرد اپس من میں لیاے
تو کر یاد نواب کوں ویں بلاے

یعنے شیوا جی نے جو یہ ناشایستہ حرکت شروع کی تو خواص خاں سوچنے لگا کہ اس کی گوشمالی کے لیے ایک معقول شخص کی ضرورت ہے اس وقت اُسے نواب (عبد الکریم بہلول خاں) کا خیال آیا اور فوراً بلا بھیجا۔ یہاں شاعر بہلول خاں کی شجاعت اور علم و ہنر وغیرہ کی تعریف کرتا ہے —

اتنے میں جب بہلول خاں آتا ہوا نظر آیا تو

وہیں خان اپس مجلس خاص سوں
بہوت دے کے تعظیم اخلاص سوں

جو بیٹھے سو ہو دل کے خاطر فراغ
ہوے دیکھ یکس یک کوں خوش باغ باغ

معمولی مزاج پرسی وغیرہ کے بعد اصل معاملے پر گفتگو ہوتی ہے —

بیاں کر کے یک دلبری کے نکات
نیکالے وہیں راج کارن کی بات

کہے خان کافر خر بے لگام
سیکھیا ہے جنم چر کہ کھانے حرام

یہ رنگ دیکھہ کر خواص بے چین ہو جاتا ہے —

سبب دیکھہ خاں مملکت کے مدار
غضب میں ہوے پن کہے یوں بچار

کہ نہیں آج ممکن جو میں اُٹھہ کے دوڑ
جو بھی کر سکوں مار فوج اس کی چوڑ

چونکہ خود مقابلے کے لیے جانا ممکن نہ تھا اس لیے ایک دوسری تدبیر کی —

دوسرا باب بادشاہ کے دربار کے متعلق ہے جس میں بہلول خاں کو خلعت عطا فرما کر شہواجی کے مقابلے کے لیے بھیجا جاتا ہے —

اس باب کے تمہیدی اشعار یہ ہیں

دل افروز یک روز فیروز تھا
فرح بخش جوں عید نو روز تھا

ادک تازگی پا زمین و زمن
ہوا تھا رنگا رنگ گلشن نمن

ظفر بخش اُس دن کی پا خوب قدر
شہنشاہ فرما شہانی صدر

اس کے بعد بادشاہ ' محل اور تخت وغیرہ کی تعریف کرتا ہے - خواص خاں اپنے رفقا کے ساتھہ آتا ہے - لوگ اس کے سلام کے لیے حاضر ہیں - سب سے مقدم شہواجی کا معاملہ ہے جس کی خان کو بڑی فکر ہے —

بیٹھی ہوی تھی کیونکہ اُسے ایک بار چرکا دے چکے تھے) —

نہ آسی ککر آج گھر کس پہ چھوڑ
نہ لڑسیں اپنگ مجھہ سیتی فوج جوڑ

(یہ سمجھہ کر کہ وہ کار و بار سلطنت کو چھوڑ کر نہیں آے گا اور مجھہ سے لڑنے کے لیے فوج جمع نہیں کر سکے گا) —

بھروسے پہ کر یہ مقرر خیال
وطن تے نکل لیکے فوجاں دنبال

جو یک عمر لگ تھا سو قابو طلب
پڑیا دیکھہ قابو موافق سبب

قدم در قدم ملک میں فن سو پیٹھہ
پکڑ یک کو بل تھار آمد میں بیٹھہ

وہیں ملک سب مار کرلے تلف
بٹھایا ہزاراں سوں دل ہر طرف

یعنے اس یقین پر کہ خواص خاں امور سلطنت کو کسی دوسرے پر چھوڑ کر مقابلے کے لیے نہیں آسکتا وہ لشکر لے کر نکلا - وہ ایک مدت سے ایسے موقع کی تاک میں تھا اور اب اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر ملک میں گھسنا شروع کیا اور خود ایک دشوار گزار مقام پر آکر بیٹھہ گیا اور وہاں سے ملک کو تباہ و تاراج کرنا شروع کیا —

کریا چڑ جہازاں جو دریا پہ دور
کیا لوٹ بندر فرنگیاں کے چور
(جہازوں میں چڑھ کر سمندر پر حملہ کیا اور فرنگیوں کے بندر لوٹ کر تباہ کر دیے) -

سدا تس تے دریا و* طوفاں دسے
زمیں نحس تس پگ تے ویراں دسے
(اس کی وجہ سے ہمیشہ دریا میں طوفان رہتا ہے اور اس کے منحوس قدموں سے زمیں ویران نظر آتی ہے) -

ستے بات سارو جو اوس بھویں پہ پانوں
ملے نا یک یک ہفتہ بستی کا نانوں
(اگر مسافر اُس سر زمیں میں قدم رکھے تو اُسے ہفتے ہفتے بھر کسی بستی کا نشان نہ ملے گا) —

جو اوس سیں جتے فوجداراں لڑے
لوٹے کے وتے یا سنپڑ بند پڑے
(جتنے فوجدار اُس سے لڑے وہ یا تو لوٹے گئے یا اُس کے ہاتھوں قید ہوئے) —

پن اُس دل میں تھا خان کا سخت دھاک
کیسے تھے جو یک بار اُسے بھی ہلاک
(باجود اس کے دل میں بھی خواص خاں کی دھاک

---

* یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے "و" کی جگہ "میں" ہونا چاہیے -

اور مفسدوں نے فساد برپا کرنا شروع کیا

شریراں شرارت ہویدا کیے
اثر جیو میں مستی کا پیدا کیے

دبی تھی سو آتش اوتھی پھر سلگ
پڑیا دغدغے کی حرارت میں لگ

اور سب سے بڑھ کر مفسد اعظم (یعنے شیواجی) نے سر اتھایا -

خصوصاً سیوا کافر بے نظام
جو فرعون کا ہے سو سایہ تمام

جلگ جگ میں مہلت ہے ابلیس کوں
تلک چال ہے تس کی تلبیس کوں

اس کے بعد اُس کے لشکر کی کثرت اور اس کی دست درازیوں کا حال بیان کرتا ہے - چند شعر ملاحظہ ہوں -

نچھے پیس جا نلگ پون کوں مجال
اچھے واں تلگ تس کے گھوڑیاں کی چال

جو جا نلگ ہے چلنے کو چیٹی کی جھیل
جنم تس پہ اوس کے حشم کا ہے کھیل

بچے آسماں کے جو گڑ تھے بلند
لیا چڑ سٹیا واں سوفن کا کمند

(وہ قلعے جو بلندی میں آسمان کے بچے سمجھے جاتے تھے ' اُن پر مکر و حیلہ سے چڑھ کر قبضہ کر لیا -

ماحول سے متاثر ہے اور دل املگ سے خالی ہے -

ارکان سلطنت کی ہوس کا نقشہ یوں کھینچا ہے -

ہوس تن جو ہر تن کوں کھر کھر جدا

کہ ہونا شہی کے اپس کد خدا

یعنی ہر ایک کو یہ ہوس تھی کہ بادشاہی ہمارے ہاتھہ آجاے -

سلگ نہیں سکی کس نے فتوے کی اگ

تھنڈا ہو کہ بیٹھا سب یک پل میں جگ

کسی کے فتنے کی آگ نہ سلگ سکی اور ان سب کے جوش تھنڈے پڑ گئے —

آخر زمام حکومت خواص خاں کے ہاتھہ آئی

لیے ہاتھہ سو کام خان خواص

کیے شکر اکثر سو تو لوک خاص

اس شعر میں " اکثر " کا لفظ پر معنی ہے -

یہی بول ہر مکھہ تے آتا ہوا

کہ بدنیتاں کا نہ بھاتا ہوا

(ہر ایک کی زبان پر یہی بات تھی کہ اچھا ہوا بدنیت لوگوں کا چاہا نہ ہوا) -

کویں لگ خردمند بیعت درست

ہوے لوگ بدعہد پیماں کے سست

(یعنی عقلمندوں کے بیعت کرتے کرتے بدعہد لوگ اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے) —

شعر میں کھول کر بیان کر دیا ہے —

بڑے بادشہ گر نہ ہوتے سلف
نہ پاتے شہی شاهزادے خلف

اس کے بعد کے تین شعر یہ ہیں —

بھلا رہے جس زمیں پر جو خوں
بھے کیوں نا ہووے سبب کچھہ زبوں

نپاتا زبوں وقت گر کس تے کس
رهتا کیوں قیامت لگ اُس نر کا جس

جگم ہے اُسی مرد کا زندہ نام
پڑی جس تے ہے نیک نامی تمام

(یعنی جس سر زمین پر خونریزی ہونے والی ہے اُس کا کوئی نہ کوئی زبوں سبب ہوتا ہے - اگر زبوں وقت کو کسی سے اعانت نہ ملتی تو قیامت تک اُس بہادر کی شہرت کیوں قائم رهتی - همیشہ اُسی مرد کا نام زندہ رہے گا جس نے بڑی نیک نامی حاصل کی ہے) -

اس کے بعد ایک شعر میں کتاب کا نام اور دوسرے میں سنہ تالیف بتایا ہے - اور اس کے بعد صرف ایک شعر میں نئے بادشاہ کی تخت نشینی کا ذکر ہے -

جو ملک دکن میں ہوا شاہ نو
لباس آپ دنیا کری تازہ نو

ان اشعار میں نہ جوش ہے نہ مسرت جو اس موقع کا تقاضا تھا' جس سے صاف ظاہر ہے کہ شاعر اپنے

پرداخته است که بجلگ امران مشهور گشته است داد تهور و شجاعت عبدالکریم خاں و سخنوری فصاحت و بلاغت خویش آنچناں دادہ است کہ سخندانان انصاف کیش و ہنر شناسان معانی اندیش گوہر ہائے تحسین و لآلی آفرین برآں نثار می کنند" —

اب ہم اصل مثنوی کی طرف رجوع کرتے ہیں —

ابتدا حمد سے کی ہے اور اس کے دو ہی شعر لکھے ہیں لیکن جیسا کہ نصرتی کا دستور ہے کہ وہ حمد بھی مضمون مثنوی کی مناسبت سے لکھتا ہے' یہاں بھی ان دو ہی شعروں میں اُس نے اُس زمانے کی خفیف سی جھلک دکھا دی ہے —

سرانا جتا سو خدا کوں سرے
کہ وہ عین حکمت ہے جوں اُن کرے
جو اچھتا سرج دن کوں نت بر قرار
تو کیوں نس کوں آتا چندر پر مدار

(یعنے خدا کی جتنی حمد و ثنا کی جاے اس کو سزاوار ہے' وہ جو کچھہ کرتا ہے عین حکمت ہے - اگر سورج ہمیشہ آسمان پر قائم رہتا تو چاند شب کو کیسے آتا) -

پہلا شعر اگر چہ خالص حمد کا ہے لیکن جس نہج سے یہ حمد کی گئی ہے اس سے صاف افسردگی اور پژمردگی ٹپکتی ہے - دوسرے شعر میں ایک بادشاہ کے جانے اور دوسرے کے آنے کی طرف اشارہ ہے جسے اُس نے تیسرے

کھلیا ریو تاریخ اسکندری
لگے جس کی گفتاریوں سرسری

سنہ تالیف ۱۰۸۳ ھ ہے جو نصرتی کے اس مصرع سے ظاہر ہے —

سہس ہور اسی پر جو تھے تین سال

نصرتی کی یہ مثنوی گلشن عشق اور علی نامہ کے مقابلے میں بہت ہی مختصر ہے - یعنے اس میں صرف ۵۵۴ شعر ہیں - کلام میں وہ زور اور شگفتگی بھی نہیں جو اُس کی دوسری مثنویوں میں پائی جاتی ہے - یہ نصرتی کا آخری کلام ہے اور اُس کے اور بیجاپور کے انحطاط کا زمانہ ہے - نہ اگلی سی شان و شوکت تھی نہ پہلے بادشاہوں کا سا جاہ و جلال تھا اور نہ اُن کے سے پر عظمت کار نامے تھے' اس ایسے شاعر کی طبیعت کو ابھارنے والی کوئی بات نہ تھی - بہلول خاں کی فتح' نصرتی نے جس کے گن گاے ہیں' براے نام فتح تھی - اس کے بعد ہی نفاق و مخالفت کی گرم بازاری شروع ہوگئی اور سلطنت بیجاپور کے اقبال کا ستارہ گھٹنا نے لگا -

اس کتاب کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہیں کیا' البتہ میرزا ابراہیم زبیری صاحب بساتین السلاطین نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے - " ملک الشعرا میاں نصرتی در تاریخ اسکندری کہ بزبان ہندی منظومہ

کے لیے ہر طرف لشکر روانہ کیے —

خواص خاں نے جب یہ دیکھا تو عبدالکریم بہلول خاں کو اس کے مقابلے پر بھیجا - جب وہ امرانی کے قریب پہنچا تو شیواجی کے لشکر نے اس پر حملہ کیا اور قتل و خونریزی کا ہنگامہ بپا کر دیا - بہلول خاں بڑی ثابت قدمی اور پامردی سے مقابلہ کرتا رہا اور باوجودیکہ اس کی فوج کم تھی اور غنیم کا لشکر بہت زیادہ تھا، صبح سے شام تک بڑی بہادری سے مصروف پیکار رہا - دونوں طرف بہت سے مقتول و مجروح ہوے - آخر شیواجی کا لشکر منتشر ہو گیا - بہلول خاں نے اسے غنیمت سمجھ کر تیکوتہ کی طرف کوچ کیا - جب بیجاپور سے تازہ مدد پہنچی تو وہاں سے کوچ کر کے دشمن پر حملہ کیا اور شیواجی کے لشکر کو شکست دی - شیواجی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس کے غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور اپنے سرداروں کو سخت ملامت اور سرزنش کی - اسی جنگ کا حال نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں لکھا ہے —

جہاں تک تحقیق کیا گیا ہے دنیا میں اس مثنوی کا صرف ایکِ ہی نسخہ ہے جو میرے کتب خانے میں ہے - نام اس کا تاریخ اسکندری ہے جو خود نصرتی نے اپنے ایک شعر میں بتا دیا ہے —

بعد ۱۳ شعبان ۱۰۸۳ھ کو بادشاہ نے انتقال کیا۔
خواص خاں نے شاہزادہ سکندر کو تخت پر بٹھایا اور
زمام حکومت اپنے ہاتھہ میں لے لی۔ دوسرے روز
عبدالصمد نے پیغام بھیجا کہ باہم جو قول و قرار
ہوا تھا اب اس پر عمل ہونا چاہیے۔ خواص خاں نے
کہلا بھیجا کہ بادشاہ بچہ ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے
کہ شاہی قلعے تم لوگوں کے حوالہ کردوں۔ عبدالصمد
اس بد عہدی کو دیکھہ کر بہت دل شکستہ ہوا اور
آخر بالکل قطع تعلق کر لیا۔ یہ سلطنت بیجاپور کی
بد نصیبی تھی —

" غرض بادشاہ کی خورد سالی اور کم حوصلہ
لوگوں کی صاحب اختیاری نے ارکان سلطنت میں تزلزل
پیدا کر دیا اور شیرازۂ انتظام درہم برہم ہوگیا۔
اطراف و جوانب کے قابو جو جو تاک میں بیٹھے تھے،
اُٹھہ کھڑے ہوئے اور ہر طرف شور و فتنہ بپا ہو گیا۔
سب سے اول بغلی دشمن شیواجی بھونسلہ نے جو علی عادل شاہ
ثانی کے آخر زمانے میں بعض شاہی قلعوں اور علاقوں
اور بعض مغلیہ اضلاع پر قابض ہو گیا تھا، سر اٹھایا "۔
اب جو اسے معلوم ہوا کہ اُن ارکان سلطنت میں سے
جن پر قیام مملکت کا دار و مدار تھا، کوئی نہیں رہا تو
اس نے دست درازی شروع کی۔ پہلے قلعہ پنالہ پر
تصرف کیا اور بعد ازاں عادل شاہی مملکت کی تسخیر

کہ شاہزادے کو تمہارے سپرد کرکے اپنے جھگڑے جی استقلال سلطنت کو دیکھہ لیں' تم کسی وسوسے کو دل میں نہ لاؤ ورنہ سارا کام درہم برہم ہو جائے گا- عبدالمحمد راضی نہ ہوا اور خود ہی یہ تجویز کی کہ خواص خاں شاہزادے کو تخت پر بٹھا کو دارالخلافہ اور اس کے آس پاس کے علاقے کا انتظام کرے- مجھے شمال مشرقی علاقہ (قلعہ شاہ درگ و گلبرگہ وغیرہ) سپرد کر دیا جاے تاکہ مغلوں کی روک تھام کرتا رہوں- عبدالکریم بہلول خاں کو مغرب (یعنی مرج اور قلعہ پنالہ وغیرہ) کی طرف بھیج دیا جاے تاکہ وہ شیواجی کے مقابلے کے لیے تیار رہے- مظفر خاں کو سمت جنوب (بدنور وغیرہ) کا صوبہ دار بنا دیا جاے تاکہ جنوب کے ہندو راجاؤں پر نظر رکھے اور ہم سب خواص خاں کے احکام کی تعمیل کریں- عبدالمحمد کی یہ قرار داد بیجاپور کی تباہی کا پیش خیمہ تھی-

خواص خاں نے اسے لطیفۂ غیبی سمجھہ کر فوراً قبول کر لیا- دونوں جانب سے قسما قسمی اور قول و قرار ہوئے کہ بادشاہ کی وفات کے دوسرے ہی روز اس پر عملدرآمد ہوگا- بادشاہ کا مرض بڑھتا گیا اور اسی کے ساتھہ اندر سازشوں کا جال پھیلتا گیا- صرف عبدالمحمد ایک شخص تھا جو اپنے قول پر ثابت قدم رہا- آخر کئی مہینے مرض الموت کی صعوبت جھیلنے کے

سے مایوس ہو گیا تو ایک روز عبدالمحمد کو بلا کر کہا کہ مجھے اب زندگی کی امید باقی نہیں رہی، سلطنت کی حالت اندیشہ ناک ہے، ایک طرف مغل سر پر کھڑے ہیں، دوسری طرف سیوا گھات میں لگا ہوا ہے؛ نہ معلوم میری آنکھ بند ہوتے ہی کیا صورت پیش آئے اس لیے میری مصلحت یہ ہے کہ تم شہزادے کو تخت پر بٹھا کر کاروبار سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لے لو - اس کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ ہوگی، بادشاہت محفوظ ہو جائے گی اور میں اطمینان سے اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا —

عبدالمحمد بارہ سال سے حکومت کا سارا کاروبار چلا رہا تھا، اس کی کاردانی اور وفاداری مانی ہوئی تھی - علی عادل شاہ ثانی کے عہد میں سلطنت کے استحکام اور حفاظت میں عبدالمحمد کے تجربہ، شجاعت اور لیاقت کو بہت بڑا دخل تھا - یہی وجہ تھی کہ بادشاہ کو جو اعتماد اس پر تھا وہ کسی پر نہ تھا - لیکن عبدالمحمد کی نظر دور اندیش نے دیکھ لیا تھا کہ اب دربار کا رنگ کچھ اور ہے اور بادشاہ کے مرنے کے بعد یہ رنگ اور شوخ ہو جائے گا - اس لیے اُس نے اس بار امانت کے قبول کرنے سے عذر کیا - ہر چند دیانت راو اور سلطنت کے دوسرے بہی خواہوں نے سمجھایا کہ بادشاہ کا یہ عین منشا ہے

شعر - کھولیا ہوں سلامت سوں یک یک بچن
مضامین کی مد مہں او تھا رتن
(مطلب) ایک ایک بات میں نے بڑی سلامتی سے کی ھے
اور مضامین کی مد میں جواھرات تھونڈ کے نکالے ھیں '

شعر - نکالیا ھوں کے نگ طبیعت کے اوت
دیا خوب سورج کے مہرے کی جوت
(مطلب) طبیعت کے جواھر کھود کھود کے نکالے ھیں اور
انہیں سورج کے مہرے کی جوت دی ھے -

(۳)
تاریخ اسکندری

علی عادل شاہ ثانی کا انتقال سنہ ۱۰۸۳ ھ (۱۶۷۲ ع) میں ھوا - اور اس کے ساتھہ ھی بیجاپور کی شان و شوکت بھی رخصت ھوگئی - اس کا بیٹا سکندر اس وقت چار سال کا تھا - تخت نشینی کی رسم ادا ھوئی لیکن حکومت ناتجربہ کار اور خود غرض وزرا کے ھاتھہ میں رھی - آخر آپس کی ناچاقیوں اور خود غرضیوں نے سلطنت کا خاتمہ کردیا —

علی عادل شاہ اپنی عیاشی اور بے اعتدالیوں کی بدولت ایسا بیمار پڑا کہ صحت نے جواب دیدیا اور حکیموں کی حکمت کارگر نہ ھوئی - جب وہ اپنی زندگی

شعر - فصاحت ھے گر شعر کے بن کا روپ
ولے شعر کا جیو ھے مضمون انوپ

(مطلب) اگر چہ فصاحت شعر کے چمن کا روپ ھے
لیکن مضمون کی ندرت اس کی جان ھے

شعر - معزز ھے تن جیو دھرتا ھے جو
نہ بھجاں کی صورت کوں پینا ھے دھو

(مطلب) جسم وھی معزز ھے جس میں جان بھی ھے ورنہ
بیجان صورت کوئی دھوکے پیے ؟

شعر - اچھے کات کا گرچہ پتلا سدنگ
نہ کام آدمی کے سکے کر اپنگ

(مطلب) کات کا پتلا کیسا ھی خوبصورت ھو وہ
آدمی کے سے نادر کام نہیں کر سکتا -

شعر - کہ میں فتح نامہ لکھیا ھوں سو آج
نہ اکثر کیا بات مضمون باج

(مطلب) میں نے جو یہ فتح نامہ لکھا ھے ' اس میں
میں نے اکثر بغیر مضمون کے بات نہیں کی

شعر - نظر میں مری جاں دسیا کچھہ بھی کام
سخن کی کیا دیکھہ جھڑتی تمام

(مطلب) جہاں کہیں میں نے کوئی کام کی بات دیکھی
تو سخن کا پورا جائزہ لے کر اُسے ادا کیا -

شعر - اگر او ہے کامل سمج کا دھنی
تو اس یک سوں ہوے دو ہنر کا دھنی
(مطلب) اور اگر وہ فہم و ذوق میں کامل ہے تو
اسے پڑھ کر دونوں کی خوبیوں کا مزہ پاے گا -

شعر - کہ دونوں کی خوبی مجھہ انکھیاں میں آن
خلاصہ نکالیا ہوں خوش مایہ چھان
(مطلب) دونوں کی خوبیاں میری نظر میں ہیں اور
میں نے دونوں کی خوبیوں کا عطر نکال لیا ہے -

شعر - رتن دیکھہ لیتے ہیں صاحب نظر
کہ اندھے کنے کیا رتن کیا پتھر
(مطلب) صاحب نظر جواہر کو پرکھہ لیتے ہیں
اندھے کے آگے پتھر اور جواہرات دونوں برابر ہیں -

فصاحت کے ساتھہ مضمون یا خیال کے ہونے کو لازم قرار دیتا ہے کہ اس میں کلام کا حسن ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے اِس مثنوی میں دونوں کا خیال رکھا ہے -

شعر - بزرگی ہے ہندی میں اکثر سکائی
وگر نیں تو مضمون کی کا بڑائی
(مطلب) ہندی میں اکثر بزرگی سکھائی ہے اگر یہ نہیں تو مضمون کی بڑائی
کہاں رہی' یعنے مضمون کی بلندی سے کلام ہندی کی بزرگی ہے -

شعر - کہ یو شعر میں آج اس دھات سات
کہیا سو بڑے دبدبے کے سنگات

(مطلب) کہ میں نے آج اس طرز کے شعر بڑی شان کے ساتھ کہے ہیں

شعر - کسی کا بی نا ہات انپڑ نا ککر
رکھیا ہوں بی طاق گردوں اُپر

(مطلب) میں نے انہیں طاق گردوں پر لیجا کر رکھا ہے جہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی -

---

دیکھیے ذیل کے اشعار میں وہ ہندی اور فارسی رزمیہ کا ذکر کس عنوان سے کرتا ہے —

شعر - کہیا میں تو قطع نظر لات سوں
ولے داد ہے اہل انصاف سوں

(مطلب) میں نے تو خیر لات سے قطع نظر کی ہے لیکن اب انصاف اہل انصاف کے ہاتھ میں ہے

شعر - کہ کیوں میں پکڑ آج بھانت ایک نوی
زبوں بات کوں کر دکھایا قوی

(مطلب) کہ کیوں میں نے آج ایک نئی طرز اختیار کی اور ادنیٰ بات کو اعلیٰ کر دکھایا -

---

شعر - اگر کوئی معنی کوں کر وارسی
پڑے رزمیہ ہندی و فارسی

(مطلب) اگر کوئی مغز معنی کو پہنچے اور ہندی اور فارسی رزمیہ مثنویوں کو پڑھے

شعر - یک یک قصہ بولیا ہوں جس ٹھار!
دکھایا ہوں مجلس وو نظراں میں لا
(مطلب) جس جس مقام پر جو جو قصہ میں نے
کہا ہے اس کی تصویر نظروں کے سامنے کھینچ دی ہے -

شعر - سنواریا ہوں کر فہم کی حاتمی
ہر یک رزمیہ بزمیہ رستمی
(مطلب) میں نے فہم و فراست سے ہر رزم و بزم
کو بڑی شان سے سنوارا ہے -

شعر - سنے پر یو خوش طرز مردانہ قال
اُبل شوق ہوے شیر مرداں کو حال
(مطلب) اس خوش طرز مردانہ قال کے سننے پر
فرط شوق سے شیر مردوں پر حالت طاری ہوگئی -

شعر - سخن میں نہ ہوے یو کرامت جلک
کوانا نہ ہرگز سخنور تلک
(مطلب) کلام میں جب تک یہ کرامت نہو اس وقت تک
اپنے کو سخنور کہلانا سزاوار نہیں -

شعر - میری بات میں لاف نیں ہے خلاف
کہ نادان کا ہے ہنر عین لاف
(مطلب) میری بات میں ہرگز لاف نہیں ہے' لاف
مارنا نادان کا ہنر ہے -

یعنی ۱۰۷۶ ھجری —

اگرچہ نصرتی نے کئی بار کتاب کے دوران میں اس مثنوی کو " فتح نامہ " سے موسوم کیا ہے لیکن در حقیقت اس کا نام " علی نامہ " ہی ہے - سب سے ابتدائی دو شعروں میں جو کتاب کا عنوان ہیں نیز آخری باب کے عنوان میں وہ اسے " علی نامہ " کہتا ہے —

اس میں شبہ نہیں کہ نصرتی کی یہ مثنوی نہ صرف قدیم دکھنی اردو میں بلکہ تمام اردو ادب میں اپنی نظیر نہیں رکھتی - اس پر جو اس نے بار بار فخر کیا ہے کچھ بیجا نہیں - خاتمے پر میں اس کے چند فخریہ اشعار سنا دینا چاہتا ہوں —

شعر - کیا میں بچن بیل کو یوں بڑی
بڈی سو فلک کا چ منڈوا چڑی

(مطلب) میں نے سخن کی بیل کو یہاں تک بڑھایا
کہ وہ فلک کے منڈوے پر جا چڑھی -

شعر - چندر ہور ستارے رہے دیکھ بھول
مضامین معنیاں کے مجھہ پھل و پھول

(مطلب) چاند اور ستارے میرے مضامین معانی
کے پھل اور پھول دیکھ کر دنگ رہ گئے -

اسی ضمن میں نصرتی نے ایک بات خوب نکالی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ محمود غزنوی نے بہت بڑی مثنوی لکھوائی لیکن خود محمود میں وہ کمالات اور جوہر نہ تھے جو دنیا کے نامور لوگوں میں ہوتے ہیں اس لیے دوسروں کی مدح لکھوانی پڑی ۔ لیکن میرا بادشاہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے کار نمایاں لکھوانے کے لیے فرمایا اور اب مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنا ہنر ایسا دکھاؤں کہ ہر بیت پر لاکھوں خزانے ملیں۔ تب عجب نہیں کہ یہ دیکھ کر فردوسی کی روح شاد ہو اور اپنا غم بھول جائے —

عجب کیا کہ فردوسیء پاک زاد
اپس غم بسر اب کرے روح شاد

پھر بڑے فخر کے ساتھ اس مثنوی کو (جسے وہ شاہنامہ کے نام سے موسوم کرتا ہے) دکن کی جان کہتا ہے :

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان
کہ یو شاہنامہ دکن کا ہے جان

جن صاحبوں نے اپنی تحقیق میں اسے " شاہنامۂ دکن " لکھا ہے وہ نصرتی کے اس شعر کو نہیں سمجھے۔

آخر میں خود ہی کتاب کا سنہ تصنیف بتا دیا ہے :

لکھیا شہ کا میں جس جو یو کر اومس
ہزار یک ہو ستر پہ تھے چھے برس

شعر - طبیعت کا ہر تہار دکھلا کے کس
ستیا لیکے گانڈے کا رس سب بکس

(مطلب) ہر مقام پر میں نے طبیعت کا زور دکھایا ہے اور گنے کا رس لے کر باقی پھوک پھینک دیا ہے

شعر - نظر رکھہ کے ہر بات کے نغز میں
لیا بھید معنیاں کے جا مغز میں

(مطلب) میں نے ہر بات کی لطافت پر نظر رکھی ہے اور معنی کے مغز میں پہنچ کر اس کے اسرار کو حاصل کیا ہے

شعر - گلاں سیتی گفتار کی بے حساب
خلاصہ لیا کاڑ یعنے گلاب

(مطلب) میں نے پھولوں کا بہت کچھہ ذکر کیا ہے اور ان کا نچوڑ یعنے گلاب نکال لیا ہے -

---

شعر - خیالاں میں ات موشگافی کیا
جو باریک تھا اُس میں صافی کیا

(مطلب) خیالات میں میں نے بڑی موشگافی کی ہے اور جو بہت دقیق تھے انہیں صاف کر دیا ہے -

---

شعر - مضامین سوں جا بجا بات بول
دیکھایا سکت فیض کا حق کی کھول

(مطلب) میں نے جا بجا مضامین پیدا کیے ہیں اور فیض حق کی قدرت کو کھول کر دکھایا ہے -

---

شعر - پکڑ اصل تاریخ لکھتاں کی چال
لکھیا قصہ در قصہ میں حسب حال

(مطلب) میں نے مورخین کے اصول کی پیروی میں
واقعات کو حالات کے مطابق لکھا ھے -

شعر - لڑائی کی ھر بیت ہو بے گمان
سپاھی کو تعلیم خانہ ھے جان

(مطلب) اس میں لڑائی کی ھر بیت بلا شبہ
سپاھی کے لیے گھر بیٹھے تعلیم کا کام دیتی ھے -

شعر - ملوکاں کی مجلس کا یو ساز ھے
وزیراں کوں سوندل کا انداز ھے

(مطلب) یہ بادشاھوں کی مجلس کی زینت ھے
اور وزیروں کے لیے جنگ کا انداز ھے -

شعر - نہیں کس لطافت میں یو بات کم
الہی اچھو پن یہ مقبول جم

(مطلب) یہ کسی خوبی میں کم نہیں ، خدا
کرے یہ ھمیشہ مقبول ھو -

شعر - کہیں سب بی معشوق کا حسن و ساز
دکھایا ھوں میں دھن کا صورت میں ناز

(مطلب) کہیں میں نے معشوق کے حسن و آرائش کو
دکھایا ھے اور اس کی صورت میں ناز کا نقشہ کھینچا ھے -

شعر - عجب فن کی بولیا هوں یه مثنوی
که کئی بھانت هے اس هنر میں نوی

(مطلب) یه مثنوی میں نے عجیب و غریب لکھی هے اور
اس صنف میں یه کئی لحاظ سے نئی هے ۔

شعر - سنواریا هوں کئی بزم کی انجمن
کھلایا هوں خوش رزم کے پھولبن

(مطلب) اس میں میں نے کئی طرح کی بزمیں آراستہ کی هیں
اور رزم کے کئی چمن کھلائے هیں

شعر - بھریا هوں هنر سوں سراسر کتاب
رکھیا هوں نزاکت سوں سب بھر کتاب

(مطلب) یه کتاب سراسر کمالات سے بھری هوئی هے
اور نزاکت سے بھرپور هے

شعر - قصائد لڑایاں کے کئی معتبر
یکھک وقت بولیا جو تھا سر بسر

(مطلب) جنگ کے کئی بڑے بڑے قصیدے لکھے هیں اور ان میں
وهی لکھا جو حقیقت میں واقع هوا تھا -

شعر - نوی طرز کوں میں جو تزئیں دیا
کیتک بر محل ووچ تضمیں کیا

(مطلب) میں نے جدید طرز کو زینت دی هے
اور اسے بر محل استعمال کیا هے -

اس مہم میں نے کسی کی رو رعایت نہیں کی بلکہ ہمیشہ حق کو پیش نظر رکھا اور کسی کے کام کو ضائع نہیں کیا، خصوصاً شرزا خاں شہید کے نمایاں کام، جس نے بہت بڑی جاں نثاری کی۔ اس بیان کو نصرتی کے اشعار میں ملاحظہ کیجیے:

بڑے کام اکثر رکھیا نہیں نہاں
ضروری جو تھے سو کیا کر بیاں

نظر میں خدا کاچ نت حق رکھیا
رعایت تے دور اپسے مطلق رکھیا

جکچھ تھا سو اکثر کہیا بے ریا
نہ ضائع کیا کام کس کا کیا

میرے شعر کے گھول امرت میں بات
دلیراں کے ناتواں کو بخشیا حیات

خصوصاً لکھیا جو یہ نامہ سعید
کہ تو خان شرزا ہوا تھا شہید

فدا تھا وو گر شہ کے نت کام میں
نبھا کر گیا کر نکو نام میں

رہنے تا ابد پاک تس روح شاد
رکھیا تس کی کرتی کوں عالم میں یاد

اس کے بعد اِس مثنوی اور اپنے کلام کی تعریف میں چلند شعر لکھتا ہے:

صفت کر گیا کو سخن آفریں
اچھوں لگ ہے رستم پہ نت آفریں

(یو تو بزرگی جسم و جان سے ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر بزرگی نام کی ہے - فریدوں اور کیقباد کے کارنمایاں سخنور کی بدولت زمانے میں یادگار رہ گئے - یہ سخنور کی ہی تعریف کا طفیل ہے کہ اب تک رستم پر ہمیشہ آفریں کی جاتی ہے) -

اس کے بعد کہتا ہے کہ اس جنگ نامے میں میں نے ہر ایک کے کام کی داد دی اور ان کی محنت و مشقت کو سراہا ہے اور جن جن کا نام میں نے لکھہ دیا ہے وہ دنیا میں ابد تک مقبول و معزز رہیں گے -

لیا نانوں جس بختور کا نواز
رہیا تا ابد جگ میں وو سرفراز

معزز جو تھے لوگ شہ کے پسند
کرم ہور عنایت سوں اقبال مند

اوسی نامداراں میں میں تھانوں تھانوں
لیا ہوں کیتک نیک بختاں کے ناؤں

بھوت تھار تجویز سوں کر تمیز
مشقت کیا کام گاراں کی چیز

پھر چند شعر اس تاریخ کی تحریر کے متعلق لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اکثر بڑے کام نہیں چھپائے اور جو جو ضروری باتیں تھیں وہ سب بیان کر دیں -

کی لکیر بنا دیتا ہے) —

دوش ہے کہ گرچہ طبائع کا رکھہ
کریں بارور دیکھہ شاہانچ سکھہ

ولے تا ابد اس کے پھل کا سواد
دیوے ان کے جلنے کی خوبی کی داد

(اگرچہ یہ عام قاعدہ ہے کہ طبیعت کا شجر بادشاہوں سے آسائش پا کر بارآور ہوتا ہے لیکن اس کے پھل کا مزہ ابد تک رہتا ہے اور ہمیشہ ان کی زندگی کے کاموں کی داد ملتی رہتی ہے) —

اُسی بختور کے ہیں طالع دوگن
کہ صاحب سخن کوں ملگیا سب تے چن

سخن ور نہ ملتا ہے بختوں کے باج
ملیا جس سو پایا ابد لگ رواج

(اُسی صاحب نصیب (بادشاہ) کے طالع بڑے ہیں جس نے سب لوگوں میں سے صاحب سخن کو انتخاب کیا یعنے جس نے شاعر کو اپنا منظور نظر بنایا - ورنہ سخن نصیبوں سے ملتا ہے اور جسے ملا اُس کا نام ابد تک قائم رہا) —

بزرگی تو ہے جان ہور جسم کی
بڑائی ہن استے ادک اسم کی

سخن ور تے رہ گئے زمانے میں یاد
فریدوں کیا نہیں تو کیا کیقباد

چلے کھاکے اوس دن تو ایسی شکست
لگے ملک دھلی تلک یک وو رست

نہ آب اون کوں میدان میں پولے دیے
سراب اون پہ جمنا کا پانی کیے

مغلوں سے یہ لڑائی علی عادل شاہ ثانی کے عہد کی آخری جنگ تھی - اس کے بعد ھی علی عادل شاہ کا انتقال ھوگیا - یہ لڑائی سنہ ۱۰۷۶ میں ھوئی اور علی عادل شاہ کی وفات سنہ ۱۰۷۸ میں -

آخری باب میں جو کتاب کا خاتمہ ہے بادشاہ کی مدح اور علی نامہ کا ذکر خیر ھے - باب کے عنوان کا شعر یہ ھے :

صفت شعر علی نامہ و خوش ختم کتاب
مدح عادل کا کہ ھے جس پہ عطا جس یو نول

اس کے بعد بادشاہ کی مدح میں دو شعر لکھنے کے بعد لکھتا ھے کہ :

فلک پر نوا کام جیوں خواب ھے
نر ھے یاد جو نقش بر آب ھے

ھنر مند ھوتا ھے تا بے نظیر
کرے نقش کوں اُس پتھر پر کی کیر

(کیسا ھی نیا کام ھو وہ مثل خواب کے ھے - جو بات یاد نر ھے (محفوظ نر ھے) وہ نقش بر آب ھے - مگر جب کوئی باکمال ھنر مند آتا ھے تو اُسے پتھر

علی عادل شاہ کو جب اس حادثے کی خبر پہنچی تو بہت افسوس ہوا اور اُسی وقت خان مرحوم کے دونوں بیٹوں (سید مخدوم و سید حبیب) کو خطاب شرزہ خانی اور منصب و دولت سے سر افراز کیا۔

اس کے بعد آخری جنگ کا بیان ہے جس میں بہلول خاں اور شرزہ خاں کے دونوں بیٹوں نے بڑی بہادری دکھائی - اس جنگ کی کیفیت بھی ویسی ہی ہے جیسے اس سے پہلے کی لڑائیوں میں بیان ہو چکی ہے - فوج کے کوچ کے متعلق لکھتا ہے :

چڑیا ہم سوں جھگڑے کے لینے میں باؤ
ترنگاں میں تیزی سواراں میں تاؤ

گرجتیں و بجتیں نقارے و بھیر
گرجنے لگے مست ہو نرہ شیر

فلک پر صدا تے ہوا گاج باج
زمیں پائی خوش نقش نعلاں کی تاج

رنگا رنگ ڈھالاں دیکھت اہل ہوش
کہے آج ہوئی ہے ہوا دلق پوش

پھر لڑائی کا ذکر اسی زور شور سے ہے اور غنیم کی شکست پر خاتمہ ہے - نصرتی اور عادل شاہی مورخوں کا بیان ہے کہ اس ہزیمت کے بعد جے سنگھہ نے مقابلے کی ہمت نہ کی اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

شعر - کھڑگ میان کے بیٹھہ کونے منیں
گنوانے لگیا آب رونے منیں
(مطلب) تلوار میان کے کونے میں بیٹھہ
رو رو کر اپنی آب گنوانے لگی

شعر - زرہ کے پڑے دل پہ کئی دکھہ کے چھید
کیا رو کہ جوشن نے دیدے سفید
(مطلب) زرہ کے دل میں دکھہ سے چھید پڑ گئے اور جوشن
کی آنکھیں روتے روتے سفید ہو گئیں -

شعر - ترنگاں کو پیدا ہوا عذر لنگ
پکڑنے منگے نعل سینیاں میں زنگ
(مطلب) گھوڑوں کو عذر لنگ پیدا ہوا
اور نعلوں کے سینوں پر زنگ لگ گیا -

شعر - رہیا موں میں عالم کے ہو تلخ آب
لگے زہر چاکھے تو کوئی شہد ناب
(مطلب) اهل دنیا کے منہ میں پانی کڑوا معلوم ہونے لگا
اور خالص شہد زہر لگنے لگا -

اسی رنگ میں اور چند شعر خان مرحوم کے ماتم میں لکھے ہیں - لیکن ان سب میں تصنع اور آورد پائی جاتی ہے - خصوصاً " ترنگاں کو پیدا ہوا عذر لنگ " بہت ہی بے محل اور مبتذل ہے —

اور وہ اس کے منتظر تھے کہ دکھنی آگے آکر حملہ کریں - غرض اس انتظار میں شام ہو گئی تو شرزہ خاں اور خواص خاں ناچار اپنے ڈیروں کو واپس چلے - دونوں ساتھہ ساتھہ جا رہے تھے - جہاں جہاں میدان ہموار آتا یہ دونوں برابر برابر رہتے اور جہاں نشیب و فراز اور درخت آجاتے وہاں ایک دوسرے سے اوجھل ہو جاتے - ایک ایسے ہی موقع پر جب خواص خاں اپنے لشکر کے ساتھہ ایک طرف چلا گیا اور شرزہ خاں دوسری سمت تو اتفاق سے لشکر غنیم کی ایک جماعت ادھر سے گزر رہی تھی - شرزہ خاں کے بیٹے سید حبیب کی نظر اُن پر پڑی - اگرچہ خورد سال تھا لیکن بہادری اور شجاعت میں کسی سے کم نہ تھا، بے کہے سنے جھٹ اُن پر جا پڑا اور شمشیر زنی کے جوہر دکھانے لگا - شرزہ خاں نے جو نعرۂ جنگ کی آواز سنی تو گھوڑا جھپٹا کر پہنچا - دونوں نے لڑ بھڑ کر اس جماعت کو بھگا دیا - دونوں خوشی خوشی پھر اپنے ڈیروں کی طرف روانہ ہوئے - تھوڑی دور چلے تھے کہ یک بیک شرزہ خاں اپنے گھوڑے سے گر کر زمین پر آ پڑا - دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی —

شعر - شجاعت کے تب گھر میں ماتم ہوا
جنم میں بڑا جس پہ یہ غم ہوا

(مطلب) اس سے شجاعت کے گھر میں ماتم بپا ہوا - اس پر کبھی ایسی آفت نہیں آئی تھی -

کی فوج نے زور سے حملہ کیا اور میدان جنگ میں قیامت برپا کردی تو دکھنیوں کے اوسان خطا ہوگئے۔

بہت آپڑی اهل اسلام پر
کھڑی فکر ادک خاص ہور عام پر

کتھن حال پا خان شرزا نوی
کر اپنی کھڑگ کو عصا موسوی

جے سنگھہ کی فوج میں جادوراؤ اور کیسری سنگھہ کا اور عادل شاهی فوج میں شرزہ خاں، خواص خاں، بہلول خاں اور عبدالصمد کا خاص طور پر ذکر کیا ہے —

بہر حال نصرتی اور عادل شاهی مورخوں کے بیان کے موافق دکھنیوں کی فتح ہوئی۔ آخر میں میدان جنگ میں درندوں کے آنے اور لاشوں کے کھانے کا تماشا دکھایا ہے —

اس کے بعد ایک اور لڑائی ہوتی ہے۔ بہلول خاں، شرزہ خاں، خواص خاں فوجیں لے کر جاتے ہیں۔ بہلول خاں ایک طرف لڑ رہے تھے اور شرزہ خاں اور خواص خاں دوسری طرف۔ ان دونوں کے مد نظر غنیم کے خاصے کی فوج تھی —

ولے خان شرزا و خان خواص
نظر میں رکھے فوج خاصے کی خاص

دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے انتظار میں تھے۔ یہ چاھتے تھے کہ غنیم بڑھ کر میدان میں آئے

بڑی شان سے لکھا ہے - اگرچہ نصرتی اور عادل شاہی مورخوں نے اپنی فتح لکھی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی شدید جنگ ہوئی دونوں طرف کے لشکروں نے داد مردانگی دی' آخر میں جے سنگھہ کی فوج نے دکھنی لشکر کو مار کر بھگا دیا - مگر اس میں جے سنگھہ کی بھی کوئی نمایاں فتح نہیں پائی جاتی ہے یعنے دشمن کو ہٹا کر بھگا تو دیا مگر اس سے اُسے کچھہ حاصل نہ ہوا —

نصرتی مغلوں کی نامردی اور دکھنیوں کی بہادری کو اس طرح بیان کرتا ہے —

شعر - مغل کی ہے تلوار دکھنیاں پہ یوں
تبر سامنے جھونکہ انگلی کے نہلوں

(مطلب) مغلوں کی تلوار دکھنیوں کے سامنے ایسی ہے جیسے تبر کے سامنے انگلی کا ناخن -

---

شعر - لگت دس ہتوڑیاں کھڑی کر سونار
ادک دس تے ہوے یک جو مارے لوہار

(مطلب) سنار تان تان کر دس ہتوڑیاں مارتا ہے لیکن لوہار کی ایک چوٹ اُس کی دس سے بڑھ جاتی ہے -

---

اگرچہ نصرتی نے فتح دکھنیوں ہی کی لکھی ہے لیکن اس جنگ کی شدت اور دکھنی فوج کی ہمت کا اُس نے بھی اعتراف کیا ہے ۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ جب جے سنگھہ

کہ ہر مرد جیوں کوہ البرز ہے
تبر کس کے ہت کس کے جم گُرز ہے

کتیاں کا تو تیر و کماں اصل ساز
کمنداز کوئی نیزہ کوئی تیغ باز

دھر نہار ہر مرد کو تہ امید
دل رستم و جسم دیو سفید

نہ آتش کدہ تے شکم اُن کے کم
جو مُکھ میں پڑیا سو گیا ہو بھسم

شراب ان کوں یک مشک تھوڑا دسے
سہج نقُل دنبے کا جوڑا دسے

تراش اپنی داڑی مچھیاں دے کہ چھوڑ
کریں موں بچھو ڈانک ڈالی سوں توڑ

کمان آپکڑنے کے سکتا ہے فن
اپنو پاس تے ارجن ولچھمن

تو کا ہے جلن تیر انکے تیر تخش
جلن جنگ کن کرہ رستم کا رخش

کریں گر کشش رستمی لے کماں
رگ و پے تو تیں کڑ کڑیں استخواں

یہ در پردہ اپنی بہادری کی تعریف ہے جو ایسے بہادروں کو شکست دیتا ہے —

یہ بہت سخت لڑائی تھی اور حقیقت موں جے سلکھہ کو بڑی مشکل پڑ گئی تھی۔ نصرتی نے بھی اس کا بیان

اور اس کے ساتھ کے سرداروں نے حضوری کی عزت حاصل کی اور شاہی نوازشوں اور خلعتوں سے سرفراز ہوئے -

نصرتی نے اس واقعہ کو بڑے دھوم دھام سے بیان کیا ہے —

اب دونوں لشکر متحد ہو کر چے سلگھہ پر دو طرف سے حملہ کرتے ہیں اور اسے پائمال کرنے پر تلے ہوئے ہیں - چے سلگھہ کی حالت بڑے خطرے میں ہے —

نصرتی نے اس باب کی تمہید طلوع آفتاب اور صبح کے ظہور سے شروع کی ہے جو بہت دلکش شاعرانہ انداز میں ہے - (اسے میں کسی دوسرے موقع پر نقل کروں گا) - بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوتا ہے ' تمام وزیران مملکت و سرداران لشکر حاضر ہوتے ہیں - بادشاہ مخاطب ہوکر اُن کو لڑنے مرنے ' شجاعت اور جان نثاری دکھانے اور غنیم کی فوج کو تباہ و برباد کرنے کی ترغیب دیتا ہے - وہ وفاداری اور جان نثاری کا ادعا کرتے ہیں اور دشمن کو شکست دینے اور ملک سے نکال دینے پر کمر ہمت باندھتے ہیں - اس کے بعد شاعر دونوں فوجوں کے کوچ کی شان دکھاتا ہے - مگر اس کے ساتھہ ہی وہ مغلوں کی فوج اور شجاع سپاہیوں کی شکل و صورت اور بہادری کا نقشہ بھی کھینچتا ہے - مثلاً لکھتا ہے —

اس جنگ میں نصرتی نے شرزہ خاں کے نوجوان بھتیے مخدوم شاہ کا بھی ذکر کیا ہے جو میدان جنگ میں بڑی بہادری سے لڑا —

مغلوں اور بیجاپوریوں کی جنگ میں اب ایک نیا واقعہ پیش آتا ہے - سلطان عبداللہ قطب شاہ نے سلطان علی عادل شاہ ثانی کو خط لکھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ راجہ (چپ سلکھنہ) آپ کی قلمرو میں گھس آیا ہے اور شرارت رفساد اور ناسزاوار حرکتیں کر رہا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی مدد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں - علی عادل شاہ نے اس مدد کو قبول کیا - چنانچہ جواب پہنچتے ہی گولکنڈہ سے نیکنام خاں کی سرکردگی میں قطب شاہی لشکر روانہ ہوا - جب بیجاپور کے قریب پہنچا تو وزیر سلطنت عبدالمحمد ممتاز سرداروں اور چیدہ سپاہ کے ساتھ استقبال کے لیے چلا - قطب شاہی اور عادل شاہی لشکر باہم ملتے ہیں اور ہردو لشکر کے سردار ملاقات کرتے ہیں - عبدالمحمد نے بادشاہ کی طرف سے نیک نام خاں اور دوسرے سرداروں کو خلعت ہاے فاخرہ دیے - دونوں لشکر مل کر بلدۂ بیجاپور کی طرف چلے - سلطان نے علی برج سے ان کا نظارہ کیا اور سلامی لی - اس کے بعد بادشاہ نے عبدالمحمد کو حکم دیا کہ نیک نام خاں کو بارگاہ سلطانی میں حاضر کرے - چنانچہ نیک نام خاں

شعر - سونیا سوچ یو بات بھگی کمر
گئی موں کھتا ہو کہ افیوں اتر

(مطلب) یہ سنتے ہی اس کی کمر ٹوٹ گئی، افیوں
کا نشہ اُتر گیا اور منہ سیٹھا ہو گیا

شعر - چھپیا روز روشن اندھارا پڑیا
فلک تُت کہ جھوں سر پہ سارا پڑیا

(مطلب) روز روشن چھپ گیا اور اندھیرا چھا گیا
اور اس کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا

شعر - رین دل میں ہو چک تے تارے توتے
سلگ آگ انجو تھار انگارے توتے

(مطلب) دل میں رات چھا گئی، آنکھوں سے تارے ٹوٹ کے
گرے اور بجائے آنسوؤں کے انگارے گرنے لگے۔

شعر - ہوا حال جھوں رکہ کے توڑے پہ بھخ
طلبا باں ستے سب اوکھاڑے پہ میخ

(مطلب) اس کا حال اُس درخت کا سا ہو گیا جس کی جڑ
اُکھڑ گئی ہو یا اُن طنابوں کا سا جن کی میخیں اُکھڑ جائیں

شعر - نہ ڈیرا کھڑا رہ سکے پانو گاڑ
نہ قائم رہوے بول اپس لے کہ جھاڑ

(مطلب) ایسی حالت میں ڈیرا کھڑا رہ سکتا ہے
اور نہ درخت اپنے آپ کو قائم رکھ سکتا ہے۔

شعر - کریں وار تو تب جھڑے آگ داٹ
ڈبے جیو پانی نے کرنے مھں کاٹ

(مطلب) وار کرنے میں اس سے آگ جھڑتی ہے اور آب کی کاٹ سے جانیں ڈوب جاتی ہیں۔

تلوار ہی کے متعلق پھر لکھتا ہے —

شعر - فرنگ اژدھا ہو دم آتشیں
چھٹکنے لگیا اگ دندیاں پر یقیں

(مطلب) تلوار اژدھا ہو کر اپنے دم آتشیں سے دشمنوں پر آگ برسانے لگی -

---

شعر - برستے وجوداں پہ کھڑگاں کا آب
رگاں تے لراں بہ چلیا خون ناب

(مطلب) تلواروں کا پانی جب غنیم پر برسنے لگا تو ان کی رگوں سے خون ناب کی لہریں چلنے لگیں

شعر - لگے دینے سنمکھ ہو شمشیر و تیر
سوالاں جواباں یکس یک توں پھیر

(مطلب) تلوار اور تیر ایک دوسرے کے روبرو ہو کر ایک ایک کے سوال کا جواب دینے لگے -

---

اس خونخوار جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ دھلی کی فوج کو شکست ہوئی اور صلابت خاں میدان جنگ میں قتل ہوا - یہ سن کر جے سنگھ کے دل پر جو بنی وہ نصرتی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے —

شعر - لپے آگ چنگیاں تے بھالیاں کے بانس
جلیں تیر دستے ھو پولیاں کی گھانس

(مطلب) بھالوں کے بانسوں میں چنگاریوں سے آگ لگ اٹھی
اور تیر گھاس کے پولوں کی طرح جل رہے تھے

شعر - ھوا پر کھڑے ڈونگراں ھو کہ ڈھول
شراریاں کے رُکھہ لہو کی چھٹکاں سوں پھول

(مطلب) پہاڑ ھوا پر ڈھول بن کے کھڑے تھے '
شراروں کے روکھہ لہو کی چھینٹوں سے پھول بن گئے تھے

شعر - رگت بھوئیں پہ جم جا ھوا پر دھواں
زمیناں ھویاں آٹھہ دس آسماں

(مطلب) خون زمین پر جم گیا اور دھنواں ھوا پر '
اس سے زمینیں آٹھہ ھو گئی تھیں اور آسمان دس -

چند اشعار کے بعد تیغ کی دورنگی کو کیا خوب بیان کیا ھے —

شعر - جو ھے تیغ میں آب و آتش نہاں
دونوں کی بی صورت ھوئی تب عیاں

(مطلب) تیغ میں آب و آتش کی جو دونوں خاصیتیں
پوشیدہ ھیں وہ اب ظاھر ھوئیں

شعر - دونوں صف کے میانے بڑا دھم ہوا
ادک دیکھ غوغا فلک گم ہوا

(مطلب) دونوں صفوں کے درمیان بڑا تہلکہ پڑا
کثرت شور و غوغا سے فلک کے کان بہرے ہو گئے۔

شعر - فلواہاں کے جھینڈ و زنبوریاں کوں دات
نپٹ دم نکلنا رہیا موں کی بات

(مطلب) گولوں اور توپوں کے ھجوم کی وجہ سے
منہ کے رستے صرف دم نکلنا باقی تھا۔

شعر - دسے عکس جوشن تے ابلق ہوا
فونگاں کے پرتو تے ہوئی شق ہوا

(مطلب) جوشن کے عکس سے ہوا ابلق نظر آتی تھی
اور تلواروں کے پرتو سے ہوا شق ہوگئی۔

شعر - برسنے لگے ملکہ ات تیر و تیغ
رگمت کا چ برسات ہو برق و میغ

(مطلب) تیر و تیغ برق و بادل
بن کر خون کی بارش برسانے لگے۔

شعر - ہر یک تیغ تے آگ جھڑ بے شمار
سلاحاں ہوے لعل جلبل انگار

(مطلب) ہر ایک تلوار سے بے شمار آگ جھڑنے لگی
اور ہتیار جل بل کے لال انگارے ہو گئے

طرف کے بہادروں نے داد شجاعت دی - اس لڑائی کا حال نصرتی نے بہت طویل لکھا ہے - دو ایک مقالات سے چلد چلد شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - نچھل دھوپ میں ملکہ کھڑگاں کی تاب
ہوا موج زن ہو کہ دریا سراب

(مطلب) روشن دھوپ سے تلواروں کی چمک نے مل کر یہ کیفیت پیدا کی گویا سراب کا دریا لہریں مار رہا ہے -

---

شعر - ہوا کا پھریا عکس کھڑگاں تے روپ
مگر کسوت ابرک لیے پین دھوپ

(مطلب) تلواروں کی چمک کا عکس جو ہوا پر پڑا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ دھوپ نے ابرک کا لباس پہن رکھا ہے

شعر - ترنگاں کے تل تے دھولا راں اوتھیا
ہکاتاں کے ہر دم تے بارا چھوتیا

(مطلب) گھوڑوں کے نیچے سے گرد و غبار اٹھا اور پیہم نعروں کی آواز سے ایک آندھی اٹھی

شعر - گگن کی انگیٹھی پہ جا پڑ کہ گرد
کری داب انگارے کوں سورج کے سرد

(مطلب) آسمان کی انگیٹھی پر اتنی گرد جا کر پڑی کہ سورج کا انگارا دب کر ٹھنڈا پڑ گیا -

لڑائی کا سماں دیکھیے —

اسی طرح اس کے جاسوس ہر گوشے میں پھرتے تھے۔
جب شرزہ خاں نے یہ کیفیت سنی تو وہ فوج لے یلغار کرتا ہوا دشمن کے سر پر جا پہنچا - دشمن کے ہاتھہ پانو پھول گئے -

شعر - یدی آئی کر فوج عادل سوای
ہوی سارے لشکر میں چوندھر اوای
(مطلب) سارے لشکر میں دھائی مچ گئی
کہ عادل شاہ کی فوج آ پہنچی

شعر - پڑیا غلبلا ہو کہ یک بات میں
ملنڈاسا یکس سر کا یک ہات میں
(مطلب) بات کی بات میں ایسی افراتفری پڑی کہ
ایک کی پگڑی دوسرے کے ہاتھہ میں تھی

شعر - ترنگاں پہ اُلٹے کیتک زین بھاے
لگاماں بسر موں میں دمچیاں لگاے
(مطلب) گھبراہٹ میں بہت سوں نے گھوڑوں پر الٹی زینیں
باندھ دیں اور لگاموں کی جگہ دمچیاں منہ میں لگا دیں

شعر - نہ فرصت کمر باند نے پاے کوں
نہ ہتیار لے ساند نے پاے کوں
(مطلب) نہ کسی کو کمر باندھنے کی فرصت ملی اور
نہ ہتیار باندھنے کا موقع ملا -
غرض بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور دونوں

کھلچا ہے - ہر طرف سے رستے بند ہیں اور رسد کے نہ پہنچنے سے سب بددل اور پریشان ہیں —

لہا کونئی چوندہرتے فوجاں مسلد
ہوا بات تے باؤ آنے کوں بند

یعنی فوجوں نے چاروں طرف سے رستے اس سختی سے بند کر رکھے تھے کہ اس رستے سے ہوا تک نہیں آسکتی تھی —

اس بیان میں نصرتی نے سپاہیوں' بھیڑ بکریوں' گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کی شکستہ حالی پر خوب خوب پھبتیاں کہی ہیں —

اس پریشان حالی میں چھ سلگھہ کو یہ خوش خبری پہنچتی ہے کہ رسد کا بہت بڑا سامان آرہا ہے اور ہزاروں اونٹ' گدھے اور بیل لدے چلے آرہے ہیں - اس رسد کا پہنچانے والا صلابت خان (دہلوی) تھا -

سکندر ککر تھا اول نانوں جس
خطاب آج خان صلابت ہے تس

یعنی پہلے اس کا نام سکندر تھا اور اب صلابت خان کے خطاب سے مشہور ہے —

شرزہ خاں کے جاسوس ہر طرف لگے ہوئے تھے

پھریا جا بجا جیوں ہے جگ میں پون
پھریں تس کے جاسوس یوں ہر رخن

یعنی جس طرح دنیا میں ہوا جا بجا پھرتی ہے

آکر ھر تال پر قدم چومنے لگا - چیتے کے ھوش جاتے رھے - لومڑیوں کے ھنسی کے مارے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے - بھیڑیوں نے ناچنے والوں پر (لاشوں کی) آنکھوں کے گوھر نثار کیے - کتوں نے انتڑیوں کے ھار ان کے گلے میں ڈالے - گیدڑوں نے چربیوں کی شالیں اُڑھائیں - شیر نے خوش ھوکر سرخ مخمل کی مسند انعام میں بخش دی - جب جشن قریب ختم ھوا تو سب نے بادشاہ (علی عادل شاہ) کے اقبال و دولت کے گیت گاے —

یہ بیان بہت لطف اور جدت آمیز ھے اور اس سے نصرتی کی ظرافت اور بیان کی خوش اسلوبی ظاھر ھوتی ھے - رزم میں اس نے جا بجا بزم کا لطف دکھایا ھے اور سارا بیان بہت ھی ظرافت آمیز ھے -

اس فتح کی خبر نہلے ملک کے ذریعے سے بادشاہ کے پاس بھیجی جاتی ھے - وہ وزرا کا نامہ لے کر جاتا ھے اور زبانی بھی حالات عرض کرتا ھے - یہ نامہ دربار میں پنڈت دھرماجی پڑھ کر سناتا ھے - اس پر بہت خوشیاں منائی جاتی ھیں اور جشن کیا جاتا ھے - اور خاص خاص لوگوں یعنے شاہ ابراھیم خلف شاہ منجلے ' علی رضا وغیرہ کو خلعت سے سرافراز کیا گیا —

اس کے بعد کے باب میں مغلیہ فوج کی بے سروسامانی ' تنگی ' اور بددلی اور جے سنگھ کی پریشانی کا نقشہ

طرح سے کھاتا ہے - جب گوشت اور ھڈیاں بھنبھور بھنبھور کر اور خون پی پی کر بد مست ہوے تو گانے بجانے اور رقص و سرود کی سوجھی - سروں کے کانسوں کے طنبورے بنائے اور ان پر رودوں کے تانت باندھے - اونٹ کی پسلیوں سے کمانچے تیار کیے' غرض اس طرح بہت سے ساز بنالیے - کووں نے اپنی خوش آوازی سے اور گیدڑوں نے اپنی الاپ سے محفل کو خوب رچھایا - ناچ کے لیے بھتنیاں آتی ہیں - اپنے کپڑے اتار کر نیا لباس اور زیور پہنا - پھیپھڑوں کی چلتریاں بنائیں' جھلڈوں کے کپڑے کھول کرتہ بند بنائے - ھاتھی دانت کے کڑے اور اور ناخنوں کی چوڑیاں بنائیں - گیج موتی چن چن کر گلے میں پہنے - خون کا غازہ منہ پر ملا - پاکھروں سے آئینے نکال کر آرسیاں بنائیں - بہادروں کے طرے سروں پر لگائے اور ان کی مالائیں گلوں میں پہنیں - القصہ اس طرح آراستہ ہوکر انہوں نے اپنے رقص کا کمال دکھایا ہے - کیا خوب شعر کہا ہے —

سراپا اگن ہو بھڑکتی چلی
ادک بیجلیاں تے کڑکتی چلی

یعنی وہ سر سے پانو تک آگ ہو کر بھڑک رہی تھی اور بجلیوں سے بھی زیادہ کڑکتی ہوی چلی —

اس رقص کو دیکھہ کر تمام جانور اور درندے بےخود ہوگئے - ریچھہ مستی سے آپے سے باہر ہوگیا اور حال میں

ضیافت درندوں اور جانوروں کی ہوتی ہے۔ اس موقع پر شاعر نے بڑی جدت سے کام لیا ہے - میدان جنگ جو خون سے بھرا ہوا تھا درندوں کی مسند اور فرش بنا- شیر بڑے رعب داب اور شان و شوکت سے درندوں کی فوج لے کر آتا ہے اور تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے - اس کے بعد شاعر نے ہر درندے کی خصوصیت اور اس کے لباس وغیرہ کی کیفیت بڑے مزے سے بیان کی ہے - مثلاً بادشاہ (شیر) کے کرسی نشین ہوتے ہی ریچھ اپنی خاکی (دھنویں کے رنگ کی) وردی پہن کر چوبداروں کی طرح آکھڑے ہوئے - پلنگ اور چیتے اپنی اپنی خوشنما بیل بوٹوں کی پوشاک پہن کر آئے - بھیڑیے صوف کے چل قد زیر بر کیے ہوئے تھے - خارپشت ترکش لگائے آیا - لومڑی خوب بن سنور کر آئی اور اپنی چوٹی کی دم کو پھندنے سے آراستہ کیے ہوئے تھی - سیہ گوش کلاہ پہنے اور صوف پوش نظر آتے تھے - خدا ترس ترس (چرخ) ہڈیاں ڈھونڈتے ہوئے تشریف لائے - جب سب جمع ہوگئے تو نقیبان شغال نے صلائے دعوت دی اور اب کوے، کتے، چیلیں، گدیں وغیرہ بھی حاضر ہوگئے - میدان جنگ جو مغل فوج کی لاشوں سے سفرۂ عام بنا ہوا تھا، اس پر وہ سب ٹوٹ پڑے - شاعر نے اس مقام پر اُن کی کلیلوں اور خوش نعلیوں کی بھی تصویر کھینچی ہے اور یہ بھی دکھایا ہے کہ کون کیا کیا کھاتا اور کس کس

شعر - اوریاں بانک داراں جھوے ھت تے سانگ
سلح ڈھل پڑے ڈر سوں پتلے ھو آنگ

(مطلب) خنجر اور نیزے ھاتھوں سے گر گر پڑے
سپاہی ڈر سے ایسے دبلے ہو گئے تھے کہ ھتیار
خود بخود بدن پر سے گرے پڑتے تھے

شعر - ھوے تت علی بند آوارہ ڈھال
توڑی بیل پر پات ھوئیں جوں نڈھال

(مطلب) علی بند اور ڈھالیں ٹوٹ کر اس طرح
رہ گئیں جیسے توڑی بیل کے پتے نڈھال ھوجاتے ھیں

شعر - بسر رج کوں رجپوت دانتوں مںجھار
دھروں آے برچھیاں کوں کاڑی کے تھار

(مطلب) راجپوت بے غیرتی سے دانتوں میں تنکوں
کی بجاے برچھیاں رکھے ھوے تھے

شعر - گئے بھول قانون اپنا قدیم
نہ کچھ کام آیا عرابہ عظیم

(مطلب) اپنا پرانا قاعدہ سب بھول گئے اور
ان کے بڑے توپ خانے کچھہ بھی کام نہ آے

مغل فوج کو شکست ھوئی اور جب وہ میدان
چھوڑ بھاگ نکلی تو شاعر نے ایک نیا سماں دکھایا ھے۔
میدان جنگ میں ایک بڑا جشن ھوتا ھے یعنی بڑی

شعر - دسے نیمہ فوج آئی تھی جو عظیم
رہی سوبی زخموں سے ہوے نیمہ نیم
(مطلب) وہ فوج عظیم جو آئی تھی اب آدھی رہ گئی
اور اس آدھی میں سے بھی آدھے زخمی پڑے تھے

شعر - ہوے تھے سو آدیاں تے سب جان اوڑیا
جو سارے اتھے اُن تے اوسان اوڑیا
(مطلب) آدھے تو ایسے تھے جو جان کھو چکے تھے
اور باقی جو سالم تھے اُن کے اوسان جاچکے تھے

شعر - کھڑے تھے جو ہمت سوں جہاں پانوں گاڑ
نا طاقت رہی پانوں لینے اُکھاڑ
(مطلب) جو ہمت کر کے پانو گاڑے کھڑے تھے اُن میں
اتنی سکت نہ رہی کہ وہاں سے پانو اٹھا لیں

شعر - سب اعضا نے قوت کوں ساری سٹے
ہتیاراں بی ہر ہت تے یاری سٹے
(مطلب) سب اعضا نے ہمت ہار دی اور ہتیاروں نے
بھی ہتیار بندوں کی دستگیری چھوڑ دی -

شعر - نوایاں کماناں نے سرمان ہار
تھکے تیر سوفار کے موں پسار
(مطلب) کمانوں نے ہار مان کر اپنے سر جھکا دیے
تیروں کے سوفاروں نے تھک کر منہ پسار دیے

موت کا وہ بازار گرم ہوا کہ

شعر- ملایک کے ہت تے گیا کام بہار
کہ آتے تھے جیو یک کے بانٹے ہزار

(مطلب) فرشتوں کی قدرت سے یہ کام باہر ہوگیا اس لیے
کہ ایک ایک کی تقسیم میں ہزار ہزار جانیں آتی تھیں

شعر- ہوا سب یہ ارواح سوں بھر رہی
پون پر ادک مارتے پر رہی

(مطلب) تمام ہوا ارواح سے بھر گئی تھی اور ہوا
میں زور زور سے پر مار رہی تھیں

شعر- چھوٹا زور ارواح کا باو جب
فلک کی یو فانوس گرداں مھں تب

(مطلب) ارواح کی آندھی جب زور سے چلی تو
اس ڈر سے کہ فلک کے فانوس گرداں میں سورج کی

شعر- یو شمع سورج نا کہ ہوے کر بڑی
لیا پردۂ ابر اوتار اس گھڑی

(مطلب) شمع تاریک نہو جاے نوراً
ابر کا پردہ ڈال دیا گیا۔

مخالفین کی حالت ملاحظہ ہو—

شعر- مخالف نے دیکھیا کہ یوں دن پڑیا
اپس کا تو لوک اس میں اوگن پڑیا

(مطلب) غنیم نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی تو
اس کی حالت بہت زبوں اور بری ہو گئی

شعر - نقارے رگت پر جو اولٹھے پڑے
دسے بڑ بوڑے باو اوندے کھڑے

(مطلب) نقارے جو خون کے اس سیلاب پر الٹے پڑے تھے
وہ ایسے نظر آتے تھے جیسے حباب -

شعر - دسیں یوں زرہ پوش لہو میں جلجال
مچھی جیوں توڑا لہکہ نہاتی ہے جال

(مطلب) زرہ پوش لہو میں لتھڑے اس طرح نظر آتے تھے
جیسے مچھلی جال توڑا کر بھاگ جاتی ہے

شعر - رگت جل میں تکڑے زرہ کے کنجال
گونگے خود و دستانہ سیلپیاں مثال

(مطلب) خون کے سیلاب میں زرہ کے ٹکڑے مثل کائی کے تھے
خود مثل گھونگے کے تھے اور دستانے مثل سیپیوں کے -

شعر - کماناں پڑیاں تت کہ چلّے انوپ
کہ جیوں دھامنیاں بھار لہتیاں ہیں دھوپ

(مطلب) کمانوں کے چلّے اس طرح ٹوٹے پڑے تھے جیسے دھامنیں
دھوپ کھانے کے لیے باہر آ پڑتی ہیں

شعر - ملے یوں وو چلّے رگت بیچ میں
ہزاراں ہیں جیوں کیچوے کیچ میں

(مطلب) خوں میں وہ چلّے اس طرح لتھڑے پڑے تھے
جیسے کیچڑ میں کیچوے -

شعر- هوے هو سلح گرم سہلے تلور
اگن دھک کے جلتی تھی بھلے۔لہا ہو چور
(مطلب) اسلحہ کی گرمی سے سینے تنور ہو رہے تھے اور پسلیوں
کے ایندھن سے آگ دھک دھک جل رہی تھی

شعر- تلوراں تے سہلہاں کے اُڑلہو کی دھار
ہوے رن میں طوفاں ادک تھار تھار
(مطلب) سینوں کے تنوروں سے لہو کی دھاریں اُڑ رہی
تھیں اور اُس سے میدانِ جنگ میں جگہہ جگہہ طوفان بپا تھا

شعر- زمیں پر رکت کا اکھنڈ حوض بھر
یکا یک جو چڑیا چلہا پور بھر
(مطلب) زمین پر خون کا مسلسل حوض بھرا ہوا تھا
اس سے جو یکا یک سیلاب چڑھتا چلا تو

شعر- سورج سخت طوفان کا دیکھہ اوبال
منگیا چڑنے چندر کی کشتی نکال
(مطلب) سورج نے اس شدید طوفان کا اُبال دیکھہ
کر سواری کے لیے چاند کی کشتی کو نکالنے کا حکم دیا -

شعر- ہلاوے جو پر زور آنے لگے
ہتی تول میں ڈلملانے لگے
(مطلب) اب جو پر زور ریلے آنے لگے تو
ہاتھی بے قابو ہو کر ڈگمگانے لگے

شعر - اجل کا جو جس مرد پر ذوق ہے
زرہ کی کڑی مو بمو طوق ہے

(مطلب) جس شخص پر اجل کی نظر ہوتی ہے
تو زرہ کی کڑیاں اس کے لیے طوق بن جاتی ہیں

شعر - ہوا بار سفرہ یتا مرگ کا
پھریا موں نوالیاں تلہن کھڑگ کا

(مطلب) موت کا خوان اس قدر بھرپور تھا کہ
تلوار کا منہ کھاتے کھاتے پھر گیا -

اس کے ساتھ وہ مغلوں کی شکستہ حالی اور درماندگی کا بھی ذکر کرتا ہے - اس میں مبالغہ کے ساتھ تکلف اور تصنع پایا جاتا ہے - مثلاً وہ لکھتا ہے کہ مغل ہمارے گھر مہمان آے ہیں، ہم نے اُن کی خاطر مدارات کا سامان یہ کیا ہے :- زمین ان کی مسند رنگین ہے (یعنے خون سے) اور اجل کی شراب ان کی تفریح کے لیے ہے - نُقل کے لیے دانت بجاے مغز بادام اور لب بجاے انگور ہیں - سر کے کاسوں میں بھیجے ان کے کھانے کے لیے اور غم پینے کے لیے ہے وغیرہ وغیرہ - اس کے بعد لکھتا ہے —

شعر - اجل کی کیتے خواب میں خُر خُرائیں
کیتے ہوئیں آسودہ کوئی تڑپھڑائیں

(مطلب) بہت سے خواب اجل میں فرق خراٹے لے رہے تھے
بہت سے ٹھنڈے ہو گئے تھے اور بہت سے تڑپ رہے تھے

شعر۔ جمیا کوی کھڑے راگ ھلکار کا
رھیا سر کھنا کھن کے جھنکار کا

(مطلب) کوئی کھڑا آہ و فریاد کا راگ الاپ رھا تھا
اور اُدھر کھنا کھن کی جھنکار کا شور جاری تھا

شعر۔ زمیں ھور فلک ھو کہ یک حال میں
لگے ناچنے تیغ کی تال میں

(مطلب) زمیں اور فلک ایک حال میں ھوکر
تیغ کی تال پر ناچنے لگے

شعر۔ ھوا رند جن تک کھڑا پانوں گاڑ
دسے کھونٹ جیوں ڈال توڑے سو جھاڑ

(مطلب) جو ذرا قدم جما کے کھڑا ھوا وہ ایسا رند منڈ
ھوگیا جیسے درخت کا ٹھنٹھہ

جنگ کا یہ بیان بہت طویل ھے - میں نے کہیں کہیں سے چند چند شعر لکھہ دیے ھیں کہ شاعر کی قوت بیان کا اندازہ ھوسکے - چند شعر اسی بیان سے متعلق اور نقل کرتا ھوں —

شعر۔ سلح کوٹ گڑ مرد اوپرال ھے
اجل آے پر ویچہ بھونچال ھے

(مطلب) اسلحہ ، فصیل ، قلعہ مرد کی حفاظت کے لیے ھیں
لیکن جب اجل آتی ھے تو یہی بھونچال ھوجاتے ھیں

نکلتی ہیں —

شعر - یک یک گبج تے سہنکتیاں چھوٹیاں یوں ہزار
کہ برسیاں ہیں بجلیاں نچ بونداں کی تھار

(مطلب) ایک ایک ہاتھی پر سے جو ہزاروں برچھیاں چلیں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بجائے خون کی بوندوں کے بجلیاں برس رہی ہیں

شعر - نکوی کس مدد کو سکے تس گھڑی
ہر یک سر پہ اپلچہ اپسوں پڑی

(مطلب) اُس گھڑی کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا تھا ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا تھا

شعر - اوٹھیا جیوں کھنا کھن کا آواز زور
فلک کان مونچیا نہ سن سک کہ شور

(مطلب) کھنا کھن کی آواز اس زور سے اٹھی کہ فلک اُس شور کی تاب نہ لا سکا اور اپنے کان بند کرلیے

شعر - کھڑگ کڑکڑاتی سورج ٹھانوں ٹھانوں
سپر بن نہ تھی کچھ بی کس سر پہ چھانوں

(مطلب) چمکتی تلوار جگہ جگہ سورج بنی ہوئی تھی اور کسی کے سر پر سوائے سپر کے کوئی چھانو نہ تھی

شعر - وڑا وڑ میں آگ کھڑگاں تے جھڑ
سپر چر موتی جیوں بھوٹے سو پڑ

(مطلب) تلواروں سے مسلسل آگ برس رہی تھی اور ڈھالیں اس کی حرارت سے ایسی ہوگئی تھیں جیسے بھنے پاپڑ

شعر - کہے دیکھہ حیران ہو اہل عرش
معلق ہوا پر پلٹیا کون فرش
(مطلب) اہل عرش یہ دیکھہ کر حیران ہوکے کہتے تھے
کہ ہرا پر کس نے یہ فرش معلق کر دیا ہے

شعر - دلیراں کریں نعرہ یوں ہو کے آگ
نیستان میں جیوں گرجتے ہیں باگ
(مطلب) دلیر آگ ہوکر یوں نعرہ کرتے تھے
جیسے نیستان میں شیر ڈکارتے ہیں

شعر - جھلکنے لگی کھڑگ بھالیاں میں یوں
لگے ہے نیستان کوں آگ جوں
(مطلب) تلوار بھالوں میں یوں جھلکتی تھی
جیسے نیستان میں آگ لگی ہو

شعر - پڑے تت کہ واراں تلیں ہر رخن
ہتی دانت کانڈے کی پھریاں نمن
(مطلب) ہاتھی دانت گنے کی پوریوں کی
طرح کٹ کٹ کر گر رہے تھے

اس طرح لکھتے لکھتے ایک شعر لکھتا ہے -
رگت کٹ تے بھالیاں کے نکلیا اپار
لہراں جیوں نکلتیاں ہیں جالیاں کے بہار
یعنی خون بھالوں کے کناروں سے اس طرح بہ نکلا
تھا جیسے پانی کی لہریں جالیوں میں سے ہو کر بہہ

شعر - دیکھیا جب بڈی آکہ بازی پتی
مغل وئیں عرابے کو دیتا بتی

(مطلب) جب مغلوں نے دیکھا کہ بات یہاں تک بڑھ گئی ھے
تو اس نے توپوں کے زنجیرے کو آگ دکھای

شعر - جو یک دم چھوتی توپ ھر فرد فرد
اوچایا دھواں باؤ ھو اگ کی گرد

(مطلب) جب ایک دم توپیں چھٹیں تو ھوا نے آگ
کی گرد بن کر دھنواں بلند کیا

شعر - دسے تس میں تروار جھلکے جتی
مگر گرد میں اوڑ رھی ھے پتی

(مطلب) تلوار اس میں جھلکتی ھوئی ایسی معلوم ھوتی تھی
جیسے گرد میں اڑتی ھوی پتی

شعر - ھوا آسماں گرم جھوں لگ کے تاب
سوکا اوٹ جا چشمۂ آفتاب

(مطلب) اس کی حرارت سے آسمان گرم ھو گیا
اور چشمۂ آفتاب اونٹ کر خشک ھو گیا

شعر - ھوا پر فرنگیاں کے گولیاں کا تھاٹ
نظر کی گزر کا ستیا باند باٹ

(مطلب) بندوقوں کی گولیاں کا ھوا پر یہ ھجوم تھا
کہ نظر کا رستہ بندھو گیا تھا (یعنے کچھہ سجھائی نہ دیتا تھا)

شعر - پھوکیا تیز یوں سخت بھالیاں کا انگ
کہ پھکتا ہے جیوں باؤ لے کر بھوجنگ
(مطلب) سخت بھالوں کا جسم اس طرح پھلک رہا تھا
جیسے اژدھا ہوا کھا کر پھنکارے مارتا ہے

شعر - بھڑکتے ترنگان ہو آگاں دسے
سواراں بھوکے دن کے باگاں دسے
(مطلب) بھڑکتے گھوڑے آگ بگولا نظر آتے تھے
اور بھوکے سوار شیر معلوم ہوتے تھے

شعر - نشانی ہے جیوں میہلوں لانے کوں باؤ
دیویں یوں مہراتے لڑائی کوں تاؤ
(مطلب) جس طرح ہوا بارش لانے کی نشانی ہوتی ہے
مرہٹے اسی طرح لڑائی کو گرما رہے تھے

شعر - نکلتے ہیں جیوں باگ نخچیر کوں
نکل یوں مہراتے دونو دھیر سوں
(مطلب) جس طرح شیر شکار پر لپکتا ہے اسی طرح
دونوں طرف سے مرہٹے لڑنے کو نکلتے تھے -

آگے چل کر لکھتا ہے —

شعر - ہر یک مکھہ تے آواز سن مار مار
کیا جیو نے دشمن کے ہونٹاں میں تھار
(مطلب) ہر ایک کے منہ سے مار مار کی آواز سن کر
دشمنوں کے دل ہونٹوں پر آکر ٹھیر گئے تھے

چھیڑیں ، مناسب یہ ہے کہ اُسے لمبا کرکے ماریں - یعنے ایسی ترکیب کریں کہ وہ کنڈلی کھول کر آگے بڑھے اور اس وقت ہمارا دانو چل جائے گا - توپوں کے زنجیرے سے محصور ہونے کو سانپ کی کنڈلی مارنے سے کیا اچھی تشبیہ دی ہے —

غرض بیجاپوری فوج اپنا دانو کرتی ہے اور پیچھے ہٹتے ہٹتے غنیم کو دور کھینچ لاتی ہے اور پھر مقابلہ کرتی ہے —

اب جنگ کا میدان گرم ہوتا ہے -

شعر - ہوا پل میں پیدا کری بے مثال
اگن کا گگن ہور دھوئیں کا ابھال

(مطلب) ہوا نے ایک پل میں آگ کا آسماں
اور دھوئیں کا عجیب و غریب بادل پیدا کردیا

شعر - غنیماں کے بھیجاں کوں کھانے شتاب
خوش آنے لگیا موں میں کھڑگاں کے آب

(مطلب) دشمنوں کے بھیجے کھانے کے لیے تلواروں کے
منہ میں پانی بھر بھر آتا تھا -

شعر - کماناں رکھیاں دل کشاکش منیں
اوبلنے لگے تیر ترکش منیں

(مطلب) کمانوں نے دلوں کو کشمکش میں ڈال رکھا تھا
اور تیر ترکش سے اُبلے پڑتے تھے -

شعر - دونو بھار ہم تول تھے یوں اگر
سیویا ان میں پاسنگ کا تھا پتھر

(مطلب) دونوں فوجیں برابر کی ہم پلہ تھیں
اور شیواجی اُن میں پاسنگ کا پتھر تھا

شعر - جو یک دل کھڑا رہے پہ یک تک چلے
توے یک طرف یک طرف ڈلملے

(مطلب) اگر ایک لشکر کھڑا رہے یا ایک چلے
تو یہ کبھی ایک طرف کو جھک جاتا ہے اور کبھی دوسری طرف کو-

شعر - تو سنجیدہ لوگ اس کوں پاسنگ جان
منگیے ترت کرنے وو پلے کوں کان

(مطلب) تو سنجیدہ لوگ اُسے پاسنگ سمجھ کر
فوراً اپنے پلے کو کان دیدیتے یعنے جھکا دیتے ہیں -

اب لڑائی کا سماں شروع ہوتا ہے اور خان شرزا بہادری کے جوش میں آگے بڑھتا ہے - کیا دیکھتا ہے کہ مغلیہ فوج توپوں کا حصار اپنے گرد کیے کھڑی ہے - یہ رنگ دیکھ کر خان شرزا کہتا ہے —

کہ بیٹھاچ ہے لگ کنڈل مار سانپ
سٹیگاچ بے فکر چھیڑے تو چھانپ

ہمیں ہو کہ نا چیک چھکارنا
لنبا کرکے اس مار کو مارنا

یعنے یہ سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے ' اگر ذرا بھی چھیڑا تو ڈس لے گا - تو ہم کیوں خواہ مخواہ اسے

شعر - ہتی انڈی مکوڑیاں تے چمتیاں تے تار
پیاداں کے بہاراں ملنع تے اپار

(مطلب) ھاتھی ، مکوڑوں اور چیونٹیوں کی قطار سے
بھی زیادہ تھے اور پیادہ فوج ٹڈی دل سے بھی بڑھ کر تھی

غنیم کی فوج کا یہ ذکر بڑے زور شور سے کیا ہے -
اپنی اس فوج کو دیکھہ کر چے سنگھہ کیا کہتا ہے —

شعر - یو جب فوج چے سنگھہ دیکھیا سنور
کیا لاف ایسی خدا کوں بسر

(مطلب) چے سنگھہ نے جب یہ آراستہ فوج دیکھی تو
وہ خدا کو بھول گیا اور ایسی لاف مارنے لگا

شعر - مسلمان تکرار کرتے ڈرے
فرنگی سونے بی تو توبہ کرے

(مطلب) کہ جسے مسلمان کہتے ڈرتا ہے اور فرنگی
سن پائے تو توبہ کرے -

دوسری طرف سے بیجاپوری فوج کوچ کرتی ہے
اور ایک دوسرے کا آمنا سامنا ہوتا ہے - ان دونوں
میں شیواجی کی حالت کو پاسنگ سے بڑی اچھی تشبیہ
دی ہے ، جو موقع پاکر کبھی اِدھر ہو جاتا ہے
کبھی اُدھر —

شعر - بڑا توپ خانہ یکیک جس کی توپ
غلولے سوں دھرتی کا ہوے سیلہ کوپ

(مطلب) بڑا توپ خانہ تھا جس کی ایک ایک توپ
ایسی تھی کہ اس کے گولے سے زمین کا سینہ شق تھا

شعر - دیکھت گولہ بسرے کرہ بھویں کا ناز
تھکے دیکھہ بھانڈے فلک حقہ باز

(مطلب) ان گولوں کو دیکھہ کر کرۂ ارض اپنا ناز بھول جاتا ھے
اور فلک حقہ باز دیکھہ کر ششدر رہ جاتا ھے

شعر - ھر یک توپ بادل ھے بن برق بار
برستی اگن جل میں گولیاں کے گار

(مطلب) ھر ایک توپ برق بار بادل تھی جس کے گولے
آگ کی بارش کے اولے تھے

شعر - جو یکہ توپ دھرتی پہ جب کو کڑے
سمندر کا دھشت سوں پانی پڑے

(مطلب) اگر ایک توپ بھی اس زمین پر کڑکڑاے
تو دھشت سے سمندر کا پانی اُڑ جاے -

شعر - شتر بار باناں ھزاراں قطار
دسے بانس پیکھیا سو جیوں کوھسار

(مطلب) اونٹوں کی ھزاروں قطاریں تیروں سے لدی ھوی ایسی
معلوم ھوتی تھیں گویا کوھسار پر بانسوں کے کھیت اُگے ھوے ھیں-

شعر - فرنگ نال اوتم چین کے بوم کے
فرنگی فرنگ داز کوئی روم کے

(مطلب) اعلیٰ درجے کی بندوقیں چین کے ملک کی
اور ان کے چلانے والے روم کے تھے

شعر - کریں یک رنجبکہ کر جو گولیاں کی ریز
ہوا ہوے اگیٹھی انگاریاں کی تیز

(مطلب) جب یک بارگی گولیاں چلائیں تو ہوا
جلتے ہوے انگاروں کی انگیٹھی بن جاتی ھے -

شعر - قطاراں قطاراں شتر نال اچھے
سب اوس کوٹ کوں ہو کہ مھکال اچھے

(مطلب) شتر نالوں (یعنے وہ بندوقیں جو اونٹوں پر رکھہ کر
چلائی جاتی ھیں) کی سینکڑوں قطاریں تھیں
اور وہ سب اس کوٹ (فوج) کی زینت تھیں

شعر - چھوٹے مست ہاتھی تو ڈونگر تے چڑ
فرنگیاں زنبوریچ چو ڈل سو گڑ

(مطلب) مست ھاتھی جو پہاڑوں سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے چھٹے
ہوے تھے اور چھوٹی بڑی توپوں سے قلعہ آراستہ تھا

شعر - یکیک بستہ دارو کا یک کوہ جان
صندوقانچ گولیاں کی ششیاں کی کھان

(مطلب) گولے بارود کا ایک ایک ڈھیر ایک ایک پہاڑ
تھا اور صندوق ' گولیوں اور شیشون کی کان تھے

غرض اس طرح وہ فوج کی ہر ذات اور قبیلے اور ملک و دیار کے باشندوں کا شمار کرتا چلا جاتا ہے —
ان کے لباس کے متعلق لکھتا ہے —

کئی کسوتاں تلکی کوئی آھلی
سلاحاں بلدی یعلے روئیں تنی

تیلونی کھے جامہ کوئی کیسری
کیسے کسوتاں صاف کوئی زرزری

جوت کے طرے سر پہ کلکیاں لگاے
مہن مال کوئی گل مکت مال بھاے

لیکن آخر تان اس پر توڑتا ہے —

مغل ہر ہنر میں برا کار ساز
لڑائی کے فن پر تو ات حیلہ ساز

اس کے بعد شاعر مغلیہ فوج کی حالت اور شان کا نقشہ کھینچتا ہے —

شعر - چلے سات لے دل کا چلتاچ کوٹ
سرپ فوج دارو سوں آتش کی موٹ

(مطلب) فوج کا چلتا ہوا کوٹ (قلعہ) ساتھہ لےکر چلے اور تمام فوج گولے بارود کی وجہ سے آگ کا خزانہ بنی ہوئی تھی -

---

شعر - زنجیرے کا حلقے سوں باندے حصار
رچیں جوڑ گج مست برجاں کی تھار

(مطلب) زنجیروں کے حلقے سے حصار باندھا ہوا تھا اور اس حصار کے برج مست ہاتھی تھے-

---

کیتک ذات کے تھے روھیلے ادت
زبردست پنجابھاں دل کے گھت
بھوت راو رانے اتھے رج کے پوت
غروری میں شیطان جھگڑے یہ بھوت
سسودی و کچھوی و کابی جلوار
سورج و نس و سرسات و گوھل پنوار
امت دیوڑی چندراوت چلدیل
سیلدھل سوم بنسی و کھیچی پونچھل
موری جیٹھوی ہور جھالے کیتے
سوللکی و پرمار و ھالے کیتے
کدم کرز و کوڑی و کاڑی کیتے
کتک جاوڑی ہور ھاڑی کیتے
بئیس اور کھیلوت کے دھاندلاں
چوھاناں و سورھا کیتے باچھلاں
کیتے بھرئی واجھی واکھیلے
بھٹے تانک و بھائی کیتے وازلے
تھرانا و کسمونیاں بڑ گجر
کھروار و بوندیل و جادھو تنور
اھیران و کھاچر و آسیل تھے
دھوری ہور راتھور و تومل تھے
براڑی کیتے خاندیسی کیتے
بلگالے کے کوتل بھیستی کیتے

ہوے ابن الوقت ہمیں ا —

بدی باپ سوں اپنی میراث جان
برادر کا خوں شیر مادر پچھان

دیکھیں کچھ ہے جہاں فائدہ آپ کوں
نچھوڑیں سگے بھائی اور باپ کوں

اتھے میرزا اُن میں کشمیر کے
غرائب سپاھی ہی چوندھیر کے

خراسانی اور اصفہانی کھتے
دماوندی و دامغانی کھتے

کیتک سبزواری بخاری کھتے
هراتی و طوسی و لاری کھتے

ھویزای و هروی و همگری
سجستانیاں اصل نسل آذری

کتک ترک گرجی کتک رومیاں
سمرقندی شیرازی جھرومیاں

کمنداز کوئی گرز بازی میں چست
تیرانداز کوئی نیزہ بازاں درست

بھوکے ہو کہ جھگڑے کوں پھرتے دلیر
لوہے چابتیں دل نہوئیں ان کے سیر

خلال ان کے دانتاں کا بھالا دسے
گراں گرز مکھہ کا نوالا دسے

شعر - یک یک ملک کے نام آور جواں
دو اسپہ سہ اسپہ سپہ بے گماں
(مطلب) ان میں ملک ملک کے نام آور جوان تھے
اور اُس میں دو اسپہ سہ اسپہ سب قسم کے سپاہی تھے

اس کے بعد وہ ہر قوم اور قبیلے اور ہر ملک اور شہر کے لوگوں کو جو مغلوں کی فوج میں بھرتی ہوکر آے تھے، گنواتا ہے اور کہیں کہیں ان کے عادات و خصائل کو ہجو یہ رنگ میں بیان کرتا ہے -

مغولاں کیتے ملک و کے شہر کے
کیتے ہندو کوئی ماورالنہر کے
چغتے قزل باش اذبک بلی
قندھاری کتے بلخی و کابلی
مروت کے مفلس محبت کے شوم
فراست کوں طوطی نحوست میں بوم
فریب ان کے فن میں بڑا برد ھے
جلم جن کا ابلیس شاگرد ھے
نچھے جن میں اصلا مروت کی بوے
کریں اُس سوں بد جس سے نیک اُن پہ ھوے
تھگا نیچہ دنیا کو مادر کہیں
چھپا لوز ظاھر کوں خواھر کہیں
(تھگنے کے لیے دنیا کو مادر کہتے ھیں اور نفسانی خواھشات کو چھپا کر ظاھر میں خواھر کہتے ھیں یعنی

شعر۔ کتا ہوں اتا فوج دہلی کی بات
چلے تھے دکن دل پہ کس دھات سات

(مطلب) اب میں دہلی کی فوج کا حال سناتا ہوں کہ وہ کس ڈھنگ سے دکن کے لشکر پر چڑھی تھی

شعر۔ کہ جس فوج کو دیکھنے میں سمج
دسے نا کسے انتہا ہور اوبج

(مطلب) ایسی فوج کہ جس کی انتہا اور ابتدا سمجھ میں نہیں آتی تھی

شعر۔ ہتھیاں کا عرابہ چلے میل میل
نہنا جس میں سردار اصحاب فیل

(مطلب) ہاتھی گاڑیوں کا پرا آہستہ آہستہ چلتا تھا جس میں کا سب سے چھوٹا اصحاب فیل کے ہاتھیوں کا سردار تھا

شعر۔ سراسر اگر بھار سارا دسے
تو یک فوجدار اُس میں دارا دسے

(مطلب) اگر ساری فوج کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھا جائے تو ایک ایک فوجدار دارا کے رتبے کا معلوم ہوتا تھا

شعر۔ سبک منصبی ہور بھاری کتے
اتھے کئی صدی ہور ہزاری کتے

(مطلب) کچھ ان میں چھوٹے منصب دار تھے اور کچھ بڑے بڑے منصب دار؛ کچھ صدی تھے کچھ ہزاری

شعر - دسے فوج دریا نمن ہر طرف
لگیں رست چھتریاں کی موجاں پہ کف
(مطلب) فوج ہر طرف دریا کی طرح نظر آتی تھی
اور چھتریوں کی قطار ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے موجوں پر کف

اسی طرح بیان کرتے کرتے کہتا ہے کہ زمین فوج کی رگڑ سے اس قدر پیسی گئی اور پائمال ہوئی کہ اس کی گرد کا ایک کرہ آسمان کے طبق میں جا جما - یا یوں کہو زمین کے بستر خاک کو اونچا کر دیا ہے اور اس کا پردہ افلاک پر جا باندھا ہے - آخر میں کہتا ہے -

کہیں کیا ابہال آکہ اوترا ہے وہاں
بڈی ہے زمیں یا نویا آسماں

گویا وہاں ایک بادل اُتر آیا ہے؛ یا تو زمین اونچی ہو گئی ہے یا آسمان نیچا ہو گیا ہے —

اس باب میں اُس نے دھلی کی فوج کا بیان بڑے لطف سے کیا ہے - لشکر کی بہتات، اس کی عظمت، ہندوستان و ایران و ترکستان کے مختلف اقوام اور قبائل کے لوگوں کی شرکت، ہاتھیوں کے پرے، اسلحہ کی کثرت وغیرہ تفصیل سے بیان کی ہے مگر ساتھہ ساتھہ چٹکیاں بھی لیتا جاتا ہے اور یہ سارا بیان اچھی خاصی ہجو ملیح ہو گیا ہے - یہاں میں اس کا اکثر حصہ نقل کیے دیتا ہوں —

شعر- کریں پائیں سلمکہ تو یک دم میں دور
دھریں سونق گویا قیامت کا صور
(مطلب) اس کی سونقوں قیامت کا صور ہیں
جو سامنے آیا اسے تو اُٹھا پھینکتے ہیں

شعر- لکوی باغ بن رکھہ دسے دل فریب
نہ گیج باج کوی دل پکڑتا ہے زیب
(مطلب) جیسے کوئی باغ درختوں کے بغیر بھلا نہیں معلوم ہوتا
اسی طرح کوئی لشکر ہاتھی بغیر اچھا نہیں لگتا
فوج کے کوچ کو کس خوبی سے بیان کیا ہے

شعر- ہوئی فوج جیوں مستعد جس گھڑی
دماموں پہ چوندھرتے لکڑی پڑی
(مطلب) جس گھڑی فوج مستعد ہوی تو دماموں
پر چاروں طرف سے ضربیں پڑنے لگیں

شعر- گگن پر ستارے ہوے حال میں
ھدرتا ہے سیماب جوں تھال میں
(مطلب) آسماں پر ستارے یوں ہلنے لگے
جیسے پارہ تھال میں ہلتا ہے-

شعر- جتے بھور و برغم جو بجنے لگے
سوا لاکھہ پربت گرجنے لگے
(مطلب) جتنے قرنا اور نقارے تھے سب بجنے لگے
گویا سوا لاکھہ پربت گرج رہے تھے-

ھاتھی کے بیان میں بہت سے شعر لکھے ھیں ، یہاں صرف چند لکھے جاتے ھیں —

شعر - چلیں پردسیں پاکھراں سوں سنور
فرشتے چہ اُوڑتے ھیں جیوں کھول پر

(مطلب) جب پاکھروں سے سنورے سنوارے چلتے ھیں تو یہ معلوم ھوتا ھے کہ فرشتے پر کھولے اُڑ رھے ھیں

شعر - سہیں کوہ البرز سے مست گج
یکیک آھنی برج قامت سوں سج

(مطلب) ایک ایک آھنی برج سے سجے ھوے مست ھاتھی کوہ البرز معلوم ھوتے ھیں

شعر - لٹکتے چلیں پر لگیں گرد باد
دسیں ھال اتھنیں غلولے کی ناد

(مطلب) اگرچہ ناز سے چلتے ھیں تو بھی بگولا معلوم ھوتے ھیں دوڑتے ھیں تو معلوم ھوتا ھے توپ کے گولے ھیں

شعر - مخالف کے دل پر تو دریا کا لوٹ
اپس فوج انگے بن وو چلتا سو کوٹ

(مطلب) مخالف کے لشکر پر دریا کا سا سیلاب ھیں اور اپنی فوج کے آگے چلتے ھوئے قلعے ھیں

شعر - دھریں ملک کی فتح یابی کا آز
کلیداں سوں داتاں کی کھولیں کیواڑ

(مطلب) ملک [illegible] کے [illegible] فتح باب [illegible] کا [illegible] سہارا [illegible] ھیں اپنے دانتوں کی کنجیوں سے کواڑ کھولتے ھیں

شعر - دسے جیب اژدر کی سیف آبدار
اوڑیں وار کرنے میں چلکیاں ہزار

(مطلب) سیف آبدار اژدھے کی زبان معلوم ہوتی ھے
جس سے وار کرتے وقت ھزاروں چنگاریا اڑتی ہیں

قسم قسم کے گھوڑوں کی کیفیت ' ان کے رنگوں اور ان کی سرعت کا بھی ذکر آتا ھے :—

شعر - اچلبک کئی بھانت اچھل تونگ
پون پیچ کھاوے اتھیں پر نسلگ

(مطلب) سیکڑوں قسم کے تیز طرار گھوڑے کہ جن
کے چلنے پر ہوا پیچ و تاب کھاتی ھے

شعر - دریائی جو دریا پر سٹتے ہیں دھانوں
نہ دیتے ھیں لگنے کوں پانی پہ پانوں

(مطلب) دریائی (گھوڑے) جب وہ دریا پہ دھاوا
کرتے ہیں تو پانو کو پانی نہیں لگنے دیتے

شعر - کنچی ' روپ ونتی ' چنچل من ہرن
بھولے سد تھکاں اُن کی دیکھت پون

(مطلب) ایسے دل موہنے والے ' چنچل ' حسین ' طرار
کہ جن کے ناز و انداز دیکھکر ھوا کے بھی ھوش جاتے رھتے ہیں۔

شعر - سبک سیر ترکی دسیں گرد باد
گزر جائیں گلشن پہ بارے کے ناد

(مطلب) سبک سیر ترکی بگولے معلوم ہوتے ہیں
وہ گلشن پر سے ہوا کی طرح گزر جاتے ہیں

شعر - بھوکا اژدھا رن پو بھالا دسے
دندی کاچ جیو تس نوالا دسے
(مطلب) بھالا رن میں بھوکے اژدھے کی طرح ھے
دشمن کی جان اس کا نوالا معلوم ھوتی ھے

شعر - جو برچی چھوٹی جا پر نہار ھے
وو ھو ناگنی اُز لڑ نہار ھے
(مطلب) برچھی چلنے میں جان کی لیوا ھے
وہ ایک ناگن ھے جو اُڑ کے ڈستی ھے -

شعر - کمند ھار ھو جا پڑے جس گلے
انکھیاں میں نہ جیو لیاے بن چھپ ٹلے
(مطلب) کمند جس گلے کا ھار ھو کر جا پڑے تو وہ
بغیر آنکھوں میں دم لاے نہیں ٹلتی

شعر - فرنگ ھر اجل کی ندی کا ھے پاٹ
ڈوباتا ھے جیو جس کے پانی کا کاٹ
(مطلب) تلوار اجل کی ندی کا پاٹ ھے
جس کی آب کا کاٹ جانوں کو ڈبو دیتا ھے

یہ دو شعر خاص طور پر قابل ملاحظہ ھیں
شعر - پٹا رن کے دریا کا دستا نہنگ
کرے دم کی جھڑپوں دو دھڑ بے درنگ
(مطلب) پٹا رن کے دریا کا نہنگ معلوم ھوتا ھے
جو اپنی دم کی جھڑپوں سے دھڑ دو ٹکڑے کر دیتا ھے

تیار ہو جاتے ہیں اور کچھ فوج میدان میں لڑنے مرنے کے لیے جاتی ہے، اور جو علاقہ مغلوں کے تصرف میں تھا اس پر حملہ شروع کرتی ہے —

ان لڑائیوں میں کبھی پسپائی ہوئی اور کبھی کامیابی - لیکن نصرتی ہر بار اپنی ہی فتح بتاتا ہے - ان کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے مگر ہر موقع پر اس نے جو رزمیہ بیان لکھے ہیں وہ بلا شبہ قابل تعریف ہیں - مثلاً جنگ کی تیاری، بہادروں کی نبرد آزمائی، ہتھیاروں کا چلنا، گھوڑوں کی باد پیمائی، ہاتھیوں کا جوش و خروش، غرض پورا جنگ کا سماں دکھایا ہے - رزمیہ شاعری کا یہ کمال قدیم اردو زبان میں کہیں نہیں پایا جاتا اور ضمیر اور انیس سے قبل کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی - یہ سچ ہے کہ نصرتی میر انیس یا زمانۂ حال کے بعض رزمیہ نگار مرثیہ نویسوں کو نہیں پہنچتا لیکن یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس نے میر انیس وغیرہ سے سوا دو سو برس پہلے ان مضامین پر طبع آزمائی کی ہے —

یہاں بعض مقامات سے کچھ کچھ شعر نقل کیے جاتے ہیں - مثلاً وہ اپنی فوج کے ہتھیاروں کا ذکر یوں کرتا ہے -

شعر - جو ہے تیر ہر یک اجل کی چیٹی
لگے پر لیے جیو بن نہیں چھوٹتی

(مطلب) ہر تیر اجل کا پروانہ ہے جو لگنے پر بغیر جان لیے نہیں چھوڑتا

میں شریک ہیں - ان میں ہندو اور مسلمان دونوں ہیں - کوچ سے پہلے پھر تمام فوج سے خطاب کرتا ہے اور اہل فوج اپنی جاں نثاری کی تجدید کرتے ہیں —

اُدھر سے چے سنگھ کی فوج نے عادل شاہی علاقے پر یورش کی اور قلعہ منگل بیڑ پر قبضہ کر کے سر افراز خاں کو پانچ ہزار سوار کے ساتھہ وہاں متعین کر دیا - جب اس کی خبر شرزہ خاں کو پہنچی تو اس نے فوراً ادھر کا رخ کیا - بیجا پوری فوج کے پہنچنے پر سر افراز خاں نے (خلاف احکام چے سنگھہ) قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا - تھوڑی دیر خوب لڑائی ہوئی اور سر افراز خاں عین کارزار میں مارا گیا - مغلوں کی باقی فوج قلعے میں جاکر محصور ہو گئی - اور جب بیجا پوری بندوقوں کی زد میں آگئے تو گولیاں مار مار کر بھگا دیا - لیکن نصرتی اور عادل شاہی مورخ یہ لکھتے ہیں کہ شرزہ خاں نے قلعے پر تسلط کر لیا مگر اتنے میں عبدالمحمد اور محمد اخلاص خاں کا خط پہنچا کہ غنیم سے ان کا دو تین دن میں بڑا معرکہ ہونے والا ہے فوراً چلے آؤ - شرزہ خاں نے اسی وقت منگل بیڑہ سے یلغار کی اور عادل شاہی لشکر سے جا ملا —

اصل لڑائی اب شروع ہوتی ہے - چے سنگھہ اپنا لشکر لے کر بیجا پور کے قرب و جوار میں آ پہنچتا ہے اور بیجا پوری قلعے میں محصور ہو کر مقابلے کے لیے

لویں چھپ مغل لے عراہے کا اوٹ
همیں بھس دل میں کریں لوٹ پوٹ
کہاں رہے یہ اوسان او چھوڑتے
همیں کوتہ هتھار سوں جھوڑتے
مغل آکہ اول جولت کھاے هیں
دکھن کی لڑائی سے کندراے هیں
ایس موت کے وقت فرزند کوں
کہے یاد رکھہ پوت اس پلد کوں
دکھن کی مہم پر تجھو روز گار
کہ زنہار نیں او پھر آنے کی تھار
یہ آتے سو اکثر هیں وو پوت عاق
جو نہچے هیں ماواں لیے پر طلاق

آخر کے تین شعر قطعہ بند هیں - جن کے معنے یہ هیں کہ مغلوں کا هر سپاهی مرتے وقت اپنے بیٹے کو یہ وصیت کرتا ہے کہ یاد رکھو کہ جب کبھی دکھن کی مہم در پیش آے تو نوکری سے دست بردار هو جانا کہ وهاں جانے کے بعد واپس آنے کی هرگز کوئی توقع نہیں رهتی - (اس کے بعد کہتاہے) کہ یہ نوجوان جو مغلوں کی فوج میں هیں یہ وہ هیں جنھیں ان کے باپوں نے عاق کر دیا ہے اور مطلقہ ماؤں کی اولاد هیں

اگلے بیان میں اس نے تمام قوموں اور ملتوں اور خیلوں اور قبیلوں کے نام گنواے هیں جن کے بہادر افراد فوج

آخری شعر یہ ہے —

رکھو آج مردی سوں ہو مرد نام

تمن نام ہوے ہور ہمارا سو کام

(اے جواں مردو ! آج مردی کی لاج رکھہ لو ' تمہارا نام ہو اور ہمارا کام) -

یہ لوگ اس کے جواب میں سلطان کی تعریف ' مغلوں کی بیوفائی کی مذمت کرتے ہیں اور اپنی وفاداری اور جان نثاری کا اپنے آقا کو اطمینان دلاتے ہیں - اور اپنی اور مغلوں کی لڑائی کے ڈھنگ کا مقابلہ کرکے اپنی شجاعت اور ان کی بزدلی کا خاکہ کھینچتے ہیں - اس مقام کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

زمانے میں شاہ یگانہ تُہیں

حقیقت میں شاہ زمانہ تُہیں

غریباں نوازی ہے تجھہ بندگی

تری بندگی مایۂ زندگی

تری نعمتاں کھا سکے ہم تمیز

نمک او یہی وقت کرنا ہے چیز

مغل اصل نامرد ہور حیلہ گر

شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور

مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ

ہمیں قبضہ جمدھار و گُردا فرنگ

دکھایا ہے دریا کوں کویک سراب
رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب

اگھنی کوں سمجھیا دیا لالہ زار
اناراں کے دانے دسے تس انگار

(مغل ہم سے بد عہد ہو گیا ہے - اُسے ابلیس نے ایسا بہکایا ہے کہ اُسے سراب دریا اور گلاب زہر ہلاہل نظر آتا ہے - گلخن لالہ زار اور انگارے انار دانے دکھائی دیتے ہیں) -

کیا سو مہم پا ہمن تے مدد
ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد

(ہمیں سے مدد پا کے تو مہم سر کی اور اب ہمیں سے بد گمان ہو گیا ہے) -

اگر متفق بد سوں بد جلس ہے
ولے مجھہ مدد خالق انس ہے

اوسے گو چہ بل بت پرستی اچھے
ہمن قرب ربی کی مستی اچھے

(اگر بد اور بد جلس متفق ہو گئے ہیں (مغلوں اور شیواجی کے اتفاق کی طرف اشارہ ہے) تو ہمیں اپنے خالق سے مدد کی امید ہے - اگر اُسے بت پرستی کا بھروسا ہے تو ہمیں قرب رب کی مستی کافی ہے) -

غرض اس قسم کی تقریر سے اصل حقیقت بیان کرکے اپنے امرا اور بہادروں کو جوش دلاتا ہے - تقریر کا

غرض سب بیرونی انتظام کرنے کے بعد قلعہ کی شکست ریخت، حصار کی درستی، سامان رسد کی فراہمی وغیرہ کے تمام انتظام اندرون قلعہ کیے جاتے ہیں اور جنگ کے لیے تیاریاں مکمل کرلی جاتی ہیں - اس کا بھی کسی قدر تفصیل سے ذکر ہے ــــ

جب قلعہ کے اندر تمام انتظامات مکمل ہوگئے اور فوج کیل کانٹے سے لیس ہوگئی تو سلطان علی عادل شاہ نے اپنے خاص خاص امرا و وزرا اور فوجی سرداروں سے مشورے کے لیے مجلس منعقد کی - جن میں (بقول نصرتی) عبدالمحمد، میں اخلاص خاں، خان شرزا، عبدالکریم ابن عبدالرحیم، یکوجی فرزند شاہ جی شریک تھے - ان سب کی حسب لیاقت و درجہ تعریف کی ہے - ان سب سے مخاطب ہوکر سلطان نے فرمایا ــــ

رہنا گھر دکن کا تمارے تے تھانب
کہ ہیں سلطنت کے تمیں آج کھانب

(دکن کا گھر اب تمہارے ہی سنبھالے سنبھلے گا کیونکہ تمہیں اس سلطنت کے سہارا (کھم) ہو ــــ

ہوا ہے مغل آج بد عہد کل
اوچانے پہ ہے یہاں تلک آکہ غل

اگر پیش رو اہل تلبیس ہے
اُسے رہنما نسل ابلیس ہے

نسیم صبا آکے خوشبوی لگائے
گگن تس کی مہکار تے مکمکائے
ہر یک خانہ کشمیر کا شہر ہے
ہر یک کونچہ یک ماوراالنہر ہے
بڑا شہر و خوش چوک ہر تھار کئی
یکیک چوک میں چار بازار کئی
. . . .
. . . .
زہے مطلع نور لامع اہے
بزرگی میں مسجد یہ جامع اہے
ہوویں معتکف عرش کے جہاں ملک
مسیحا کو جس حجرہ چو تھا فلک
قیامت کوں بیت المقدس کی تھار
کریں انبیا یہاں نماز اختیار
گگن پر پڑے سایہ جس فرش کا
نمونہ ہے تس سقف میں عرش کا
. . . .
. . . .
مسافر جو ہوے بحر و بر کا نوا
دیکھنہار ہر ملک کا پھر نوا
جب اس معدنِ کامرانی میں آئے
وطن یہانچ کر سب جہاں بھول جائے

(آسماں اس کے گھیرے کی بڑائی کے سامنے ایسا ہے جیسے دائرے کے بیچ میں نقطہ) ـــ

یہ کیفیت تو قلعہ اور اس کے بیرونی حصے کی تھی ' اب اندرونی یعنے شہر کی حالت دیکھیے : ـــ

بہتر جلوہ گر باغ دھرتی سو نور
قصوراں سے جہاں قصر خوباں سو حور
بھرے حوض کوثر سے جل سلسبیل
قدم در قدم دجلہ و رودِ نیل
چمن خاص جہاں زاں سوں یوں بے عدد
دسیں جیوں قلم کار بوتیاں کے قد
دیکھت پھولبن بولتے دور بیں
مگر اور بیٹھی ہے نیلک زمیں
ہوا دیکھ ہر قطعہ خوش رنگ کا
خجل تختہ مانی کے ارژنگ کا
ٹھنڈا باؤ بیمار دل کی دوا
کرے روح کا روح تازہ ہوا
دھرے سبزہ خاصیت مشک اپن
چریں بے خطا جہاں ختن کے ہرن
صبا کر کنگی باؤ کی بالے بال
پرو جائے شبنم کے موتیاں کوں ڈھال
بھکے کالوے پھول مالے دسیں
طرے سرو کے روپ آلے دسیں

کنگرہ چھتری کا کام دے گا) —

یوں چڑ سکیا نہیں کد ھیں تت بلند
دھویں کا بی ست کنگرے پر کمند

(دھوئیں کی کمند ڈال کر بھی ہوا آج تک اس کی بلندی تک نہیں پہنچ سکی) —

اگر آسرے تت کے نکلے تو چاند
صبا ھوے چڑ آے لگ ویچھ کاند

(اگر چاند اس کی فصیل کے قریب نکلے تو صبح ھوے تک اُسی ایک دیوار تک رھے) —

بدل کاچ تکڑا کنگورا دسے
کڑ کتی جو بجلی زنبورا دسے

(اس کی فصیل کا کنگوا بادل کا تکڑا معلوم ھوتا ھے اور کڑکتی بجلی اس کنگرے پر کی بندوق ھے) —

نہیں کوی کنگورا بی ڈونگرتے کم
زنبورا ھر ایک افعیء تیز دم

(ھر کنگرا پہاڑ سے کم نہیں اور اس کی ھر ھر بندوق تیز دم افعی ھے) —

زحل دیکھہ جس کے عرابے کا پھیر
دسیا لنگ ھو سیر کرنے تے سیر

(زحل اس کی توپوں کا زنجیرہ دیکھہ کر سیر کرنے سے تھک کر لنگڑا ھوگیا) —

بزرگی میں جس پھیر کے آسماں
دسے فقط جیوں دائرے کے میاں

اس باب کی ابتدا نصرتی نے قلعۂ بیجاپور کی تعریف سے کی ہے اور اس کی شان و شوکت، اس کی سرسبزی و خوشحالی اور ثروت و عظمت کا بیان کرنے کے بعد بادشاہ کے حکم سے اس کے باغوں اور کھیتوں کے برباد کرنے، اُس کے پوروں اور آبادیوں کے مسمار کرنے اور اس کے نہروں اور حوضوں کے توڑ ڈالنے کا افسوس ناک ذکر کرتا ہے - اسے پڑھ کر افسوس ہونے لگتا ہے اور اہل بیجاپور اور اس کے سلطان سے ہمدردی ہوجاتی ہے - قلعہ کی تعریف کے صرف چند شعر نقل کرتا ہوں —

فلک یو جو دھرتا ہے دیدے ہزار
ندیکھا ہے اتنا بڑا کہیں حصار

زہے کوٹ عالی بجاپور کا
کہ ہے برج بیت الشرف سور کا

کرے تت بلندی میں کیواں سوں بات
کلنگورے چھینے بام ہفتم کوں ہات

(اس کی فصیل اتنی بلند ہے کہ زحل سے باتیں کرتی ہے اور اس کے کُنگرے فلک ہفتم کو ہاتھ سے چھولیتے ہیں) —

فلک دھوپ لگ کر پریشان ہوے
کلنگورا ہر یک تس سوریا بان ہوے

(فلک اگر دھوپ سے پریشان ہوجاے تو اس کا

باغوں کی بربادی کے متعلق لکھتا ہے —

تلف یوں یتے تازہ باغاں ہوے
فلک پر گلاں جن کے داغاں ہوے
پرندیاں کوں کہیں باغ و بن نہیں رہیا
چراگاہ ہور کہیں وطن نہیں رہیا

نہ تھی دھوپ جہاں وہاں کھڑا آفتاب
لگیا آب کی تھار بہنے سراب
(یعنے جہاں کبھی دھوپ کا گذر نہ تھا وہاں آفتاب کھڑا تھا اور پانی کی جگہ سراب بہ رہا تھا) —

رہیا سب ہو بربادیوں بے قصور
اوڑایا ہے گویا قیامت کا صور
کف دست بھوئیں یوں ہوئی سر بسر
دیکھیں کوٹ پرتے نظر کر اگر
ڈھلے جس رخن گولہ بہنے کی تھار
نہ تھارے لگے لگ فلک کے کنار

(یعنے قلعہ پر سے اگر نظر دوڑائی جاے تو ساری زمین کف دست کی طرح صاف نظر آتی تھی - اگر قلعہ سے گولہ مارا جاے تو انڈے کی طرح لڑھکتا چلا جاے اور جب تک آسمان کے کنارے نہ لگ جاے اس وقت تک نہ تھیرے) —

یہ سارا انتظام میرزا یوسف کے سپرد تھا - مرزا کی نصرتی نے بہت تعریف لکھی ہے —

شعر - مواس و منیوار عالی مقام
لے آئے اتھے پاے دل جو تمام
(مطلب) عالی مرتبت مواس اور منیوار
اپنی پیدل فوجوں کو لے کر حاضر ہوے

شعر - سلامت رکھنا کر بڑا شہ کا گھر
اوتھے تھے سو سب جیو یہہ کرنے کھتر
(مطلب) تا کہ بادشاہ کا گھر سلامت رہے وہ
جان جوکھوں کے لیے آمادہ تھے -

شعر - خوش اس دھات فوجوں پہ فوجاں چلیاں
کہے توں کہ دریا پہ موجاں چلیاں
(مطلب) فوجوں پہ فوجیں اس ڈھنگ سے چلیں
گویا دریا پہ موجیں چل رہی ہیں

بادشاہ نے ایک دور اندیشی یہہ کی کہ شہر کے گرد جس قدر باغ ' نہریں ' حوض ' تالاب اور پورے تھے ان سب کو مسمار کر دینے اور توڑ دینے کا حکم دیا - اور باولیوں اور کنوؤں میں زہر ملا دینے کا انتظام کیا گیا - تاکہ غنیم کو نہ کوئی جاے پناہ ملے اور نہ پینے کو پانی نصیب ہو —

حوضوں اور تالابوں کے توٹنے سے پانی جو ایک دم زور شور سے بہا ہے تو اُس کی کیفیت یوں لکھی ہے

دسے دور تے یوں وہ پانی جنجال
زمیں حوض ہوی ہور فلک تس کنجال

شعر - طمع ات منافق پہ غالب ہوئی
ڈوبانے کوں تس نائوں طالب ہوئی

(مطلب) طمع اس منافق پر اس قدر غالب
ہوی کہ ننگ و نام ڈبونے پر آمادہ ہوگیا

شعر - سنچے مرد سوں راست بازی کوں چھوڑ
ملگیا کھیلنے ملکہ جھوٹے سوں ہوڑ

(مطلب) مرد صادق سے راست بازی چھوڑ دی اور جھوٹے سے مل کر
فن فریب کھیلنے لگا

شعر - طمع اہل عزت کوں کرتی ہے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار

وغیرہ وغیرہ -

اب نیا دور شروع ہوتا ہے - مغلوں اور شیواجی کی باہم صلح ہوجاتی ہے اور علی عادل شاہ کا مغلوں سے مقابلہ ہوتا ہے —

علی عادل شاہ کو جب اس غداری کی خبر ملی تو سخت پریشان ہوا - مُلا خرم اور مُلا احمد کو بھیجا کہ وہ جے سنگھ سے گفتگو کرکے اُسے راہ پر لائیں لیکن اس گفت و شنید کا کچھہ اثر نہ ہوا - مجبوراً جنگ کی تیاری ہوی - آس پاس کے زمینداروں اور باج گزار سرداروں کو فوج و حشم لے کر حاضر ہونے کا حکم ہوا —

شعر -   کدھیں فوج دھلی کی اس شان سوں
چلی تھی نہ یوں ساز و سامان سوں

(مطلب) دھلی کی فوج نے کبھی اس شان اور ساز و سامان سے کوچ نہیں کیا تھا -

---

شعر -   رکھیں پیت میری تو کیا کر کہ فن
یدی ایکہ دیتا ھوں ملک دکن

(مطلب) اگر تم میری پشتی بانی کرو تو ایک چال چل کر ملک دکن تمھیں دلا دیتا ھوں

شیواجی نے جب یہ سبز باغ دکھایا تو جے سنگھہ پر کیا اثر ہوا —

شعر -   سنیا جب سیویا تے یو جھسنگ لاف
اپس شہ کے وعدیاں کوں کیتا خلاف

(مطلب) جے سنگھہ نے جب شیواجی کی یہ لاف سنی تو بادشاہ سے جو وعدے کیے تھے ان سب کو بھول گیا

شعر -   قوی رابطہ مرد صادق سوں توڑ
ملیا کٹیے میں مفسد کے اخلاص جوڑ

(مطلب) مرد صادق سے قوی رشتے کو توڑ کر مفسد کے کھنے میں آگیا اور اُس سے رابطہ قائم کر لیا

شعر -   کہ تھا اصل میں اس سے ھم جنس نیت
منگیا رکھنے کافر نے کافر کی پیت

(مطلب) کہ وہ دونوں اصل میں ایک ھی جنس کے تھے کافر نے کافر کی حمایت کی -

---

شعر - طمع جیو بچانے کوں ایسا دیکھا نوں
پڑیں شرم ست پھر وو مہریچھ پانوں
(مطلب) اپنی جان بچانے کو ایسا لالچ دوں گا کہ
وہ بے حیائی سے الٹے میرے ہی پاؤں پڑیں گے

شعر - نہ نامرد کے دل پہ انکار آے
گنوا لاکھہ عزت کوں یک جیو بچاے
(مطلب) نامرد کو کچھہ بھی غیرت نہیں آتی
وہ لاکھہ عزت کھوکر اپنی جاں بچا لیتا ھے -

شعر - نہ چیے قدر کچھ مال کی چور پاس
پھوکٹ لے گنواوے پھوکٹ اور پاس
(مطلب) چور کے نزدیک مال کی کیا قدر '
مفت میں ھاتھہ آتا ھے اور مفت میں دوسرے کودے دیتا ھے -

اس کے بعد لکھتا ھے کہ شیواجی نے جے سنگھہ کو کیا پٹی پڑھائی —

شعر - کہ تم آج اگر مجھہ پکڑتے ھیں ھات
تو کرتا ھوں یک کام اس دھات سات
(مطلب) اگر تم میری دستگیری کرو تو میں ایک
ایسا کام کرتا ھوں

شعر - نکوی آج لگ کر سکیا ھے وو کام
تمارے تے ھو آبدی جگ میں نام
(مطلب) کہ آج تک کسی سے نہ ھوسکا اور تمھارا نام دنیا
میں ابدالآباد تک رھے گا

شعر - اتا گھر تے ھت دھو بلا ٹالنا
نہ چپ گھر برابر اپس جالنا

(مطلب) (شیواجی اپنے دل میں سوچتا ھے) کہ اب گھر
سے ھاتھہ دھو کر (یعنے ملک دے کر)
اس بلا کو ٹالنا چاھئے - گھر کو جلتے
دیکھہ کر خود بھی جلنا مناسب نہیں -

شعر - * منڈا سا گنوانا بھلا سر کی تھار
کہ بانچیا تو یک سر منڈا سے ھزار

(مطلب) سر کے بجاے منڈاسے کا کھو دینا بہتر ھے
کہ اگر سر بچ رھا تو منڈاسے ھزاروں -

شعر - مغل سوں تو بہن سخت کہتا ھوں کھوڑ
وولے گھر مجے چپ نہ دیویں گے چھوڑ

مطلب) میں نے مغلوں سے سخت دغا کی ھے وہ بغیر
گھر (ملک) لیے مجھے یونہیں نہ چھوڑ دیں گے -

---

* محمد ابراھیم زبیری نے اپنی تاریخ بساتین السلاطین میں اس موقع
پر بالکل اسی شعر کا ترجمہ لکھہ دیا ھے - در اصل یہ پرانی کہاوت ھے-
وہ لکھتا ھے " مثل مشہور است درمیان مردم کہ چوں سر سلامت باشد
دستار کم نیست " (صفحہ ۲۰۳)

اس لڑائی میں نصرتی نے شاہ حضرت، سیدی سرور اور شیخ میراں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے —

اتنے میں جے سنگھ کی سرکردگی میں مغلیہ فوج بھی آجاتی ہے اور قلعۂ پورندہ کو فتح کر لیتی ہے۔ نصرتی اس فتح کا ذکر بڑی حقارت سے کرتا ہے یعنی اصل جان جوکھوں کا کام تو بیجاپوری فوج نے کیا تھا اس میں مغل فوج کی کیا بہادری ہے۔ کہتا ہے۔

تو فرصت مغل پا کیا گڑ کوں زیر
کہ اندلے نے جوں چانپ پکڑیا بٹیر

(یعنی مغلوں نے موقع دیکھ کر قلعہ فتح کر لیا۔ گویا اندھے کے ہاتھ بٹیر لگ گئی) —

جب شیواجی نے یہ رنگ دیکھا اور کوئی مفر نظر نہ آیا تو اس نے پھر دام تزویر بچھایا اور جے سنگھ سے ساز باز شروع کیا۔ شیواجی آدھی رات کو جے سنگھ سے جاکر ملا اور بعض شرائط پر جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں باہم صلح ہوگئی۔ نصرتی نے اس غداری پر بہت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس شکست کے بعد شیواجی کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے اور مغلوں سے مل جانے کا جو منصوبہ سوچتا ہے اُسے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے —

(مطلب) ہوا کا رنگ سرخ ہو گیا تھا
اور ابر پر شفق نمودار تھی

یہ چند شعر رزمیہ بیان کی کیفیت دکھانے کے لیے کافی ہیں - اس سے نصرتی کا کمال شاعری معلوم ہوتا ہے —

جنگل میں بھاگتوں کی حالت کو کیا خوب بیان کیا ہے - صرف تین شعر نقل کیے جاتے ہیں —

شعر - لیا نہا تتیاں کا ہو ہر جھاڑ کال
موندا ساچ کوی کوی سو جھونٹے کے بال

(مطلب) بھاگتوں کا درختوں نے برا حال کیا
کسی درخت نے مقنا سا اتار لیا اور کسی نے سر کے بال

شعر - ستیا آنگ پر جس کے کانٹے نے ہات
لیا کاڑ کپڑیاں کوں چنبڑی سنگات

(مطلب) جس کسی کے بدن پر کانٹے نے ہات مارا
تو چمڑی سمیت کپڑے اتار لیے

شعر - جتا جھاڑ پھنا دسیا اُس گھڑی
رنگا رنگ تکڑیاں کی یک گودڑی

(مطلب) اُس دم درخت رنگ برنگ کے
چیتھڑوں کی گودڑیاں بنے نظر آتے تھے

ان اشعار میں درختوں سے الجھنے کی کیا اچھی اور صحیح تصویر کھینچی ہے - اس میں تھوڑا سا ظرافت کا پہلو بھی ہے —

شعر - سلاحاں میں کھڑکاں جو دھسنے لگے
اگن ہور رگت مل برسنے لگے

(مطلب) تلواریں جو اسلحہ میں گھسنے لگیں
تو آگ اور خون مل کے برسنے لگے

شعر - ہویاں لہو کیاں چھٹکاں ہوا پر بخار
ستیں تیغ جیباں تے شعلے ہزار

(مطلب) لہو کے چھینٹے ہوا پر پہنچ کر بخار بن گئے
تلواروں کی زبانوں سے ہزاروں شعلے نکلنے لگے

شعر - بھریانس کا کھڑکاں کی چنگیاں تے روپ
ہوا نرم چندناسو سب گرم دھوپ

(مطلب) تلواروں کی چنگاریوں سے رات کا روپ ہی کچھ اور ہوگیا
اور نرم نرم چاندنی گرم دھوپ ہو گئی

شعر - ہوا پر شراریاں کا ات کھیل تھا
اوڑے لہو سو تس آگ پر تیل تھا

(مطلب) ہوا پر شراروں کا تماشا نظر آتا تھا
اور لہو جو اُڑ رہا تھا وہ گویا آگ پر تیل کا کام دے رہا تھا -

شعر - فرنگاں پہ لہو کے کھلالے دسیں
انیاں پر تے دھاراں پنالے دسیں

(مطلب) تلواروں پر لہو کے فوارے جاری تھے
اور انیوں پر سے خون کی دھاریں پر نالوں کی طرح بہہ رہی تھیں

شعر - یوں کوں سرنگ رنگ پیدا ہوا
شفق ابر پر سب ہویدا ہوا

شعر - فلک سوں دسیں بانس بھڑ یوں اپار
کہ منصور یک ہور ہزاراں ہیں دار

(مطلب) بانس آسماں سے یوں بھڑے ہوے نظر آتے ہیں
گویا منصور تو ایک ہے اوردارین ہزاروں ہیں

شعر - گویاں بھوئیں چھپے خاص باگاں کے گھر
بندے بانس جالیاں سوں موں پر جھجر

(مطلب) اس کی زمین میں شیروں کے خاص گھر تھے جن کے منہ
پر بانسوں نے گھنی جالیاں بنا رکھی ہیں

شعر - دسیں جا بجا غار و خونریز خار
قدم در قدم طشت و نشتر ہزار

(مطلب) جا بجا غار اور خونریز کانٹے نظر آتے ہیں
اور ہر قدم پر ہزاروں طشت اور نشتر موجود ہیں

جنگ کا بھان بھی بڑی تفصیل اور بڑے جوش و خروش
سے لکھا ہے مثلاً ــــ

شعر - کھنڈا کھن تے کھڑ کاں کے یوں شور اُٹھیا
جو تن میں پہاڑاں کے لرزا چھوٹیا

(مطلب) تلواروں کی کھنا کھن سے وہ شور اٹھا
کہ پہاڑوں کے تن بدن میں لرزا پیدا ہو گیا

شعر - بلا نیند میں تھے سو ہوشیار ہوئی
اجل خواب غفلت تے بیدار ہوئی

(مطلب) گویا بلا نیند سے ہوشیار ہو گئی
اور اجل خواب غفلت سے بیدار ہو گئی

شعر - ہزارا نچھ نکلے ہیں یک نس پہ سور
کہ چربھا ہے یعلے گلستاں کا نور
(مطلب) گویا ایک رات میں ہزاروں سورج نکلے ہوے ہیں
اور گلستان کا نور چھایا ہوا ہے

شعر - بچھاوے ہو فراش نت نو بہار
رنگا رنگ پھولاں تے صدراں ہزار
(مطلب) نو بہار فراش بنی ہوی ہے اور رنگ برنگ
پھولوں کی ہزاروں مسندیں بچھا رکھی ہیں

شعر - پلکھیرو ہر یک بھات کے دلفریب
دکھاویں سدا رقص و نغماں سوں زیب
(مطلب) طرح طرح کے حسین پرندے اپنے رقص
اور نغموں سے عجب بہار دکھا رہے ہیں

شعر - جوڑے جھاڑ سب مل کے چھاے فلک
ستاریاں کی پکڑی ہے جگ نے جھلک
(مطلب) درخت آپس میں اس طرح جڑے ہوے ہیں کہ آسماں کو
چھپالیا ہے اور زمیں پر ستاروں کی صورت جھلک نظر آتی ہے

شعر - یک یک بانس میں توڑ سٹنے کا خیال
بلند سقف گردوں تے مکڑیاں کے جال
(مطلب) ایک ایک بانس کا یہ حوصلہ ہے کہ وہ آسماں کی چھت
پر سے مکڑیوں کے جالے اتارنے کا خیال رکھتا ہے

شعر - اندھارا ملیا یوں دسے نور سوں
کہ دن جفت ہے شام دیجور سوں

(مطلب) اندھیرا نور سے یوں ملا جلا نظر آتا ہے
گویا دن شام دیجور کا جفت ہے

شعر - اندھارے سوں تارے دسیں دن تمام
کریں بیٹھہ نت وھاں رصد بند کام

(مطلب) اندھیرا اس غضب کا تھا کہ دن کو تارے
نظر آتے تھے اور رصد والے وھاں بیٹھہ کر کام کرسکتے تھے

شعر - وو روئے زمیں گرچہ محبوب ہے
نظر میں سورج کے بھی محجوب ہے

(مطلب) اگرچہ وہ روئے زمیں محبوب ہے لیکن
سورج کی نظروں سے بھی حجاب میں ہے

شعر - زمیں استری ہے سو صاحب جمال
کہے ہے یو قطع اپس مکھہ کا خال

(مطلب) زمیں ایک صاحب جمال عورت ہے اور یہ
قطعۂ زمیں گویا اس کے چہرے کا خال ہے

شعر - اندھارا تو عالم کا ہے وھانچہ جمع
ولے یک اندھارے میں کئی لکھہ ہیں شمع

(مطلب) اگرچہ سارے عالم کا اندھیرا وھاں جمع ہے
لیکن ایک اندھیرے میں (پھولوں کی) کئی لاکھہ شمعیں روشن ہیں

مارا - بیجا پوریوں کے اوسان جاتے رہے لیکن خواص خان نے بڑی ہمت و دلیری سے کام لیا - فوج کی ہمت افزائی کی اور خود تلوار لے کر آگے بڑھا ' سپاہیوں نے یہ دیکھا تو ہمت کر کے توٹ پڑے اور شیواجی کو مار بھگایا —

نصرتی نے اس لڑائی کا حال بڑی خوبی سے لکھا ہے اور ہیبت ناک کوہستان اور جنگل کی عظمت ' اندھیرے اور چاندنی کا سماں دکھانے میں بڑا کمال ظاہر کیا ہے - لکھتا ہے

شعر - کو بل تھا کہستان کے مکھ پہ گھاٹ
معمے سے موہوم تھی جس پہ باٹ

(مطلب) کوہستان کے منہ پر نہایت دشوار گزار گھاٹ تھا جس کا تنگ رستہ معمے سے بھی زیادہ موہوم تھا

شعر - کہ جس باٹ مشکل کا لینے میں نانوں
زباں کا پھسلتا ہے جم مکھ میں پانوں

(مطلب) اس دشوار رستے کا نام لیتے ہوے زبان کا پاؤں ہمیشہ منہ میں پھسل جاتا ہے

شعر - ہور اس گھاٹ کے تل جو ہے کوہ کن
رہوے روز روشن ہو وہاں جو رین

(مطلب) اور اس گھاٹ کے نیچے جو کوکن کا علاقہ ہے وہاں روز روشن رات کی طرح نظر آتا ہے

کرے آسرے پائے کے تُرکی کار
ولے باگ اپنگ مارتا ہے شکار

یکھلاچ انپڑ یوں دھیلکانا کروں
پھلی پھوڑ ایسا بھلکانا کروں

میں نے علی (عادل شاہ) کا نمک کھایا ہے میں مغلوں کے آگے تک کیوں رکا رہوں - چڑی مار آسرا پا کے شکار کرتے ہیں لیکن شیر علانیہ شکار مارتا ہے - میں اکیلا پہاپچ کر حملہ کروں گا اور اس کی فوج کو توڑ پھوڑ کر تہس نہس کر دوں گا) —

اس کے بعد کیا اچھا شعر لکھا ہے جس میں رزم کے ساتھ بزم کا مزہ آجاتا ہے -

کہ باغی کی مجلس وو ساقی نہ رہے
مغل آئے لگ دور باقی نہ رہے

غرض یہ بہادر افواج کا انتظار کیے بغیر چل پڑا اور کوچ پر کوچ کرتا ہوا اور گلجان اور خطرناک جنگلوں کو طے کرتا ہوا ایک گھاٹ پر پہنچا جو بہت دشوار گذار تھا اور شیواجی کے سرحد کے قرب ہی میں تھا - لیکن اس سے بے خبر تھا کہ شیواجی کہاں اور کس طرف ہے - رات کے وقت فوج نے اس جنگل میں جو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا' پڑاؤ کیا - شیواجی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کہ یہ فوج قلیل ہے اور مغلوں کے آنے میں ابھی دیر ہے' رات کو شبخون

اسی دربار میں بادشاہ اپنے امیر خواص خاں کو شیواجی کے مقابلے اور مغلوں کی امداد کے لیے انتخاب کرتا ہے —

شہنشہ سوں ہمراز خاصاں میں خاص
جسے نام نامی ہے خان خواص

نصرتی نے خواص خاں کی خوب تعریف کی ہے - اس کے بعد سرافرازی کا حال سنیے —

سر افراز خلعت سوں کر بے درنگ
عنایت کیے ہت تے اپنے فرنگ

مگر فتح کی وے بشارت دیے
مہم بیگ کرنے اشارت دیے

(خلعت سے سر افراز کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے اپنی تلوار عنایت فرمائی - گویا یہ فتح کی بشارت اور جلد مہم کرنے کا اشارہ تھا)

بشارت یو پایا چہ سو مہبلی
اوتھیا لے فرنگ کہہ مدد یا علی

(اُس بہادر نے جو بشارت پائی تو تلوار اتھا کر "یا علی مدد" کی آواز لگائی)

اور کیا کہتا ہے

کہ میں کہا بڑیا ہوں علی کا نمک
مغل آئے لگ وہاں مجھے کیا اتک

چے سنگھہ کی تعریف تو کی ہے مگر اس کی مکاری اور حیلہ بازی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے - یہ گویا آنے والے واقعات کی پیش بندی ہے —

ادھر علی عادل شاہ اپنا دربار کرتا ہے - اس دربار کی شان و شوکت ھی اور ہے - سب سے پہلے چاندنی رات کا سماں کھینچا ہے - یہ سماں بالکل فرضی ہے، شروع سے آخر تک تشبیہات و استعارات سے کام لیا ہے - یہ فارسی شاعری کی پوری نقالی ہے - یہ چودھویں شب ہے - ماہ کامل جلوہ گر ہوتا ہے - شفق 'ھوا' ثوابت' جوزا' میزان' سنبلہ سب اپنی اپنی خدمت انجام دے رہے ھیں - قاضیء آسماں کا اجلاس عدالت ہے اور عطارد کار فرمائی کے لیے حاضر ہے - اس تمام شان و شوکت کے ساتھہ علی عادل شاہ کا دربار ہوتا ہے - زھرا گانا گاتی ہے جس سے فلکی اور خاکی دونوں وجد میں آجاتے ھیں - وغیرہ وغیرہ —

چاندنی کی تعریف میں ایک شعر اچھا کہا ہے -

صفای انگے مہ کی شرمندہ سور

دسے روئے خوباں تے تس نرم نور

(یعنے چاند کی صفائی کے سامنے سورج بھی شرمندہ تھا اور وہ صفای روئے خوباں سے بھی زیادہ نرم معلوم ہوتی تھی) —

یہاں نرم کا لفظ کیا خوب استعمال کیا ہے —

بادشاہ تھا " کہیا نرپتی تب کھڑگ لیکہ ہات " —

کہ ہوں میں سمیءہ نبی کا خلف
دو جا تس پہ ہمنام شاہ نجف
لقب کفر بھلجن ہے مجھہ بے گماں
صفت دست گھر فرو ماند گاں
مہرے کام پر میں ہوں حاضر سدا
تماری بی کرنی کرو ابتدا
مدد میں ہوں موذی پہ چل بھگ آؤ
لڑو مت تماشا ولے دیکھہ جاؤ
کہ مجھہ فوج دشمن سوں لڑتی ہے کیوں
ستی جاکے آتش پہ پڑتی ہے کیوں
جو ساواں سوں کیوں ڈزد گم نام نے
لڑے صف بہ صف آمنے سامنے
نبھانا اپس عہد پر آپ جم
کہ مرداں ہیں وعدے پہ ثابت قدم
سنیا شاہ عادل تے جب یو جواب
وہیں خوش ہو شاہ مغل بے حساب
کہیا مجھہ ہوا اب تے ہادی فلک
کہ وو نرپتی نے قبولیا کومک

اب جو عادل شاہ کی امداد کا اطمینان ہو گیا تو اورنگ زیب نے بڑا دربار کیا اور دکھن کی مہم کے لیے جے سنگھہ کا انتخاب کیا - نصرتی نے اس موقع پر

گھٹاے ، اس لیے وہ کہیں کہیں واقعات کو نمک مرچ لگاکر بیان کرتا ہے - چنانچہ لکھتا ہے کہ جب سورت بندر کے لٹنے کی خبر اورنگ زیب کو پہنچی تو وہ سخت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ جب تک علی عادل شاہ کی مدد نہ ہوگی یہ مہم سر نہیں ہوسکتی - اس کا بیان دیکھیے —

پکڑ اپے دانتوں میں حیرت سوں بونٹ
کھیا چابتا سخت غصے سوں ہونٹ

مگر کچھہ ہے یہ آسمانی بلا
کہ ہو لادوا یوں کرے مبتلا

دس آتا ہے نا ہوے ہمن تے علاج
علی کی طرف سے مدد پاے باج

(یعنے اورنگ زیب نے (واقعۂ سورت پر) حیرت سے انگلی دانتوں میں دبالی اور غصے سے ہونٹ چابنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ آسمانی بلا ہے جس کا کوئی علاج نہیں- معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب تک علی (علی عادل شاہ) کی مدد نہ ہوگی اس کا علاج نہ ہوسکے گا) —

یہ سوچ کر اس نے اپنے وکیل بیجاپور بھیجے اور انھوں نے اورنگ زیب کی طرف سے باہمی صلح اور امداد کا پیغام دیا - اس کا جواب جو علی عادل شاہ نے دیا ہے وہ نصرتی کی زبانی سنیے ، کیا شان برستی ہے - گویا اورنگ زیب اس کے سامنے ایک معمولی

(سورت نامی جو گجرات میں ایک بندر ہے وہ ہر بات میں خوب ہے - بحری اور بری ہر قسم کے تاجر وہاں رہتے ہیں اور جو چیز دنیا میں کہیں نہ ملے وہ وہاں مل جاتی ہے · ہندوستان ہمیشہ اس سے نیا فیض حاصل کرتا ہے جیسے ابر کو آب دریا سے قوت پہنچتی رہتی ہے - جب سے یہ بوستاں دنیا میں پھولا پھلا اس نے کبھی باد خزاں کا جھوکا نہ دیکھا تھا)

سورت کی غارت گری کے حال میں لکھتا ہے —

کیا لوٹ یوں پل میں بندر کوں پاک
کہ جوں آگ لگتیں نرہے باج راک

پھری خوب صورت کی صورت نے یوں
جوانی تے محبوب پیری میں جیوں

(یعنے لوٹ لات کر بندر کا پل بھر میں اس طرح صفایا کردیا جیسے آگ لگنے پر سوائے راکھہ کے کچھہ نہیں رہتا - سورت کی پیاری صورت ایسی بدل گئی تھی جیسے جوانی کے محبوب کی صورت بڑھاپے میں بدل جاتی ہے) —

اس واقعہ کے بعد جے سنگھہ دکھن کی مہم پر آتا ہے —

نصرتی آخر علی عادل شاہ کا ملازم اور درباری شاعر ہے - وہ یہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنے بادشاہ کی شان بڑھاے اور اس کے مقابل میں دوسروں کو

سے چلا گیا - اُسے ایسا داغ شرمندگی نصیب ہوا کہ جیتے جی موت آگئی - وہ (شیوا) پل بھر میں ننگ و نام لوٹ لے گیا اور جو وہ سوچ کر آیا تھا وہ کرگیا - آناً فاناً شرق سے غرب تک یہ بات مشہور ہوگئی) -

جب یہ خبر دھلی پہنچی تو بادشاہ کا خون خشک ہوگیا اور کہا کہ "آل تیمور کی ایسی بدنامی کبھی نہیں ہوئی- جب تک اس کا انتقام نہ لوں کا بادشاہی مجھہ پر حرام ھے" -

اب جسونت سنگھہ اس مہم پر متعین ہوتا ھے —

کہ جسونت سنگھہ کرکے رجپوت تھا
جتے رج کے پوتاں میں اودھوت تھا

ابھی جسونت سنگھہ آنے بھی نہ پایا تھا کہ شیواجی نے جھٹ سورت پر دھاوا کرکے اُسے لوٹ لیا-

سورت بندر کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ھے —

کہ سورت ککر ملک گجرات میں
بندر یک اتھا خوب سب بات میں
رھویں بحر و خشکی کے تجار وھاں
ملے بست جے نہیں سو عالم میں وھاں
یک یک کونچہ یک شہر معمور اچھے
ھر یک گھر میں کئی گنج بھر پور اچھے
لیوے ھند نت فیض اس تھے نول
کہ جوں ابر کوں آب دریا تے بل
اوبچ جگ ھوئی جب تے وو بوستاں
نہ دیکھی تھی چک تب تے باد خزاں

کیا پل میں ایسے کالے ناگ و نام
کیا سب بچاریا جو تھا دل میں کام

وہیں شرق تے غرب لگ دم ملیں
یو ہوئی بات مشہور عالم ملیں

(شایستہ خاں اُس وقت تک اپنی نازنینوں کے ساتھہ لطف عیش اُڑا رہا تھا - گھر کی چاروں طرف نگہبان اور دربان تھے - جہاں شیطان کو بھی رسائی کا یارا نہ تھا وہاں اس (شیوا) نے خون خرابا کیا - سوئے ہوئے کی نیند جب اُچاٹ ہوئی تو اُس نے جھٹ منہ پر پانی کے چھینٹے دیے اور تلوار اُٹھائی - لیکن نہ اُسے مقابلے پر آنے کا موقع دیا نہ ہتھیار پر ہاتھہ ڈالنے کی مہلت دی - کھپا کھپ وار پہ وار کیے اور گھاؤ پہ گھاؤ لگائے - تمام سیج خون آلودہ ہوگئی اور نازنینیں خون سے رنگین ہوگئیں - اُن میں جو راجپوتنیاں تھیں انہوں نے جب آقا پر آگ بھڑکتی دیکھی تو آگ میں گر کر ستی ہونے پر آمادہ ہوگئیں اور بڑی بہادری سے اپنے آقا کو بچانے کے لیے سپر بن گئیں - وہ سروقد نازنینیں بھی اس قدر زخمی یا ہلاک ہوئیں کہ خون کی ندی بہنے لگی - اگرچہ (شایستہ خاں) بہت کچھہ گھائل ہوکر بچ نکلا مگر جب تک زندہ رہا اُس کا دل زخمی رہا - وہ اپنے پیاروں کو اپنے سامنے کٹتے دیکھہ کر مارے شرم کے وہاں

سوتا تھا سو تس نیند جانے اُچت
اوچایا کھڑک آب ات موں پہ ست

نہ اوس کوں مقابل پہ آنے دیا
نہ ہتیار پر ہات بھانے دیا

کھپا کھپ کھے جلد واراں پہ وار
کہ گھاواں پہ گھاواں لگے تن منجھار

سرنگ سیج ہوئی لہو سوں سب بے درنگ
رنگیلیاں کیا سب سہیلیاں کوں رنگ

اتھیاں کئی سہیلیاں جو رجہو تنیاں
اپس ست بنچانے کوں اودھو تنیاں

دھنی پر بھڑکتے دیکھت آگ یتی
یک یک دھن لگی آگ پڑنے ستی

بنچانے کو جیو آپے پیو کا
سپر تن کریں آپ تس جیو کا

کتا لئی سو ہر سروقد گلعذار
رواں جوئے خونی ہوی موج مار

بہوت گرچہ گھائل ہو بانچیا جیا
جتے لگ ولے جیو کوں زخمی کیا

کہ تس سامنے تس کے پیاریاں کو کات
چلیا لوٹ سب شرم پھر اپنی بات

دیا دے کے یوں داغ شرمندگی
کہ جیتا ہے لگ موت ہوئی زندگی

اس کے بعد رات کا سماں اس واقعہ کی مناسبت سے کھینچتا ہے اور شایستہ پر حملے کا حال لکھتا ہے —

سورج وہ کہ جس سامنے ہو زبوں
چھپاتے ہیں چوراں بچالی میں موں
اوتر تخت وہ جب گیا گھر منجھار
بیٹھا تب ہو حاکم چندر اُس کی ٹھار
گیا عیش میں کر سہیلیاں سوں میل
ہوا راج میں اس کے چوراں کا کھیل

(یعنی وہ سورج کہ جس کے سامنے چور بچالی میں منہ چھپا لیتے ہیں جب وہ تخت سے اُتر کر اپنے گھر میں چلا گیا تو چاند اس کی جگہ حاکم بن کر بیٹھا اور اپنے ہمجولیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے لگا اس کے راج میں چور کُھل کھیلے) —

جب رات زیادہ ہوئی تو شیواجی کو دغا بازی کی سوجھی اور اپنی جماعت کو لے کر شایستہ خاں کے محل کی طرف چلا —

جو شایستہ خاں تب سہیلیاں میں تھا
کرنہار سُکھ خوش رنگیلیاں میں تھا
کہ تھے گھر کے چوندھر نگہباں کیتے
ہر یک ٹھار انگے بنک و دربان کیتے
نہ اُس ٹھار ابلیس کوں تھا مجال
کیا وہاں تلک بھس لہو کا کھلال

کہ جس وقت عادل علی بادشاہ
کیے تھے بنگا پور کوں تخت گاہ

... ...
... ...

سہویا دیکھہ میدان خالی بچار
گھستاں سے بیشک نکل آکے بہار
کہیا یوں آپس دل میں ہو بے شکیب
نکامی ہے شیطاں ستے پر فریب

... ...
... ...

ہوا جس کوں شاہ مغل مانتا
قوی بازوے سلطنت جانتا
بڑا راے زن دور اندیش اچھے
بڑے کام پر تس قدم پیش اچھے
بلند شان کا جس کی دھلی پہ داب
اتھا اُس کوں شایستہ خاں کر خطاب
نہوی چے مہم جنگ و شر شور سوں
کرنہار اونے عقل کے زور سوں
سہویا کھیل اُس سات کرنے لگا
سہیانے کوں فن سوں سلترنے لگا
ملایا مکھنڈ چور خونخوار کئی
آپس سار کے رند و عیار کئی

کی وجہ سے پڑھنے والوں کو لطف نہ آئے گا اور وہ بیزار ہو جائیں گے - شرح کرتا ہوں تو وہ لطف بیان اور زور کلام کہاں سے آئے - حقیقت یہ ہے کہ ایسے معرکۃ الآرا قصیدے ہماری زبان میں سوائے سودا کے کہیں نظر نہیں آتے —

جب علی عادل شاہ نے شیواجی کو مار بھگایا تھا اور قلعۂ پنالہ پر قبضہ کر لیا تھا' اُسی زمانے میں شمال کی طرف اورنگ آباد کے صوبہ دار اور افواج مغلیہ کے سپہ سالار شایستہ خاں نے اس کو شکست پر شکست دی اور پونا اور دوسرے قلعے اس سے چھین لیے - شیواجی نے ایک شب کو محل میں گھس کر شایستہ خاں کو مجروح کیا - اورنگ زیب کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا اور اس نے اس مہم پر جسونت کو مقرر کیا - شیواجی نے اتنے میں سورت پر دھاوا کیا اور کئی روز تک اس متمول شہر کو دل کھول کے لوٹا - اورنگ زیب نے اس پر سخت پیچ و تاب کھایا اور جے سنگھ کو اس کام پر متعین کیا —

نصرتی نے شایستہ خاں کے مجروح ہونے اور سورت کے قتل و غارت کے واقعات کو تفصیل سے نظم کیا ہے - لکھتا ہے —

نظر باز ہنگامۂ راز کا
لکھے کھول یوں چرخ کجباز کا

یہ قصیدہ (۲۲۰) شعر کا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس شان اور کمال کا قصیدہ ہماری زبان میں مشکل سے ملے گا - قصیدہ کیا ہے جنگنامہ ہے - اس میں بیشک بادشاہ کی مدح ہے لیکن مدح سے کہیں زیادہ اس جنگ کے تفصیلی حالات موجود ہیں - مثلاً راجۂ ملناڑ کی سرکشی، سرکشی کے اسباب، شرزے خاں کا فوج لے کر سرکوبی کے لیے روانہ ہونا، بادشاہ کا بھی خود لشکر لے کر کوچ کرنا، برسات آجانے سے کچھہ دن قیام کر کے انتظام کرنا، برسات کی بدولت جل تھل ہو جانا، جنگل کی بہار، درختوں کی رونق، آسمان و زمین کا نیا رنگ روپ، فوج کا دھاوا، لڑائی کا ڈھنگ، شرزے خاں اور عبدالمحمد کی شجاعت و دلیری، مظفر خاں، سید محمد علی، مولوی احمد کے کارنمایاں، رستے میں قلعۂ سوندھ کا فتح کرنا، پھر راجۂ ملناڑ کی راجدھانی بدنور کی تسخیر، راجا کا مغلوب اور عاجز ہو کر جان کی امان مانگنا اور شفاعت کے لیے حاجیوں کو بھیجنا اور بادشاہ کا فرط رحم و کرم سے معاف کرنا - نصرتی نے بدنور میں مسجد کی تعمیر کا بھی ذکر کیا ہے جس کا حوالہ تاریخ میں نہیں ملتا —

یہ ایسا بے مثل قصیدہ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ پورا نقل کر دوں - لیکن ڈرتا ہوں کہ پرانی زبان ہونے

کو شرزہ خاں بھیجے گئے جنھوں نے اس کی ساری مستی نکال دی - (پہلے بادشاہ نے ملا خوم کو بھیج کر راجہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ سرکشی سے باز نہ آیا تب یہ لشکر شرزہ خاں کی سرکردگی میں بھیجا گیا اور اس کے بعد بادشاہ خود بھی لشکر لے کر اس طرف پہنچے) —

اب نصرتی کے زبانی اس کا ذکر سنئے —

بسر جاو شرزے کے اودھان کوں
ضروری سوں چھوڑیا نہیں مان کوں

تلک شرزہ انھڑیا چہ سو کر کے لاگ
لگایا جلالت سوں جنگل کوں آگ

وھیں شہ کیتک دن پچھیں ساز چیت
چلے گئے دھر اپے بزرگاں کی ریت

گئے وھاں کہ نہ جا سکے جاں خیال
کیے کام جو تھا سو امر محال

سکندر ھو صاحب قرانی کیے
سکندر کی سیوت نشانی کیے

لیے تخت لگ ملک اس کا تمام
پھیرا ملک دے بھی رکھے کر غلام

اس کے بعد اس لڑائی کے حال اور فتح کی مبارک باد میں ایک زبردست قصیدہ لکھا ھے جس مطلع یہ ھے

ھوا ھے کون عالم کے شہاں میں شہ ترے بل کا
سچا توں نائوں کاری ھے وصیئی شاہ مرسل کا

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد کچھہ دن بادشاہ نے دارالخلافت میں عیش و آرام سے گزارے ' اتنے میں محرم آگیا - اس موقع پر شاعر نے " قصیدۂ ذوالمطلعین درو صف مجالس آرائی عاشور " لکھا ہے - پہلے حصے میں شہادت کا کچھہ ذکر ہے اور دوسرے حصے میں بیجاپور کے محرم کا حال ہے ' جس میں شہر کی آراستگی ' حسینی محل کی شان و شوکت ' مجالس ماتم اور بادشاہ کی مدح بیان کی ہے - اس قصیدے کا پہلا مطلع یہ ہے —

کہتا ہوں اول حمد میں عالم کے سر جنہار کا
افلاک کا اونچا چھجا باندیا ہے کس بستار کا

یہ بڑی شان کا قصیدہ ہے اور (۱۵۰) اشعار پر مشتمل ہے —

اس کے بعد ملناڑ کی فتح کی داستاں یوں شروع ہوتی ہے

اماماں کا کرعرس شہ پا کے جس
رکھے ملک گیری کی دل میں ہوس

شجاعت کی جب داد اپس داد آی
مہم ملک ملناڑ کی یاد آی

کہ ملناڑ کا راج دھر عقل کچ
بھروسے سوں جھاڑی کے تھا مست گچ

یعنے ملناڑ کا کج عقل راجا گھنے جنگل کے بھروسے پر مست ہاتھی بنا ہوا تھا - اس مست ہاتھی کے فتح کرنے

قدم در قدم یوں کر ازے گھل
فلک نادسے کر پڑے پگ پھسل

فرشتیاں کا ہونا سکے جاں گزر
شیاطین کوں چھپ رہلے وہاں نظر

اس قلعدار کا نام سیدی یاقوت تھا - اُسے جب بادشاہ کے آنے کی خبر ہوی تو مقابلے کے لیے تیار ہوگیا - بادشاہ نے محاصرے کا حکم دیا - اس اثنا میں یہ اطلاع ملی کہ صلابت خاں نے قلعدار سے ساز باز رکھا ہے اور گولے بارود وغیرہ سے اُسے مدد پہنچا رہا ہے - یہ سنتے ہی محاصرے کے اُٹھالینے کا حکم دیا اور صلابت خاں کی سرکوبی کے لیے کوچ کیا - جب قلعۂ بھدود کے نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ صلابت مقابلے کے عزم سے قریب ہی میں آپہنچا ہے - غرض لڑائی ہوئی اور صلابت کو شکست ہوی - فوج کی بھگدڑ میں وہ گھوڑے پر سے گر پڑا اور ایک سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہوکر فرار ہوگیا —

نصرتی نے اس لڑائی کا بیان یوں ہی لکھا ہے - تورگل کے محاصرے کے لیے جب فوج چلتی ہے تو لکھتا ہے

شعر - ہوی یوں کہستاں میں گھوڑیاں کی چل
دیکھوڑی گھتاں میں تے نکلے ابل

(مطلب) کوہستان میں گھوڑوں کی ایسی ہل چل ہوی کہ بلوں میں سے مکوڑے ابل پڑے

اے شہ توں ہم نام علی شاہاں پہ تیری سروری
دلدل فلک کا رام تجھہ کرتا زمانہ قنبری

اسی قصیدے کے ضمن میں موسم زمستان کے حال میں ایک پر زور قصیدہ لکھا ہے - بحر وہی ہے مگر ردیف و قافیہ دوسرا ہے - اس کے ختم ہوتے ہی وہ پہلا قصیدہ مطلع ثانی لکھہ کر پھر شروع کرتا ہے اور فتح کی خوشی اور بادشاہ کی واپسی پر شہر میں جو چہل پہل اور جشن ہوے تھے ان کا ذکر کیا ہے - اس میں شہر کے ضابطہ حوالہ دار (کوتوال) ملنجھلے شاہ کے انتظام و بیدار مغزی کی بھی تعریف کی ہے —

بادشاہ نے کچھہ روز سیر و شکار کیا اور پھر دریا سے عبور کر کے قلعۂ تور گل کا رخ کیا - یہ سلطنت کے مستحکم قلعوں میں سے تھا - وہاں کے قلعدار کی کجروی اور سرکشی کی خبریں پہنچ چکی تھیں 'اس لیے اس کی تنبیہہ ضروری تھی —

نصرتی اس قلعہ کی مضبوطی اور استحکام کے متعلق لکھتا ہے —

کُتل تور گل تھا ندی کے کنار
اتھا شہ کے کوتاں میں نامی حصار

اتھی کوٹ کے ڈونگراں پر زمیں
بلندی میں افلاک سوں ہم نشیں

قوی کوٹ و محل و بروج استوار
ندی یک طرف جس کے خندق منجھار

قلعہ دار سیدی جوہر، صلابت خاں کے متوسلین میں سے تھا، غداری کرنا چاہتا تھا لیکن جماعت احتشام کے سرداروں نے اُسے گرفتار کر کے قید کردیا اور قلعہ کی کنجیاں بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیں —

شاہی فوج حسب فرمان بادشاہ دریاے تلنگ بھدرا سے عبور کرکے اس طرف پہنچ گئی - سیدی مسعود (داماد صلابت خاں) نے اس پر شبخون مارا - لیکن شاہی لشکر کو پہلے سے اطلاع ہوگئی تھی، خوب لڑائی ہوئی - سیدی مسعود کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا - صلابت خاں کو اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ جانبر نہ ہوسکا — نصرتی نے اس کی موت پر ایک تاریخی قطعہ لکھا ہے - آخری شعر یہ ہے —

تس مرگ کے سبب کی جو تاریخ کوئی پوچھے
اے نصرتی توں بول کہ باغی ہوا موا

آخری مصرع سے سنہ وفات نکلتا ہے جو سنہ ۱۰۷۲ ھ ہے - صلابت کے بیٹے (عبدالعزیز) اور داماد (سیدی مسعود) نے جب رنگ بدلا ہوا دیکھا تو معافی اور جان بخشی کے لیے حاضر ہوے - بادشاہ نے عبدالمحمد بہلول خاں کی سفارش پر ان دونوں کو معاف کر کے خلعت و منصب عطا فرمایا —

اب بادشاہ نے دارالخلافے کی طرف مراجعت کی - اس مراجعت پر نصرتی نے ایک زبردست اور پرشکوہ قصیدہ (ذو مطلعین) لکھا ہے - جس کا پہلا مطلع یہ ہے —

شعر - ادکہ کرہ تاپاں تے دھرتی هدر
تپکنے لگے دونگراں جیوں کنکر

(مطلب) گھوڑوں کے ٹاپوں سے زمین میں ایسا تھلکا
مچا کہ چٹانیں کنکروں کی طرح ٹپکنے لگیں

شعر - دمامے کریں بادلاں کو ندا
جواباں میں اُترے فلک دھر صدا

(مطلب) دمامے بادلوں کو آوازیں دے رهے تھے
جن کے جواب میں آسمان سے صدائیں آرهی تھیں

شعر - گگن دهمدهمیاں کن دسے بے شکوہ
بچے هو دسیں اُن کے گوداں میں کوہ

(مطلب) آسمان دمدموں کے آگے بے شکوہ نظر آتا تھا
پہاڑ اُن کی گودوں میں بچے معلوم هوتے تھے

اس جنگ کی فتح پر بھی قصیدہ لکھا هے جس کا
مطلع یہ هے —

علی عادل شہ غازی یو شاہ بوالمظفر کوں
دیا هے جس خدا ایسا کہ تھا جیسا سکندر کوں

آخر میں ایک مصرعے سے تاریخ بھی نکالی هے -
منگیاں تاریخ کہنے میں یو جب نصرت کی ' هاتف وئیں
کہیا دل سوں " کھندل مارے علی یک پل میں جوهو کوں "

صلابت خاں شکست کھا کر جو بھاگا تو رائچور میں
جا کر پناہ لی - وهاں سخت بیمار هو کر کرنول جا پہنچا
علی عادل شاہ نے رائچور کی طرف کوچ کیا -

اور نشیب و فراز سمجھا کر اطاعت کی ترغیب دی اور اس بات پر راضی کر لیا کہ بادشاہ دارالخلافت سے چملگی میں جو دریاے کرشنا کے کنارے واقع ہے رونق افزا ہونے والے ہیں' تم اس وقت تک اپنی جگہ سے کہیں نہ جانا - بادشاہ کی یہ تکلیف فرمائی محض تمہاری تسکین خاطر کے لیے ہے - بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی' اس نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور اس طرف روانہ ہوے - پہنچنے پر سیدی مسعود داماد صلابت خاں اور شرزہ خاں نے حضور میں حاضر ہوکر صلابت خاں کی معافی اور امان کی درخواست کی - علی عادل شاہ نے درخواست منظور کی اور ایک فرمان صلابت خاں کی معافی کا لکھہ دیا —

نصرتی نے خط کے لکھنے اور امرا کے بھیجنے کا ذکر نہیں کیا - صرف اتنا لکھا ہے کہ بادشاہ نے ملناز کی طرف کوچ کیا اور جب کشنا (کرشنا) پہ پہنچا تو صلابت خاں (جو سرکشی پر تلا ہوا تھا) یہ سن کر خوف زدہ ہوا اور حاضر ہوکر معافی کا طلب گار ہوا - بادشاہ نے اُسے معاف کر دیا —

فرمان معافی پانے کے بعد صلابت خاں چملگی میں حاضر ہوا اور منصب اور علاقہ کی بحالی سے سرفرازی پائی - بادشاہ نے اسے نواب عبدالرحیم بہلول خاں کے همراہ کرناٹک کی مہم پر جانے کا حکم دیا —

قصائد کے حسن و قبح سے بحث نہیں کروں گا - اس قصیدے میں ڈیڑھ سو سے زائد شعر ہیں - آخر میں تعلی بھی کی ہے اور "شوقی" پر طنز کی ہے کہ اس رنگ میں دس پانچ شعر کہہ لینے سے کیا ہوتا ہے ' اتنا بڑا قصیدہ لکھتا تو حقیقت معلوم ہوتی —

دس پانچ بیت اس دھات میں کے ہیں تو شوقی کہا ہوا
معلوم ہوتا شعر اگر کہتے تو اس بستار کا

اس جنگ میں صلابت خاں کے علاوہ ایک سردار مسعود خاں * کی بہادری کا بڑی ذکر کیا ہے - لیکن شیواجی سے صلابت خاں کے خفیہ عہد و پیمان کا کہیں اشارہ نہیں کیا - اس کا ذکر وہ آگے کرے گا —

دارالخلافت میں واپس آنے کے بعد علی عادل شاہ نے ملناڑ کے زمیندار کی تنبیہ کا ارادہ کیا ' کیونکہ ایک مدت سے اس نے خراج ادا نہیں کیا تھا اور طرح طرح کے فساد اور شرارتیں کر رہا تھا - اس لشکر کشی کے لیے سامان تیار ہو رہا تھا کہ اتنے میں خبر آئی کہ صلابت خاں نے پھر غداری شروع کر دی ہے - بادشاہ نے اُسے ایک نصیحت آمیز خط لکھا اور اپنے امرائے دولت ابراہیم خاں ' شاہ ابوالحسن اور ملا احمد کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا - ان لوگوں نے اسے بہت کچھ سمجھایا

* اس سے مراد سیدی مسعود ہے جو صلابت خاں کا داماد تھا -

ماءالطہر ہے اور اس کے ہر گلزار کا آنگن رونق کشمیر ہے)

اس قلعے کی بلندی' ناہمواری اور دشواری کی تعریف میں بہت سے شعر ہیں- یہ تین چار شعر صرف نمونے کے طور پر لکھے گئے ہیں —

اس قصیدے میں اس نے بڑا کمال یہ کیا ہے کہ ابتدا سے جو جو واقعات پیش آئے ہیں سب کو بیان کر گیا ہے- مثلاً سیواجی کی سرکشی' اس کی دغابازی' قلعۂ پنالہ کی رفعت و بلندی اور دشوار گزاری' اس کا قلعے میں سامان اور ذخیرے اور فوج کے ساتھ مضبوط ہوکر بیٹھ رہنا' صلابت خاں کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا' خطاب سے سرافراز کرکے سر لشکر بنانا اور شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجنا' جنگ کا خونخوار نقشہ' شیواجی کا قلعہ چھوڑ کر بھاگنا' بہادروں کی بہادری' علی عادل شاہ کی ہمت و دلیری' نمایاں فتح' جنگ سے بادشاہ کا مرتضیٰ آباد آنا' وہاں سے دارالخلافت کو پہنچنا' فتح کی خوشی میں رعایا کے جشن اور شہر کی آراستگی کا تفصیلی بیان' بادشاہ کی مدح و ثنا اور دعا —

یہ تمام واقعات اور حالات خاص شاعرانہ انداز میں بڑے شکوہ و وقار کے ساتھ بیان کیے ہیں- چونکہ میں نصرتی کے قصائد پر آگے چل کر الگ تبصرہ کرنے والا ہوں اس لیے اس مثنوی کے ضمن میں اس کے

توهی هے اور توهی کفار شکن اور عالم پناہ هے اور تجھ سا بہادر اب کوئی نہیں هے)

الفاظ کی شوکت اور قوت قابل ملاحظہ هے ۔

قلعۂ پنالہ کی تعریف میں لکھتا هے :

تھا یکہ یک جو جگ منے اوگڑ پنالے کا بلند
تھمنے دهرت لنگر هے هور انبر کو تھام آدهار کا

(دنیا میں پنالے کا قلعہ اپنی بلندی و رفعت میں ایک هی هے ' وہ دهرتی کا لنگر هے اور آسمان کو سهارنے کا تھم هے)

پونچے یوں پیری میں جاکر گر جوانی میں چڑے
انپڑے نہ دوجی عمر لگ تس پر قیاس یک بار کا

(هوا اگر جوانی میں اس پر چڑھے تو پیری میں جاکر پہنچے اور دوسری عمر تک بھی آخر تک نہ پہنچ سکے ' اس سے قلعہ کی بلندی کا قیاس هو سکتا هے)

نیں بات کئی لگ مکھہ منے کے تھار پر پھسلے زباں
گر ناؤں کوی لینے منگے تس راہ نا هموار کا

(اگر اس کی نا هموار راہ کا نام لینا چاهیں تو بات کہنے سے پہلے اس کا نام لیتے لیتے تک زبان کئی بار پھسل پھسل جاے گی)

گڑ پر بہتے پانی تھے ات گھر گھر تو ماء الطہر هے
کرتا هے رد کشمیر کوں انگن بی هر گلزار کا

(قلعہ پر پانی کی یہ افراط هے کہ گویا گھر گھر

اطلاع پہنچی تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً فوج لے کر موقع پر جا پہنچا - اس موقع پر نصرتی صلابت خاں کی اس بد عہدی کو صاف اڑا گیا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ جب پنالہ کے محاصرے میں دیر لگی تو بادشاہ نے بہ نفس نفیس چڑھائی کی - شیواجی نے جب یہ دیکھا تو ایک روز رات کے وقت اپنے اہل و عیال اور کچھہ فوج سمیت چپکے سے نکل بھاگا اور قلعہ علی عادل شاہ کے ھاتھہ آگیا —

نصرتی نے اس فتح کی خوشی میں ایک قطعۂ تاریخ اور ایک زبردست اور پر زور قصیدہ لکھا ہے - تاریخ اس مصرع سے نکالی ہے

علی نے پل میں پنالہ لیا صلابت سوں

اس مصرعے سے سنہ ۱۰۷۰ ھ نکلتا ہے - قصیدے کا مطلع یہ ہے

جب تے فلک دیکھیا ادک سورج تری تروار کا
تب تے لگیا تھر کاپنے ھو پر عرق یکبار کا

(یعنے جب سے فلک نے تیری تلوار کے چمکتے ہوے سورج کو دیکھا ہے تب سے وہ پسینے پسینے ہو رہا ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے) مطلع ثانی ہے :

اے شاہ عادل توں علی صاحب ہے اپ سینسار کا
کفار بھنجن جگ تھمن نیں سور کوی تجھہ سار کا

(یعنے اے شاہ علی عادل اس وقت دنیا کا مالک

چلیا دُھم پہ دُھم ات ترنگ ہور حشم
ہوے آسماں ہور زمیں بیش کم
لگا نیر دسنے گھنسی جا زمیں
ہوا کوں ہوا جسم پیدا یقیں

(لشکر خیل و حشم کے ساتھہ اس دھوم دھام اور زور شور سے چلا کہ زمین کم اور آسمان زیادہ ہوگیا، یعنے اس قدر گرد و غبار اُڑا کہ زمین کا کچھہ حصہ آسمان سے جا ملا - زمین دھسی جاتی تھی اور پانی نظر آرہا تھا اور گرد کی کثرت کی وجہ سے ہوا جو پہلے بے جسم تھی اب مجسم نظر آتی تھی)—

شیواجی صلابت خاں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا - صلابت خاں نے اسے اس قدر رگیدا اور پریشان کیا کہ جب کچھہ اور بن نہ پڑا تو تنگ آکر قلعۂ پنالا میں محصور ہوگیا - صلابت خاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا - اب اس نے مجبور اور عاجز ہو کر خان موصوف سے خفیہ خط و کتابت شروع کی - یہ اس کی پرانی چال تھی - اور خوشامد اور چاپلوسی سے صلابت خاں کو اپنی وفاداری اور عقیدت مندی کا ایسا یقین دلایا کہ وہ بالکل اُس کا ہوگیا - چنانچہ آدھی رات کو ملاقات کے لیے آیا، صلابت خاں بہت عزت و تکریم سے پیش آیا - دونوں میں اتحاد باہمی کا پختہ عہد ہوگیا - جب علی عادل شاہ کو اس کی

ملک سے سروکار نہیں اور نہ تم سے ہم جنگ و قتال کا قصد رکھتے ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ایک کافر فاجر حربی شقی کہ جس پر یہ قول صادق آتا ہے —

حرم میں اچھے تو بھی ہے کشتنی

تمھاری بغل میں پناہ لیے ہوئے ہے اور فساد برپا کر رکھا ہے جس سے اسلامی بلاد اور اہل اسلام سخت ایذا میں ہیں۔ اس فساد کا استیصال ہم پر واجب ہے *۔

اورنگ زیب کے جواب میں اس مصرع کا منقول ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ نصرتی کا یہ مصرع عام و خاص میں بطور ضرب المثل کے مشہور ہوگیا تھا۔

غرض شیواجی کی سرکوبی کے لیے علی عادل شاہ نے افضل خاں کو بھیجا، مگر جب شیواجی نے اسے دغا سے قتل کرڈالا تو بادشاہ بہت متفکر اور پریشان ہوا۔ اس اثنا میں سیدی جوہر نے جو کچھ عرصے سے سرکش ہوکر محمد نگر کرنول میں خود مختار بن بیٹھا تھا، عذر خواہی اور معافی کی عرض داشت بھیجی۔ بادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا اور صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کرکے شیواجی کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ بھیجا پوری فوج کی روانگی کو نصرتی اس شان سے بیان کرتا ہے —

* بساتین السلاطین صفحہ ۴۲۲ - ۴۲۳ -

شعر - فرنگی تھے تھا کفر میں ات اشد
کرے دین سوں دشمنی سخت بد
(مطلب) کفر میں فرنگی سے بھی اشد تھا
اور دین سے سخت دشمنی رکھتا تھا

شعر - نہ اس قتل حج تھی عبادت نہتی
حرم میں بی سلہڑے تو تھا کشتنی
(مطلب) قتل اس کے نزدیک حج سے بھی بڑی عبادت تھی
یعنی حرم میں بھی ہاتھ لگے تو گردن زدنی ہے -

آخری شعر کے دوسرے مصرع کی حیثیت تاریخی ہو گئی ہے - روایت یہ ہے کہ سکندر عادل شاہ کے عہد میں جب اورنگ زیب کی فوج نے اہل بیجا پور کو بالکل تنگ اور عاجز کردیا تو وہاں کے چند علما لشکر عالم گیری میں حاضر ہوے اور عرض کی کہ جہاں پناہ عالم باعمل' زاہد و متقی' متشرع و متدین ہیں اور پیشگاہ خلافت سے کوئی امر خلاف قانون و شرع صادر نہیں ہوتا - پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ باوجودیکہ اس شہر و ملک کا حاکم اور یہاں والے کلمہ گو مسلمان ہیں' بادشاہی لشکر کا قہر ان پر نازل کیا گیا ہے جس سے بے قصور رعایا سخت عذاب میں مبتلا ہے - اورنگ زیب نے اس کے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ تمہارا کہنا درست ہے' لیکن ہمیں تم سے اور تمہارے شہر اور

شعر - رعیت جتا خوار اوس شوم تھے
ھوا ملک ویرانہ تس بوم تھے

(مطلب) رعیت اس شقی سے پریشان و خوار تھی
اور مُلک اُس بوم سے ویرانہ ہو گیا تھا

شعر - جو بد اصل تھا سو ہوا ہور نھلا
سِکھا اِس تھے صاحب سے باغی پنا

(مطلب) جتنے چھوٹے بڑے کم اصل تھے
اُن سب نے اپنے آقا سے بغاوت اِسی سے سیکھی -

ذیل کے پہلے شعر میں وہ اس کے مقام سکونت کو بتاتا ھے —

شعر - دکھن ہور مغلائی کے درمیان
وطن دھر کُہستان میں تھا نہاں

(مطلب) دکھن اور سلطنت مغلیہ کے درمیانی
کوھستان میں اس نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا

شعر - بھر یا تھا سب اُس ذات میں مکر و ریو
دسے آدمی روپ پر نسل دیو

(مطلب) اس کی ذات مکر و دغا سے بھری ھوئی تھی
دیکھنے میں انسان شکل تھا مگر اصل میں نسل دیو تھا

شعر - دکھاوے جو تک اپنی تلبیس کوں
لگے ورد لاحول ابلیس کوں

(مطلب) اگر ذرا اپنی شیطنت دکھاے
تو ابلیس بھی لاحول پڑھنے لگے

شعر - جو کوئی کار بد کا جو پاپی ہے بد
ہوا ناؤں تس لعنتی تا ابد

(مطلب) جو پاپی برے کام کا بانی ہوتا ہے
اُس کے نام پر قیامت تک لعنت پڑتی رہتی ہے

شعر - خدا پاس نا اس کوں بہبود ہے
خلائق کنے تو وہ مردود ہے

(مطلب) خلقت میں وہ مردود ہے اور خدا
کے ہاں بھی اس کی بخشائش نہیں -

شعر - اتنا بات کوں کار مرذی کا نام
کہ قائم ہوا فتنہ جس تھے تمام

(مطلب) اب اُس موذی کا نام لو
جس سے یہ تمام فتنہ برپا ہوا

شعر - سیوا کر جو ایک فتنہ انگیز تھا
بڑا چور موذی و خونریز تھا

(مطلب) سیوا نامی جو ایک فتنہ انگیز تھا
وہ بڑا چور موذی اور خون ریز تھا

شعر - دکن کی زمیں بیچ تخم فساد
جو پھیریا سو اول یہی بد نہاد

(مطلب) دکن کی سرزمین میں اول اول جس نے
فساد کا بیج بویا وہ یہی بد نہاد تھا

شعر - بزرگی جسے ات خدا داد ہے
دل اُس کا نہو پن میں پولاد ہے

(مطلب) لیکن خدا جسے بزرگی دیتا ہے
لڑکپن میں بھی اس کا دل فولاد ہوتا ہے -

جب شیواجی کی فتنہ انگیزی حد سے بڑھی تو علی عادل شاہ نے افضل خاں کو اس کی سرکوبی کے لیے متعین کیا - افضل خاں نے جب اپنے دلیرانہ حملوں سے اس کا قافیہ تنگ کیا تو عاجز ہو کر اس نے صلح و عفو کی خواہش کی - افضل خاں نے صاف دلی سے اسے منظور کرلیا اور پھر جس طرح شیواجی نے دغا سے افضل خاں کو قتل کیا تھا وہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں - اس واقعہ سے علی عادل شاہ کو سخت رنج اور صدمہ ہوا اور اس نے اپنے ایک امیر سیدی جوہر کو صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کرکے اس مہم پر روانہ کیا —

ان واقعات کو نصرتی کی زبان سے سننا بہتر ہوگا - یہ واقعات نصرتی کی آنکھوں کے سامنے پیش آے ہیں' وہ بیجاپوری ہے اور بادشاہ کا ملازم خاص' اس لیے وہ اپنے مخالفوں کی شان میں جو کچھہ کہتا ہے اُسے تحمل سے سننا چاہیے —

شیواجی کی فتنہ انگیزی اور اس کی عام شہرت کے متعلق اس کا بیان سنیے :—

شعر - کُبل سخت بازیانچ پڑنے لگیاں
بڑیاں شدّتاں روز گھڑنے لگیاں

(مطلب) بیڈھب اور سخت بازیاں پڑنے لگیں
اور ہر روز شدید سانحے پیش آنے لگے

شعر - ولے شاہ ھمت سوں رکھہ دل قوی
نوے کام پر کر تردد نوی

(مطلب) لیکن بادشاہ نے ہمت کر کے دل قوی رکھا
اور ان نئی مشکلات کی فکر کرنے لگا

شعر - یک یک کام لگ بل سوں سا ندن لگیا
یک یک تہ تردد سوں با ندن لگیا

(مطلب) ایک ایک کام کو وہ اپنی قوت سے سدھارنے لگا
اور ایک ایک پیچیدگی کو سلجھانا شروع کیا

... ...

شعر - اگن پن وہ فتنے کی چوندھیر سوں
اتھی تھی وو شمشیر کے نیر سوں

(مطلب) لیکن فتنے کی وہ آگ جو تلوار کی آب
سے ہر طرف بھڑکی ہوئی تھی

شعر اُسے یک طرف تھے بجاویں تلگ
اتھے بھی وہ دُسرے رخن تھے سلگ

(مطلب) ابھی ایک طرف سے بجھنے نہ پاتی تھی
کہ دوسری طرف سے سلگ اٹھتی تھی

حالت کا نقشہ کھینچنے کے بعد وہ بتاتا ہے کہ محمد عادل شاہ کے مرنے اور علی عادل شاہ ثانی کی تخت نشینی پر ملک کی کیا حالت تھی - اب میں اسی کیفیت کو نصرتی کے الفاظ میں دکھانا چاہتا ہوں - نصرتی نے جو کچھہ لکھا ہے تاریخوں سے اس کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے -

شعر - کہ القصہ یو پادشاہی کے کام
درست ہوئیں لگ او فہیماں تمام

(مطلب) غرض امور سلطنت کی اصلاح ہونے تک تمام بد نہاد مخالفوں نے

شعر - نہنے ہور بڑے تھے سو سب بدنہاد
اُچاے وہ چارو طرف تھے فساد

(مطلب) بدنہاد مخالفوں نے (خواہ چھوٹے خواہ بڑے) چاروں طرف سے فساد برپا کردیا

شعر - مخالف تو اکثر منافق ہوے
موافق بی کے ناموافق ہوے

(مطلب) جو منافق تھے وہ تو خیر مخالف ہو ہی گئے لیکن بعض موافق بھی مخالف بن گئے

شعر - بڑی رج کی شہ اپنے کم سن ملنے
نوی بادشاہی نوے دن منے

(مطلب) اس کم سنی پر بھی بادشاہ نے بڑی ہمت کی (حالانکہ) اس کی نئی نئی بادشاہی اور نیا زمانہ تھا

اور اس جشن کے بیان کو دعا پر ختم کرتا ہے۔
جشن کے بعد نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں اول وہ دکن کی بادشاہت پر نظر ڈالتا ہے اور لکھتا ہے کہ جب اس ملک میں کوئی نیا بادشاہ تخت پر جلوہ گر ہوتا ہے تو سلطنت کی حالت بھی دگرگوں ہوجاتی ہے۔ دوست دشمن' مخالف موافق تاک میں رہتے ہیں اور بادشاہ کو اپنی سلطنت سنبھالنے کے لیے بڑی ہوشیاری' مصلحت اندیشی اور احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے۔ بادشاہت بھی شطرنج کی سی بازی ہے۔ ہر شاطر کی چال جدا جدا ہے۔ جب کوئی کھیلتے کھیلتے بازی چھوڑ کے چل دیتا ہے تو دوسرے کو وہی بازی کھیلنی پڑتی ہے اور جب تک وہ اُسے پورے طور سے نہیں سمجھ لیتا اس کا کھیلنا سخت دشوار ہوتا ہے۔ (یعنے جب ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ آتا ہے تو جب تک وہ امور سلطنت کے اسرار سے کما حقہ واقفیت حاصل نہیں کر لیتا اُسے سخت مشکل پیش آتی ہے)۔ اس میں بڑی دور اندیشی اور احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے۔ جو کبھی سے مخالف کو ہٹانا ہو تو اپنا ایک آدھ مہرہ کھونا پڑتا ہے۔ ہر طرف نظر رکھنی پڑتی ہے کہ دشمن دھوکا نہ دے جائے۔ جو کوئی اس طرح کھیل پر قابو حاصل کرلے تو وہ "پیادہ مات" (پیدل مات) دے سکتا ہے۔ اس عام

صبح ہوتے ہی بارگاہ شاہی میں پہنچتا ہے اور وہی رات کا تذکرہ پیش آتا ہے —

تلی رات بعد از ہوا صبح ویں
اتھا تب تلک شہ کی درگاہ میں
دکھت مجھ رخن شاہ عالم نواز
کرن ایکے خدمت بڑے سرفراز
معمے سے ظاہر اشارت کیے
ولے دل کوں دل سوں بشارت دیے
کہا میں کہ بندے میں یو کاں ہے حد
کہوں تب جو استاد کا ہوے مدد

(یعنے مجھ میں اتنی سکت کہاں ہے البتہ استاد (یعنے بادشاہ) کی مدد ہو تو یہ کام سرانجام ہو سکتا ہے) —

اس کے بعد اپنے کلام کی تعریف اور کچھ تعلی کرتا ہے اور فخریہ کہتا ہے کہ میں نے اس حقیر زبان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ ان باتوں کا ذکر کسی دوسرے مقام پر آئے گا —

اب کتاب کا اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ پہلے بادشاہ کی تخت نشینی کے جشن، شہر کی آرائش اور رعایا کی خوشی کا ذکر کرتا ہے —

گھرے گھر نوی شادمانی ہوئی
زمانے کو پھر نو جوانی ہوئی

شعر - دیا چاند گاراں کو هیریاں کی تاب
کیا سنگریزیاں کو بلور ناب

(مطلب) چاند نے (گار) پتھروں میں هیروں کی سی چمک پیدا کردی تھی
اور سنگریزے خالص بلور معلوم هوتے تھے

شعر - نظر میں جو لهانا لگے آب کوں
بسرنا پڑے صاف سیماب کوں

(مطلب) پانی کی یہ حالت تھی کہ اسے دیکھ کر
آدمی سیماب کو بھول جاے

شعر - نظارے میں نظراں دھرے گلشنی
صفائی سوں پکڑے دلاں روشنی

(مطلب) اس نظارے سے نظروں میں گلشن کا سا سماں تھا
اور اس کی صفائی سے دلوں میں روشنی آتی تھی

اس تمہید کے بعد دربار کی خوبی اور اُن چند صاحبوں کی تعریف کی هے جن کا اوپر ذکر هوا هے - رات کا جلسہ برخاست هوتا هے، مگر نصرتی کو رات بھر بے چینی رهتی هے کہ کتاب لکھنے کی کیسی کر لگی اور یہ مشکل کیونکر حل هو گی —

مرے پر تو اے فکر مشکل پڑی
طبیعت چلانے کو اوکھل کھڑی
رهیا تھا اسی آکہ حیرت میں جیوں
کرن مشکل آساں ملگیا حق لے یوں

مضامین کی ایک سطر ان کی موج
عبارت کے دریا نے پکڑیا هے اوج

سلاست میں پانی کی صافی دھرے
فصاحت میں اموت کی شیری دھرے

نظر میں اگر سنبلستاں دسے
حقیقت میں رنگیں گلستاں دسے

تیسرے صاحب شاہ ابوالمعالی ہیں —

نسب میں سیادت سوں عالی اچھے
تو تس ناؤں شا بوالمعالی اچھے

اس باب کی تمہید بہت خوب هے وہ چند شعر یہاں نقل کرتا ہوں —

شعر - جو یک نِس ستاریاں کی مجلس ہو جمع
اتھی بیچ روشن سپورن کی شمع

(مطلب) ایک رات ستاروں کی مجلس جمع تھی
اور ان کے بیچ میں ماہ کامل کی شمع روشن تھی

شعر - اجالے سوں تس خانۂ آسماں
رہیا تھا ہو پر نور خوش تابداں

شعر - ہوا کی تھی سالو کی کسوت یقیں
تکت اوڑھ بیٹھی تھی ساری زمیں

(مطلب) ہوانے سالو کا لباس پہن رکھا تھا
اور ساری زمین بادلے میں ملبوس تھی

علی نرپتی شاہ عادل کے بن
کھڑگ جل میں یوں نین ڈوبایا ہے کن

دسیا سو تماشا نظر کی حضور
ہوا نصرتی پر تو لکھنا ضرور

دوسرے صاحب شاہ نوراللہ ہیں جنھوں نے فارسی نثر میں اس عہد کی تاریخ لکھی ہے - نصرتی نے ان کی بہت تعریف کی ہے ' چند شعر نقل کیے جاتے ہیں —

مدبر بڑا راے زن دوربیں
قوی رکن ہے سلطنت کا یقیں

مقرب بڑا شہ کی درگاہ کا
بڑا معتبر معتمد شاہ کا

زہے شاہ نوراللہ فرخندہ نام
منور ہے جس فضل تھے جگ تمام

کہ جب شاہ عادل علی کامگار
جو بے مثل کرنیاں کیا نامدار

وہ سب لکھنے کے تاریخ میں خوب دھات
کیا نت حوالے زمانے کے ہات

کیا جیوں وہ تاریخ لکھنی شروع
ہوا فیض حق تس کی جانب رجوع

سفینہ جو تاریخ کا لکھنے کے پاس
دسے یوں جو دیکھیں تو اہل قیاس

شعر - ترا شعر ہر مردہ دل کو جلم
کرے خضر بھر خوش مسیحا کا دم

(مطلب) تیرا شعر ہر مردہ دل کو زندہ کرتا ہے
اور خود خضر ایسے مسیحا کا دم بھر کر خوش ہوتا ہے

شعر - سکے شاعراں شعر تھے تجھہ شعور
دھریا طبع موزوں تھے تجھہ نظم نور

(مطلب) شاعروں نے تیرے شعر سے شعور سیکھا ہے
اور نظم نے تیری طبع موزوں سے نور حاصل کیا ہے

مدح شاہ کے بعد سبب نظم کتاب کی باری آتی ہے - اسے بھی نصرتی نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے - چاندنی رات کا سماں ہے، بادشاہ کا دربار لگا ہوا ہے، فضلا و شعرا جمع ہیں جن میں خاص کر یہ صاحب کمال قابل ذکر ہیں —

قاضی کریم اللہ، جنھوں نے سب سے پہلے نصرتی سے اس مثنوی کے لکھنے کی فرمائش کی - چنانچہ وہ لکھتا ہے —

زہے حاکم شرع والا نژاد
سو قاضی کریم اللہ فرخ نہاد

خلاصے سوں رکھہ سجھہ رخن ان نظر
کیا ریز یوں خوش سخن کے گھر

کہ نپچیا ہے جد تے جہاں میں کھڑگ
مغل کی یتی فوج کو آج لگ

شعر - کھڑگ جب توں جھلکاے صف میں نکال
دس آوے ہو ٹکڑے گگن جیوں ابھال

(مطلب) جب تو صف فوج میں اپنی تلوار نکال کر چمکاتا ھے
تو آسماں بادل کی طرح ٹکڑے ٹکڑے نظر آتا ھے

اسی نہج سے بادشاہ کی شجاعت اور دلیری کی تعریف کرتا چلا جاتا ہے - اس کے بعد اس کی سخن سنجی اور علم پروری کا ذکر کرتا ھے - نمونے کے طور پر چند شعر نقل کیے جاتے ھیں —

شعر - تری بات تھے نیشکر رس بھرے
تجھہ انکھیاں تھے مے مست ھو سُد ھرے

(مطلب) تیری باتوں سے نیشکر رس حاصل کرتا ھے
اور تیری آنکھیں دیکھہ شراب مست ھوکر ھوش و حواس کھو دیتی ھے

شعر - ترا ذھن نرمل تمرا طبع صاف
سخن سنج باریک بیں مو شگاف

(مطلب) تیرا ذھن پاک اور تیری طبع صاف ھے
تو سخن سنج ' باریک بیں اور موشگاف ھے

شعر - ترے دل کے دریا کا ' شعر ایک ھے موج
فلک پست جاں تجھہ خیالاں کی فوج

(مطلب) شعر تیرے دل کے دریا کی ایک موج ھے
جہاں تیرے خیالات کا لشکر پہنچتا ھے وھاں فلک پست ھے

شعر - سورج کانپتا نت ترے بیم میں
فلک سر نگوں تیری تعظیم میں

(مطلب) سورج ہمیشہ تیرے خوف سے کانپتا ہے اور
فلک تیری تعظیم میں ہمیشہ سر نگوں ہے

شعر - ترے قہر کے بحر کا تیغ موج
ترے خنگ تل گرد دشمن کی فوج

(مطلب) تیرے قہر کے بحر کی موج تلوار ہے
تیرے گھوڑے کے نیچے دشمن کی فوج گرد ہے

شعر - پون تھے سبک سیر تیرا ترنگ
چندر جس کی جلدی انگیں کھدہ لنگ

(مطلب) تیرا گھوڑا ہوا سے زیادہ تیز ہے
اور اس کی تیزی کے آگے چاند لنگڑا ہے

شعر - دِس آوے جدھر فتح کا تجھ نشاں
کہے الاماں تب زمین آسماں

(مطلب) تیرا فتح کا نشان جہاں کہیں نظر آتا ہے
تو زمیں آسماں اس سے امان مانگتے ہیں

شعر - ڈنڈی دیکھ تجھ مکھ انکھیاں موچتا
کہ توں مار اوّل پچھیں پوچھتا

(مطلب) دشمن تیرا چہرہ دیکھ آنکھیں میچ لیتا ہے
کہ تو پہلے مارتا اور بعد میں پوچھتا ہے

شعر - تیرا چتر خورشید کا سایہ باں
منگے تجھہ علم کا پناہ آسماں

(مطلب) تیرا چتر آفتاب کا سایہ باں ھے
اور آسماں تک تیرے جھنڈے کی پناہ مانگتا ھے

شعر - تری ذات تھے ہے شجاعت کو ناؤں
کہ پالیا ہے کر تیغ کی جس پہ چھاؤں

(مطلب) شجاعت کا نام تیری ذات سے ھے
کیونکہ تو نے اسے تلوار کی چھاؤں تلے پالا ھے

شعر - صفت تجھہ کھڑگ صف میں کرتیں بیاں
پڑے موں میں چمٹی کے آڑی زباں

(مطلب) اپنی صفوں میں تیری تلوار کی صفت کرتے کرتے
چیو نٹیوں کی زبان لال ھے

شعر - ترے ھت تھے نت آبرو پائے تیغ
کہ جوں فیض پاتا ہے دریا تھے میغ

(مطلب) تیرے ھاتھہ سے تلوار ھمیشہ اس طرح آبرو پاتی ھے
جیسے بادل دریا سے فیض پاتا ھے

شعر - شرارے تری تیغ کے بے شمار
کریں دل کے بادل میں بجلیاں ھزار

(مطلب) تیری تلوار کے بے شمار شرارے
لشکر کے بادل میں ھزاروں بجلیاں پیدا کرتے ھیں

شعر - قلم آج جو مجھہ جہانگیر ہے
صفت شہ کے لکھنے کی تاثیر ہے

(مطلب) یہ بادشاہ کی صفت لکھنے کی تاثیر ہے
کہ میرا قلم آج جہان پر چھایا ہوا ہے

شعر - زہے شاہ عادل سمی ولی
علی ابن سلطاں محمد بلی

شعر - جو میں ورد تجھ اسم اعظم کیا
بچن سوں مسخر یو عالم کیا

(مطلب) جب سے میں نے تیرے اسم اعظم کا ورد کیا ہے
میرے کلام نے سارے عالم کو مسخر کر لیا ہے

شعر - دکھن نت ہے اس فخر تھے باغ باغ
کہ تس گھر ہے تجھہ سا گھر شبچراغ

مطلب) دکھن اس فخر سے پھولا نہیں سماتا
کہ اس کے گھر میں تجھہ سا لعل شبچراغ ہے

شعر - ہر ایک دیپ تجھہ دیپ آنہ ضرور
کہ سب ملک اندھارا دکھن پر ہے نور

ھر چراغ کا تیرے چراغ کے پاس آنا لازم ہے
کیونکہ سارے ملک میں اندھیرا ہے اور صرف دکن روشن ہے

اسی بیان کے آخر میں اس نے چاروں اصحاب کا ذکر ضمناً اس طرح کر دیا ھے کہ جب آنحضرت معراج سے واپس آے تو اپنے چاروں اصحاب سے اس کا ذکر کیا اور ھر ایک صحابی کے ساتھہ صرف ایک ایک لفظ تعریف کا لکھہ دیا ھے - لیکن حضرت علی کی منقبت اس نے الگ لکھی ھے —

اس منقبت کے ضمن میں حضرت بندہ نواز کی مدح بھی لکھہ گیا ھے - وہ شعر یہ ھیں -

مجھہ اپنے کرم ساتھہ کر شاد کام
کہ ھوں تجھہ کمینہ خلف کا غلام

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسینی ھے گیسو دراز

محبت سوں اپنے تو فرزند کی
توں دلجوئی کارن یو دلبند کی

بنچانے کو اس تشنگی تھے جلا
محبت کا یک جام ایسا پلا

جو سب تن میں حق عشق کا چڑا اثر
قیامت کی رھوں ھول تھے بے خبر

اب سلطان علی عادل شاہ ثانی کی مدح شروع کرتا ھے

شعر - بکھانوں اِتا مدح شاہ زماں
کہ ثانی سکندر ھے صاحب قراں

(مطلب) اب میں شاہ زماں کی مدح بیان کرتا ھوں
جو صاحب قران اور سکندر ثانی ھے

سے موشگافی کرتی ہوی نکل جاے)

ذکر معراج کی تمہید شب معراج کے وصف سے اس طرح شروع کی ہے —

شعر۔ مرصع کی کسوت سوں یک نس سنوار
رکھی آرسی چاند کی بر ملجھار

(مطلب) رات نے زرق برق مرصع لباس پہنا
اور چاند کا آئینہ بغل میں لیا

شعر۔ چکا جوت نا دیکھ تس ابرھن
اندھارے لیا موچ سورج نین

(مطلب) اُس زرق برق لباس کو دیکھ کر سورج چکا چوند
میں آگیا اور اپنی آنکھیں میچ لیں

تیسرا شعر کیا اچھا لکھا ہے —

جو خوش مکھ پہ زلفاں پریشاں کرے
ہر یک سیام بادل کو گریاں کرے

یعنے اگر وہ رخ زیبا پر زلفیں پریشاں کردے تو کالے بادل اُسے دیکھ کر پانی پانی ہو جائیں —

جب صاحب لولاک عرش کے مقام خاص پر پہنچتے ہیں تو لکھتا ہے —

دسیا روپ پردے میں وو بے حجاب
کہ جس نور کے ذرہ کئی آفتاب
سمجھنے کی ہے بات کر دل کوں جمع
کہ فانوس میں کئیں بھی چھپتی ہے شمع

مری بات انگیں بعث کر سب کی رد
سخن کر موا عارفاں میں سند

سیاهی کوں کر میری ظلمات دھات
قلم میں مرے خضر کی دے صفات

کہ ظلمات میں اِس جو یو خضر جاے
برسنے کوں امرت ابھال ہو کہ آے

(یعنے جب یہ خضر (قلم) ظلمات (دوات کی روشنائی) میں جاے تو امرت، برسنے کے لیے ابر ہو کر آے —

مرے فن کے بن کوں عطا کر او آب
کہ ہر پھول ہوے چشمۂ پر گلاب

ہر ایک پھول کوں دے توں اس دھات رنگ
کہ ہوے ہر صبح دیکھ خورشید دنگ

خیالاں کوں مجھ باؤ کی اوج دے
طبیعت کوں دریا کی نت موج دے

(یعنے میرے خیالات کو ہوا کی سی بلندی عطا کر اور میری طبیعت کو دریا کی سی موج دے)

مری جیب کوں سیف کر آبدار
عنایت کی رکھ دم سوں نت تیز دھار

(میری زبان کو شمشیر آبدار بنا دے اور اپنی عنایت کے دم (سان) سے اس کی دھار ہمیشہ تیز رکھ)

کہ تک جس طرف آبھے وو زباں گزر جاے کر موشگافی وہاں
(تاکہ جس طرف وہ (زبان) ذرا پھر جاے تو وہاں

شعر - نظر کر کہ میں دیکھتا ہوں جسے
تو ہر گھٹ کے گھر میں دِوا توں دسے

(مطلب) جب میں غور سے دیکھتا ہوں
تو ہر جسم کے گھر میں تو ہی ایک چراغ نظر آتا ہے

شعر - اگر دین حق کے نہ قابل اہیں
ولے تیری وحدت کے قائل اہیں

(مطلب) جو دین حق کی صلاحیت نہیں رکھتے
وہ بھی تیری وحدت کے قائل ہیں -

اب مناجات میں سے چند شعر نقل کرتا ہوں ' چونکہ یہ شعر آساں ہیں اس لیے ہر شعر کے معانی یا مطلب لکھنے کی ضرورت نہیں —

پلا مجھ محبت کا ایسا شراب
کہ ہو مست بِسروں دو جگ کا حساب
مرے مکھ تے کاڑ اس اثر کا کلام
کہ ہر بول ہوے مے پرستاں کوں جام
دھرنہار اثر حال کا قال دے
دلاں کوں جم اس قال تے حال دے
بھر یا رکھ مرے دم میں افسوں سدا
کہ جگ ہوے مسخر یوسن کر ندا
مرے شعر سوں زندہ کر ہر شعور
سمج مجھ بچن تے توں کر جگ میں پور

شعر - دھنی تونچ ھے مسجد و دیر کا
تہیں سب سبب صلح ہور بیر کا
(مطلب) مسجد و دیر کا مالک توھی ھے
اور توھی صلح وعداوت کا سبب ھے

یہ آخری شعر کس قدر بلیغ ھے - یعنے مسجد و دیر سب ترے ھی ھیں اور یہ جو آپس میں صلح یا عناد ھے وہ تیری ھی وجہ سے تو ھے - یعنے تیری ھی ذات و صفات کی بحث اور جھگڑے کی وجہ سے اختلافات پیدا ھوے اور ملتوں میں تفرقہ ھوا - غرض اتفاق ھو یا نفاق وہ تیری ھی تلاش میں ھے اور اس لیے تیرا ھی ان سب میں ظہور ھے - اس کے آگے کہتا ھے —

شعر - ترا انت پانے میں سب جگ ھے غرق
بڑا پن پچھانت میں فرقیاں میں فرق
(مطلب) تیری انتہا پانے میں سارا زمانہ منہمک ھے
البتہ تیری عظمت کے پہچاننے میں بہت کچھہ فرق ھے

شعر - نہ پاے تیری ذات کوی جز صفات
ھر ایک گھٹ میں گھٹ ھو یو یک دھات بات
(مطلب) سواے صفات کے تیری ذات کو کوئی نہ پا سکا
اصل یہ ھے کہ تو ھر جگھہ ساری ھے

شعر - سکت تجھ ہے دریا کوں ماتی میں داب
پون پر نہانا گگن کا حباب
(مطلب) یہ تیری ھی قدرت ہے کہ سمندر کو مٹی میں دبا کو
ھوا میں آسماں کا حباب بنایا

شعر - سبھوں کا سمجھ تھک رھا ہے یہاں
کہ یک بڑ بڑے میں بسایا جہاں
(مطلب) سب کی عقل حیران ھے کہ ایک
بلبلے میں یہ سارا جہان کیونکر بسا دیا

شعر - لکھن ھار ھو نقش توں بے قلم
سنھدی سوں کے رنگ نہچاے جم
(مطلب) تو بغیر قلم کے نقش و نگار کرنے والا ھے
اور سفیدی سے بیسیوں رنگ پیدا کرتا ھے

شعر - ھمن عقل تجھ حکمتاں پاس یوں
سوا لاک پربت پہ چمٹی ہے جوں
(مطلب) ھماری عقل تیری حکمت کے سامنے ایسی ھے
جیسے سوا لاکھ پہاڑوں پر ایک چیونٹی

شعر - ترے یک پنے پر دھریں اتفاق
موحد و ملحد میں نیں یہاں نفاق
(مطلب) تیری وحدت پر سب کو اتفاق ھے
اس میں ملحد و موحد کا اختلاف نہیں

شعر - نظر میں توں خوباں کوں تیزی دیا
توں چھب کی کھڑگ میں ستیزی دیا

(مطلب) تونے معشوقوں کی نظر میں تیزی رکھی ہے
اور چھب کی تلوار کو جنگ کی قوت دی

شعر - صباحت میں دے توں ملاحت کا آب
رکھیا حسن کی تیغ کا جگ پہ داب

(مطلب) صباحت میں ملاحت کی رونق ملا کر
تو نے دنیا میں حسن کی تلوار کو شوکت بخشی

شعر - لینے ملک جاں خوبرویاں کی نین
دیا ہے توں تیر و کماں ان کوں عین

(مطلب) اقلیم جان کی تسخیر کے لیے تونے خوبرویوں
کی آنکھوں کو تیر و کمان عنایت کیے

شعر - جنوں کا پلک مارنا بھوں چڑا
خدنگ ناز کا دل میں چھوڑیں گڑا

(مطلب) جن کا بھویں تان کر پلک مارنا
گویا ناز کے تیر کا دلوں میں گڑونا ہے

غرض شاعر نے ہر شے میں اس کی اپنی حفاظت
یا دوسروں کے بچاؤ یا تسخیر کے لیے طرح طرح کے
ہتیار پیدا کیے ہیں - حمد کے دو چار شعر اور لکھتا
ہوں جس سے نصرتی کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوگا -

شعر - نہ کرلے برس ابر عالم کو غرق
دیا رعد کے ہات توں تیغ برق

(مطلب) مبادا بادل برس برس کر دنیا کو غرق کردے
تونے رعد کو برق کی تلوار دی

شعر - سورج کی تھیں روز کھڑ سان کاڑ
دیوے نور کی مہ کے خنجر کو باڑ

(مطلب) تو ھر روز سورج کی سان (فسان) کو باھر نکالتا ھے
تاکہ چاند کے خنجر کو نور کی باڑ دے

شعر - سپر کی تو صورت دیا پھول میں
نشاں بہال کا غنچہ مقبول میں

(مطلب) پھول کو تونے سپر کی صورت دی
اور غنچہ میں بہال کا نشان رکھا ھے

شعر - توں باگاں کوں خنجر سوں چڑنکہ دیا
دسن گج کوں کر گرز بیشک دیا

(مطلب) تونے شیروں کو خنجر سے بڑھ کر ناخن دیے
اور ھاتھی کو دانت سا گرز دیا

شعر - کیا خنجر مار پر زھر توں
بچھو ھت دیا نیزۂ قہر کوں

(مطلب) سانپ کو زھر بھرا خنجر دیا
اور بچھو کو نیزۂ قہر عطا کیا

پھر بڑی خوبی سے لکھتا ہے کہ ہر شے جسے خدا نے بڑائی دی ہے اسے اس کی حفاظت کے لیے ہتھیار بھی دیے ہیں ـ

شعر ـ تو سرجا ہے چے شے بزرگی کے کاج
کیا نہیں بڑا اُس کو ہتیار باج

(مطلب) تونے جس کسی کو بڑائی کے لیے پیدا کیا ہے
اُسے بغیر ہتیار کے نہیں رکھا

شعر ـ فلک کوں جو تاریاں کی جوشن دیا
ملمع سے چاندنی کے روشن کیا

(مطلب) آسماں کو تونے تاروں کا جوشن دیا
اور اُسے چاندنی کی جگمگاہٹ سے روشن کیا

شعر ـ دیا تس کھڑک سور سا تابدار
سورج کوں دیا خنجر آبدار

(مطلب) اور اُسے سورج سی چمکتی ہوی تلوار دی
اور سورج کو خنجر آبدار عطا کیا

شعر ـ سمندر میں موجاں ہتیاراں کی فوج
جواہر کے ہتیار پانی کی موج

(مطلب) سمندر کی موجیں گویا ہتیاروں کی فوج ہے
اور جواہر کے ہتیار پانی کی موج ہے (آب)

شعر ـ دیا آگ کے ہت توں خنجر ہزار
کرے باؤ پر دمبدم تیز دھار

(مطلب) تونے آگ کو ہزاروں خنجر دیے ہیں
جو ہر دم ہوا پر اپنی دھار تیز کرتی رہتی ہے

شعر - که کوی کس اوپر داٹ آنا سکے
کو آوے اچھوتا وو جانا سکے

(مطلب) تاکہ ایک دوسرے کو دبا نہ سکے
اور جو دبائے تو اچھوتا نہ بچ نکلے

شعر - سکت پاے کوی دیس موذی اگر
وبال اس پہ دے جیو نکہ چمٹی کوں پر

(مطلب) اگر کچھہ دن کسی موذی کو زور حاصل ہو بھی گیا
تو چیونٹی کی طرح اسے پر دے کر وبال نازل کرتا ھے

اس کے بعد خدا کے عدل کی تعریف کرتا ھے کہ کس طرح موذیوں کو قابو میں رکھتا ھے اور موقع موقع سے غضب اور کرم کرتا ھے - چونکہ یہہ رزمیہہ نظم ھے اس میں تلوار کی تعریف کرتا ھے کہ خدا نے اس میں کیا کیا جوھر رکھے ھیں اور اسے وہ قوت دی ھے کہ ایک ایک کونے سے لاکھوں خزانے باھر نکال لاتی ھے - اور آخر میں کہتا ھے -

کیا توں لوھا نامۂ صلح کل

یعنے تلوار ھی صلح کا نامہ ھے ' اس کے بغیر امن نہیں ھوتا —

لوھے کوں کیا توں سفر کا رفیق
لوھا نیں تو زر دشمن ھر طریق
لوھے بن نکوی یار جانی ھے ھور
لوھے تھیچ ھے یار جانی کوں زور

شعر - نهنڈا سا چ هیرا نپا کهن ملے
بڑا بل دیا پیسنے کهن منے

(مطلب) ننها سا هیرا کان میں پیدا کیا
اور کهن کو اس کے پیسنے کی کتنی بڑی قوت دی

شعر - دیکهت سرکش آتش میں باد غرور
چهلے هت تهے پانی کے تس مکهه تهے نور

(مطلب) سرکش آگ میں کس قدر باد غرور نظر آتی هے
آخر اس کے منه کا نور پانی کے هاتهوں چهینا گیا

شعر - کرنهار غالب کوں مغلوب وے
طلب کی هے طالب کا مطلوب وے

(مطلب) وهی غالب کو مغلوب کرنے والا هے
اور وهی طالب کی طلب کا مطلوب هے

شعر - الهی قوی توں سرے تجهه سکت
نه دیتا توں بهاتا رتی کس کے هت

(مطلب) الهی تو قوی هے اور قوت تجهی کو سزاوار هے
تو اگر نه دیتا تو کسی کے هاتهه کچهه نه آتا

شعر - ننهے اور بڑے میں تهیں حد بندیا
دونو میں توں شمشیر کا سد بندیا

(مطلب) چهوٹے اور بڑے میں تونے حد باندهی
اور دونوں میں تلوار کی دیوار کهڑی کردی

رکھا اس نامۂ نامی کا علی نامہ نانوں
تا جلم جگ یو زمانے کے گلے ہوے ہیکل *

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے - حسب معمول اول حمد ہے - نصرتی کے حقیقی شاعر ہونے میں کلام نہیں' اس نے یہ التزام رکھا ہے کہ جس رنگ کی مثنوی ہے اسی رنگ کی حمد بھی ہو یعنے عشقیہ مثنوی کی حمد عاشقانہ ہے جیسا کہ گلشن عشق کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے اور رزمیہ مثنوی کی حمد شان رزم رکھتی ہے - چند ابتدائی شعر ملاحظہ ہوں —

شعر - سرانا سرے اس سکت دار کوں
کہ آدھار ہے جن نرا دھار کوں

(مطلب) تعریف اس قوی قادر کو زیبا ہے
کہ جو بے آسراؤں کا آسرا ہے

....

شعر - سکندر کوں دارا پہ جن جس دیا
ادک گبج تھے شرزے کے ہت کس دیا

(مطلب) جس نے سکندر کو دارا پہ غلبہ دیا
اور شیر کے پنجے کو ہاتھی سے زیادہ قوت بخشی

شعر - دیا یوں توں رستم کے پنجے میں زور
پڑیا ڈر تے جس دل میں دیواں کے شور

(مطلب) تونے رستم کے دست و بازو میں وہ زور دیا'
کہ اس سے دیووں کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی

---

* ایک دوسرے نسخے میں یہ مصرع یوں ہے
" جس کی ہر رزمیہ رستم کے گلے کا ہو ہیکل "

دکھایا اور جب کسی قدر آزادی ملی اور پھر لوٹ مار شروع کی اور مغلوں نے دبایا تو بیجا پوریوں سے ساز باز کر لیا - بعد میں اگرچہ حکومت بیجاپور اور مغلوں میں اتحاد تو ہو گیا مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے سے بدگمان رہے - حکومت بیجا پور کو یہ بدگمانی تھی کہ مغل شیواجی سے در پردہ ساز رکھتے ہیں اور مغل یہ سمجھتے تھے کہ حکومت بیجاپور خلاف معاہدہ پوشیدہ طور سے شیواجی کی امداد کرتی ہے - ان دونوں کی بدگمانیاں کچھ بیجا نہ تھیں اور اسی وجہ سے انہوں نے بہت کچھ نقصان اٹھایا - ان تاریخی الجھڑوں کو چھوڑ کر اب ہم اصل کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں —

اس مثنوی میں بھی نصرتی نے وہی اہتمام کیا ہے جو گلشن عشق میں پایا جاتا ہے - یعنے ہر باب کا عنوان ایک شعر ہے جس میں اس باب کے اصل واقعے کا خلاصہ یا اشارہ اس شعر میں آجاتا ہے - عنوان کے یہ تمام شعر ایک بحر اور قافیے میں ہیں - ان تمام اشعار کو یکجا جمع کر لیا جاے تو لامیہ قصیدہ ہوجاے گا جس میں مثنوی کا سارا مضمون آجاے گا - کتاب کا عنوان یہ دو شعر ہیں —

حمد اول ہے خدا کا کہ جنے روز ازل

دیا ہے ہمت مرداں کو جو توفیق سوں بل

تھا، پیچھے ہٹایا۔

اِس مثنوی میں جو علی‌نامہ کے نام سے مشہور ہے اِنہیں مہمات کے کارنامے ہیں۔

نصرتی کا بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے تاریخی واقعات کو صحیح ترتیب، بڑی احتیاط اور صحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حسن بیان اور زور کلام کے تمام اسلوب ہوتے ہوئے کہیں تاریخی صحت سے تجاوز نہیں کیا۔ تاریخ سے واقعات کو ملایئے کہیں فرق نہ پائیے گا۔ بلکہ بعض باتیں شاید اس میں ایسی ملیں گی جن کے بیان سے تاریخ قاصر ہے۔ باوجود اس کے واقعات کی تفصیل، مناظر قدرت کی کیفیت، رزم و بزم کی داستان اور جنگ کا نقشہ کمال فصاحت و بلاغت اور صناعی سے کھینچا ہے۔ اردو زبان یوںہیں رزمیہ نظموں سے خالی ہے اور ایک آدھ رزمیہ نظم جو اس سے قبل لکھی گئی ہے وہ ہرگز اس کو نہیں پہنچتی۔ یہ رزمیہ مثنوی ہر لحاظ سے ہماری زبان میں بے نظیر ہے۔

اس نظم کے تفصیلی بیان سے قبل ایک بات اور لکھہ دینی چاہتا ہوں جس کا جاننا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مغلوں اور بیجاپوریوں کی اس جنگ میں شیواجی کو بہت بڑا دخل ہے۔ جب بیجاپوری حکومت نے اس کا قافیہ تنگ کیا تو مغلوں کی منت سماجت کر کے ان سے جا ملا اور بیجاپور کی فتح کا سبز باغ

ہاتھی تھے - اگر باج گزار ریاستوں کو بھی ملا لیا جائے تو ایک طرف اس کے علاقے میں بمبئی کے اضلاع کنارا اور دھاروار تھے اور دوسری طرف مدراس کے اضلاع کرنول اور ریاست میسور کا بہت سا حصہ - اس سے عادل شاہ کی قلمرو کی عظمت و شان کا اندازہ ہو سکتا ہے -

باپ کی وفات پر علی عادل شاہ ثانی کی عمر ۱۸ سال کی تھی - امرا میں حسد و رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی' سرحدی وبوں پر بغاوتیں نمودار ہو رہی تھیں' اس پر اورنگ زیب کی چڑھائی اور بعض عادل شاہی امرا کی غداری نے طرح طرح کی پیچیدگیاں اور پریشانیاں پیدا کر دی تھیں' تاہم بیجا پور برابر مقابلہ کرتا رہا - اتنے میں اورنگ زیب کو دکن کی مہم چھوڑ کر دہلی جانا پڑا - وہاں تخت و تاج اس کے انتظار میں تھے - اس سے بیجا پور کو دم لینے کا موقع مل گیا - علی عادل شاہ نے بڑی ہمت اور ہوشیاری سے کام لیا اور اپنی حکومت کو سنبھال لیا - وہ خود میدان جنگ میں آیا' شیواجی کی بڑھتی ہوئی قوت کو روکا' کرنول کے حبشی سرداروں کو نیچا دکھایا' راجہ بدنور کی سرکوبی کی اور آخر میں مغلوں کے فوجی سیلاب کو جو جے سنگھ کی سرکردگی میں بڑھتا ہوا چلا آرہا

چہ گل ہے نزاکت کا نول اس بن میں
یک رنگ پیالا اہے اپس فن میں
ہو طبع معطر دسے رنگین نظر
جن سیر کرے عشق کے اس گلشن میں

——:*:——

(۲)

علی نامہ

ماہ ذیحجہ سنہ ۱۰۴۵ ھ (۱۶۳۶ ع) میں جب مغلوں اور سلطان بیجاپور میں مصالحت ہو گئی اور جنگ و پیکار کا خاتمہ ہوگیا تو سلطان محمد عادل شاہ کو اپنی حکومت کی توسیع اور فروغ کا موقع ملا - اس نے بیس سال کے عرصے میں اپنی حکومت کو انتہاے عروج تک پہنچا دیا اور اس کی قلمرو بحیرۂ عرب سے خلیج بنگال تک جا پہنچی - جب محمد عادل شاہ کا انتقال (سنہ ۱۰۶۷ ھ ۱۶۵۶ ع) ہوا تو اس کے ملک کا سالانہ محاصل ۶ کروڑ ۸۴ لاکھ تھا اور اس کے علاوہ باج گزار ریاستوں سے سوا پانچ کروڑ روپیہ سالانہ بطور خراج کے اور وصول ہوتا تھا - فوج میں اسّی ہزار سوار اور اڑھائی لاکھ پیدل اور ۵۳۰ جنگی ہاتھی

کہیں چپ روایت کیا حسب حال
کہیں طبع کے لے چلیا خوش خیال
کہیں بول گت میٹھ صافی کیا
کہیں دقت موشگافی کیا
بلندیا ارت کیں ہر کسی فہم کا
رکھیا بھاؤ کیں بادشہ وہم کا
بکمت فن ہے آسان شہ تجہ اگل
کہ ہے توں کو نہار مشکل کوں حل

آخر میں کتاب کا نام اور سنہ تالیف کو نظم کیا ہے

محبت کی پا باس ہر ٹھاؤں میں
رکھیا گلشن عشق کر ناؤں میں
دھریا اس کی تاریخ یوں ہجرتی
مبارک یو ہے ہدیۂ نصرتی

اس سے سنہ ۱۰۶۸ ہجری نکلتے ہیں —

مجھے یو تو ہے جیوتے پیاری کتاب
کہ ہے عشق سوں پُر یہ ساری کتاب

اور اس کے بعد دعا پر کتاب کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

میرے پاس اس کتاب کے کئی نسخے ہیں لیکن سب سے قدیم سنہ ۱۰۹۳ھ یعنے تالیف سے ۲۵ سال بعد کا ہے۔ اس میں کتاب کے ختم پر ایک رباعی بھی درج ہے جو بلا شبہ نصرتی کی معلوم ہوتی ہے اور اس مثنوی کی تعریف میں ہے —

دیکھو مول اس لعل کا کیا چڑیا
اچھا لیا سو طاق فلک پر چڑیا
اتا بشاہ ہن مول کن لے سکے
جوہر لعل کا یوں بہا دے سکے
شہا کوئی متاع اس کے ناسار اچھے
یونت جگ میں جگ جگ رھنہار اچھے

اس کے بعد بتاتا ہے کہ میں نے اس کتاب کے لکھنے میں کیا کیا ھنر اور حکمتیں کی ھیں —

خصوصاً جو میں قصۂ بے مثال
کہ الحق ہے مجھہ فہم کا یک خیال
مری طبع کے تیز تازی کے تیں
یون سوں کرنہار بازی کے تیں
اُبلتا سو دیک آپ نے تہان میں
لے آیا سو قصے کے میدان میں
نہ مجھہ دل منگیا تیوں پھرایا اوسے
نہ جوں تھا دکھانا دکھایا اوسے
نہ ھر تہار دیتا ھوں جولان میں
تھیک چپ چلایاں ھوں گردان میں
دھر اس شعر کی اصل خوبی کا بھاؤ
نکالیا ھوں قصہ کی شاخاں تے تاؤ
لنبی بات کو کیں کہا مختصر
کہیں مختصر کوں بڑھایا سنور

کیا ہوں کتاب اب یو تصنیف میں
بھریا تس میں تھوڑے جو تعریف میں
درونے کاات فکر سوں کھود کھن
نکالیا ہوں کئی رنگ برنگی رتن
یتے جوہراں میں جو کاڑیاں ہوں آج
سمج لہو نہ پایا ہوں دقت کے باج
جو سب نس فلک کھاے خونی جگر
تو یک بھار لاتا ہے روشن گھر
رھنا کر مشقت کی اپنی پچھار
شفق کر دکھاتا ہے لہو کی نشاں
کتا ہوں مشقت مری کھول میں
گھر کھیں نہ رکھتا ہوں بے ڈول میں
ہر یک سخت الماس کوں کر تلاش
بنایا ہوں کئی بار پھر پھر تراش
ہر یک نگ پہ جڑنے رتن برمحل
کیا ہوں کتی بار اپس لہو کا جل
ہر یک سطر ہے گرچہ نیلم کی لڑ
معانی کے ہیں لعل یکس یک تے چڑ
مرا لعل ہر یک دیکھت نامدار
کہے ہیں رتن پارکھی سب قرار
اچھا لے تو جیتا یہ جاوے بلند
وتا نقد دیتا بی ہے سود مند

شعر۔ لجایاں تماشے سوں گھانہاں کے من
بھولایاں نزاکت سوں سب انجمن
(مطلب) ان کے تماشے سے اہل ہنر شرمندہ
اور ان کی نزاکت سے اہل انجمن مبہوت ہو گئے

اس کے بعد دعوت کے کھانوں کا ذکر کیا ہے، شاید ہی کوئی کھانا، ترکاری، پکوان اور پھل بچا ہو۔ یہ بیان طویل ہے اور اس کا نقل کرنا بے مزہ ہوگا۔ کھانوں کے بعد آتش بازی کا نمبر آتا ہے۔ یہاں بھی نصرتی حسب عادت تمام آتش بازیوں کا بیان نام لے لے کر کرتا ہے۔ غرض شادی کے جتلے لوازم اور رسوم ہیں ان سب کا ذکر دل کھول کر کیا ہے۔ اس میں اُس نے ہر موقع کے مناسب اس قدر الفاظ استعمال کئے ہیں کہ اس سے اس کی وسعت معلومات اور قدرت زبان کا اندازہ ہوتا ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ بعض بعض حصے نقل کیے جائیں لیکن طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتا ہوں —

قصہ ختم ہونے کے بعد خاتمۂ کتاب ہے جس میں بادشاہ کی مدح اور اپنی مثنوی کی تعریف اور اس کی خصوصیت بیان کی ہے۔ اپنی کتاب کی خوبی اور بادشاہ کی قدر دانی کا ذکر اس طرح کرتا ہے —

شعر - لگی ناچنے آجو ہر گن بھری
اپس فن میں اُڑتی دسے جوں پری
(مطلب) ہر ایک گن بھری جب ناچنے لگی
تو اپنے فن کے زور میں پری کی طرح اڑتی دکھائی دیتی تھی

شعر - کہا یوں میٹھا راگ رنگ رس بھرا
بسر سد سبک سیر چندر ہریا
(مطلب) جب میٹھا رسیلا راگ گایا
تو سبک سیر چاند کی بھی عقل گم ہو گئی

شعر - فلک چرخ کھانے کی گت بھول گیا
سورج کے جھریاں کا بہتا جل رھیا
(مطلب) آسمان گھومنے کی گت بھول گیا (کھڑا رہ گیا)
اور سورج کے جھرنوں سے بہتا جل رک گیا (بہتا جل سے مراد شعاعیں ھیں)

شعر - پون کا ترنگ ہو رھیا کھنڈہ لنگ
ھوا کند تر تیز اگن کا فرنگ
(مطلب) ھوا کا گھوڑا لنگڑا ھوکے رہ گیا
اور آگ کی تیز تلوار کند ھو گئی

شعر - دیا سوز گانے سے ققنوس کوں
رولایاں دیکھا ناچ طاوس کوں
(مطلب) گانے سے ققنوس کے دل میں سوز پیدا کردیا
اور ناچ دکھا کر طاؤس کو رلا دیا

شعر - چتر نازنین پاتراں چھند باز
جو تھیاں لاکھ خوبی سوں عاشق نواز

(مطلب) پر ہنر جادو کار نازنین ناچنے والیاں
ہزار ہا خوبیوں سے عاشق کا دل چھیننے والی تھیں

شعر - لٹکتیاں چلیں چھب کی جب چاؤ سوں
خمیں قد جو بن بار کے تاؤ سوں

(مطلب) جب وہ ناز و ادا سے مٹکتی چلتی تھیں
تو جوبن کے بار سے ان کے قد خم ہوجاتے تھے

شعر - لبد سحر کا حقہ لبدا نہار
سبد بدکوں افسوں ہو لیجا نہار

(مطلب) جادو کار لب فریفتہ کرنے والے تھے
اور آواز کے افسوں سے عقل گم تھی

شعر - ہر یک چھب میں دھرتیاں ہزاراں سو زیب
ہر یک فن میں کرتیاں ہزاراں فریب

(مطلب) ایک ایک ادا میں ہزاروں زیبائشیں
اور ایک فن میں ہزاروں جادو تھے

شعر - وو کس کاس تھاریاں رہیاں چین بند
دیکھانے ارت بھاؤ سوں چھپ کے چھند

(مطلب) وہ کسی کسائی آراستہ کھڑی تھیں
اور ارت بھاؤ سے ادا کے ہنر دکھا رہی تھیں

شعر - نہ کوئی یک علاج اُس کو صحت کرے
دوگن درد کوں پھر نصوحت کرے
(مطلب) اُسے کوئی علاج کارگر نہ تھا
نصیحت سے اس کا درد اور بڑھتا تھا

شعر - کتی تھی سو اوکچھہ بھی اول بچن
سنے پر سہیلیاں کا بھرتا تھا من
(مطلب) پہلے وہ کچھہ کچھہ باتیں بھی کرلیتی تھی
جن کو سن کر اس کی سہیلیوں کا دل بھر آتا تھا

شعر - وہ سب هات سے طرح دیتی چلی
چھپی کے چپی دل تے لیتی چلی
(مطلب) اب وہ بھی موقوت هو گئیں
اور اب خاموش دل هی دل میں گھٹتی تھی

شادی کی مجلس میں راگ رنگ کا ذکر کیا ھے -
چند شعر اس مقام کے بھی نقل کیے جاتے ھیں —

شعر - طرب بخش مطرب میٹھے تان اُچائیں
سوگیانی بجا گیان هور گن سے گائیں
(مطلب) سرور بخش مطربوں نے میٹھی تانیں لینی شروع کیں
اور گویوں نے گیان اور گن سے گانا بجانا شروع کیا

شعر - یک کچھہ بلندی دھری خوش سبد
دیکھیں پھاڑ پردے کو زهرہ لجد
(مطلب) خوش آواز کی بلندی ایسی تھی
کہ زهرہ جبینیں پردے پھاڑ کر دیکھہ رهی تھیں

شعر - زباں سے هووے اس کوں کر همکلام
نکالے نہ چک غیر کا مُکھ تے نام
(مطلب) وہ اُسی سے همکلام رهتی تهی
اور بھول کر بھی زبان سے کسی دوسرے کا نام نہ لیتی تھی

شعر - لگیا تھا کر اپنا سوتس تن کو تن
اپس چھاؤں کوں نالگن دے چرن
(مطلب) چونکہ اپنا بدن اس کے بدن کو لگا تھا
اس لیے وہ اپنے سایہ کو بھی اپنا قدم نہیں لگنے دیتی تھی

شعر - رهیا تھا کہ اس روپ اپس چک بھتر
نہ لگنے دیوے آرسی کی نظر
(مطلب) چونکہ اس کا جمال کبھی اپنی آنکھوں میں رها تھا
اِس لیے آئینے کی نظر بھی اُسے نہ لگنے دیتی تھی

شعر - تس اوکلتی ناکل پڑے چک اُسے
اُسی بیچ تھا روز سکھہ دکھہ اُسے
(مطلب) اُس بے قرار کو بھولے سے بھی قرار نہ آتا تھا
اُسی میں همیشہ اس کا سکھہ دکھہ تھا

شعر - پیا باج سنگار کام آے نا
نہ کچھہ غم کے پیرایہ بن بھاے نا
(مطلب) بغیر محبوب کے سنگار بے کار هے
اور غم کے پیرایہ بغیر کوئی چیز نہیں بھاتی

شعر - رکھے گرچہ تس تھار ناچار تن
دھرے جھوں کوں پن آپے یار کن

(مطلب) اگرچہ وہ بظاہر یہاں ہے
لیکن جی اس کا یار میں ہے

شعر - دوجا دھیان تس دل انگے پست اچھے
نت اپنیچہ اپس حال میں مست اچھے

(مطلب) کوئی دوسرا خیال اس کے سامنے ہیچ تھا
اور وہ ہمیشہ اپنے حال میں آپ مست تھی

شعر - لبد میں وہی یاد کرتیں بچن
اوتھے بول یکایک سوتا جوں سپن

(مطلب) لبوں پر اسی کی باتیں تھیں
جیسے کوئی خواب میں سوتے سے بول اٹھتا ہے

شعر - دھرے بانھہ ایس اپے سینے سوں تلگ
کہ گلہار تھے وصل کے یار سنگ

(مطلب) وہ اپنے بازو اپنے سینے سے لپٹائے رکھتی تھی
کہ وصل کے روز یہ یار کے گلے کے ہار تھے

شعر - چومے لب کا اپلیچہ اپن رنگ رس
شکر ہوے تھے امرت تے شربت سرس

(مطلب) اپنے لبوں کو خود ہی چوم چوم کر مزہ لیتی
کہ وہ آب حیات سے بھی زیادہ شیریں ہو گئے تھے

شعر - گرا چھتا تو کچھہ بھی مرے هاتھہ بس
تو اس وقت یک تل لے نا کرا لس

(مطلب) اگر میرے بس میں کچھہ بھی هوتا
تو میں اسی وقت تامل

شعر - سوهر کہوں وو دل چور کا کھوج پوچ
پھر اُس لوٹ لیتی محبت سوں ووچ

(مطلب) کسی نہ کسی طرح اس دل کے چور کا سراغ لگاتی
اور محبت کے زور سے اُسے لوٹ لیتی

ایک دوسرے مقام پر بھی اسی کیفیت فراق کو
بیان کیا هے جس کے چند شعر یہاں نقل کیے جاتے هیں-

شعر - نہ سکتی تھی رہ جو جنی با ج تل
نہ بھاوے سکہاں وو جو بیٹھیں تو مل

(مطلب) وہ جو ماں کے بغیر ایک لحظہ نہ رہ سکتی تھی
اور سہیلیوں کے بغیر جسے چین نہ آتا تھا

شعر - بچن ان کے دل پر اُسے بار هوے
جو تسکے خلل ذکر دلدار هوے

(مطلب) اب ان کی باتیں اسے ناگوار هوتی تھیں
کہ اس سے ذکر دلدار میں خلل آتا تھا

شعر - هو باولؑ ادک جوں پئے پر شراب
پوچھے کوئی اُسے کچھہ تو دے کچھہ جواب

(مطلب) جیسے کوئی شراب پی کر پاگل هوجاتا هے
اُس سے پوچھتے کچھہ هیں اور جواب کچھہ دیتا هے

شعر - رین کل مکھی سانگ تو بر آئے نا
دیکھن زرد رو دن کوں بھی بھاے نا
(مطلب) سیاہ رو شب سے صحبت گوارا نہیں
اور نہ زرد رو دن کا دیکھنا بھاتا ہے

شعر - اچھے نس تو دوزخ تے کالی کٹھن
دسے دن تو روز قیامت کا دن
(مطلب) رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک اور کٹھن ہے
اور دن قیامت کا دن ہے

شعر - مرے سر تلھیں یوں کٹھن ماہ و سال
خدا بن کہوں کس سوں مجھ دل کا حال
(مطلب) یہ کٹھن زمانہ اس طرح مجھ پر گزرتا ہے
خدا کے سوا اپنے دل کا حال کس سے کہوں

شعر - کہ ناچار اچھے رو دیا کے بدل
سو ہنس کھیل گمدا سکھیاں میں سگل
(مطلب) ناچار پاس خاطر کے لیے
میں سہیلیوں میں ہنس کھیل کے وقت گزار دیتی ہوں

شعر - جو دیکھوں نجھا تو دسے نین میں
جو بولوں بچن تو بسے بین میں
(مطلب) غور سے دیکھتی ہوں تو آنکھوں میں نظر آتا ہے
اور جو بات کرتی ہوں تو بیان میں بسا ہوا ہے

شعر - ادک سوز لگ مجھہ تلپلا پڑے
اُسی گھات کے باج تپ نا پڑے

(مطلب) سوزش دروں سے میں تڑپتی رہتی ہوں
اور اس دکھہ بغیر مجھی قرار بھی نہیں

شعر - نسلگ زور سوں چھٹ اُساساں کا باؤ
دیوے جوش سوں دل کے دریا کوں تاؤ

(مطلب) آہوں کا طوفان اس زور سے چلتا ھے
کہ دل کا دریا اس سے سخت جوش میں آجاتا ھے

شعر - تریاں نین کی تب ابلنے لگیں
املق تن کی خشکی پہ چلنے لگیں

(مطلب) تب آنکھوں کی مچھلیاں (آنسو) ابلنے لگتی ھیں
اور املق کر تن کی خشکی پر چلنے لگتی ھیں

شعر - ھوے سیج بھر جل سمندر نین
پڑے تس گھڑی سخت غوطے میں من

(مطلب) پانی سے بھر کر سیج سمندر ھو جاتی ھے اور
اس وقت دل سخت غوطے کھانے لگتا ھے

شعر - بچاری صبا دیکھتے دوڑ آئے
پکڑ ھات ڈبتے کوں کڑ کے لگائے

(مطلب) یہ دیکھتے ھی بچاری صبح دوڑتی آتی ھے
اور ھاتھہ پکڑ کر ڈوبتے کو کنارے لگا دیتی ھے

شعر - اوساساں نہ کچھ مک ستی بھاسکوں
نہ چک تھے انجھو بھار تک لیاسکوں

(مطلب) نہ منہ سے آہ نکال سکتی ہوں
اور نہ آنکھ سے آنسو باہر لا سکتی ہوں

شعر - یکمت نت رہوں غم سوں کر سر تلار
نہ کوئی بانٹ لیوے میرے دل کا بار

(مطلب) ہمیشہ تنہا اور غم سے سرنگوں رہتی ہوں
کوئی ایسا نہیں جو میرے دل کے بوجھ کو بانٹ لے

شعر - تلے دن تو ہر کیوں سہیلیاں سنگات
پڑے پن بجر سل ہو سہلے پہ رات

(مطلب) دن تو جوں توں سہیلیوں کے ساتھ کٹ جاتا ہے
لیکن رات چھاتی پر پہاڑ ہو جاتی ہے

شعر - زرایں اگن تن پہ سارے لگیں
گلاں سیج کے مجھ انکارے لگیں

(مطلب) لباس وغیرہ بدن پر آگ معلوم ہوتے ہیں
اور سیج کے پھول انکارے

شعر - چندر مجھ اوپر زہر کا ہوا یاغ
دیوے ہر ستارا میرے دل پہ داغ

(مطلب) چاند میرے لیے زہر کا پیالہ ہے
اور ہر ہر ستارا میرے دل پر داغ دیتا ہے

شعر - پڑی نیند یکایک وو جب بھول ڈاٹ
سو ویسے میں نہا تیا کلا سکھہ کا کاٹ
(مطلب) جب آنکھہ لگ گئی اور بھول غالب آگئی
تو ویسے میں میرا سکھہ چین لے کر بھاگ گیا

شعر - صبا ہوے پڑ جب کھول دیکھی نین
دسیا نین سو یک تل بھی مجھہ تن میں من
(مطلب) صبح ہوئے پر جب آنکھہ کھول کے دیکھا
تو تن میں دل کا نام و نشان نہ تھا

شعر - لوٹے جاکے تن من کا کہلا سگل
بیٹھی ہوکے مفلس دیوالا نکل
(مطلب) تن من کی ساری دولت لٹ گئی
اور میں مفلس دیوالیا ہوکر رہ گئی

شعر - ولے اُن لگایا سو مشعل کی سوز
ادک ہوے پلپل کوں مجھہ تن میں روز
(مطلب) لیکن وہ جس نے یہ آگ لگائی تھی
وہ لحظہ بہ لحظہ میرے دل میں کھبا جاتا تھا

شعر - برہ کی اوبالاں جو ہے تن ملنجھار
ادک جوش سوں جیو کوں ہوے کونڈبار
(مطلب) جدائی کی آگ جو تن بدن میں لگی ہوئی ہے
اس کے بے حد جوش سے دل منقبض رہتا ہے

شعر - دوجی تے ہو جب کھول دیکھی نین
ہوا تس اجالے سوں بے تاب من

(مطلب) پریشان ہوکر جب میں نے آنکھہ کھولی
تو اس کے اجالے سے میرا من بے تاب ہوگیا

شعر - وہیں عشق کی سوز لا باز باز
میرے دل کوں کیتا ادک بے قرار

(مطلب) فوراً عشق کا سوز بار بار لگاکر
میرے دل کو نہایت بے قرار کردیا

شعر - پرم بُھر کی بھاکر میرے بس منے
بھولا کر اپیا کھینچ آپس منے

(مطلب) میرے دل میں کچھہ ایسا محبت کا جادو ڈال دیا
کہ مجھے خود فراموش کرکے اپنی طرف کھینچ لیا

شعر - یو مجھہ دل کا دھن میلنچ مجھہ ہات سوں
اسے کاڑدی سوز کے گھات سوں

(مطلب) میرے دل کی دولت میرے ہاتھہ
سے سوز کا دکھہ دے کر چھین لی

شعر - گھنوری پن اس دھات حالی کیا
سرب لوٹ من تن کوں خالی کیا

(مطلب) فی الحال اس طرح غارت گری کی
کہ سب کچھہ لوٹ میرا تن من خالی کردیا

شعر - نہ کہہ ساؤ اس بل کھنووی اہے
دلاں کی پھبے اس کوں چوری اہے
(مطلب) اسے ساھو نہ کہو وہ تو غارت گر لٹیرا ھے
دلوں کی چوری اسے سزاوار ھے

شعر - چھپڑے چھند سوں کیتا اچنبک پچھاں
ادي رات کوں بھاکے جاتا ھے کہاں
(مطلب) مختفی فریب سے نادر مال کو پہچان کر
آدھی رات کے وقت لوٹ کے لے گیا

شعر - سمجتا ھے ایسی وہ جادوگری
نہتا جس کا شاگرد اچھے سامری
(مطلب) وہ جادوگری کا ایسا ماہر ھے کہ
سامری اس کا ادنیٰ شاگرد ھے

شعر - نجانوں کہ کیا سحر کر کے نظیر
یکایک دوڑا ستیا مجھہ مندھیر
(مطلب) نہ معلوم کیسا عجیب جادو کر کے
اس نے یکایک میرے محل پر دھاوا کیا

شعر - جگا کر اپس مکھہ کی مشعل کی تاب
ستم چھین لیتا میٹھی مجتے خواب
(مطلب) اپنے مکھہ کی مشعل کی روشنی سے
اس نے عمداً میری خواب شیریں چھین لی

شعر - سو پر تاب ادک روپ سارا ھوا
سرب سرخ تن جو انگارا ھوا
(مطلب) اس کا جمال گرمی سے چمکنے لگا
اور اس کا سرخ بدن انگارے جیسا ھو گیا

شعر - دھری جوش دھک سوں درونے کی دیگ
سو پکنے لگیا دل کلیجے سوں بیگ
(مطلب) اس آگ سے دل کی دیگ ابلنے لگی
اور کلیجا پکنے لگا

شعر - نکل بھار چلنے اوساساں کی بھاپ
چلیا جل اوبل چک سوں آپس تے آپ
(مطلب) آھوں کی بھاپ باھر نکلنے لگی
اور آنکھوں سے آنسو خود بخود بہنے لگے

شعر - کیتک وقت پر جوش جروا کے سب
کھی کھول پھل پھانک سے نرم لب
(مطالب) تھوڑی دیر تک اس نے اپنے جوش کو ضبط کیا
اور پھر برگ گل سے نرم لبوں سے کھنا شروع کیا

اب اپنا درد دل اس طرح بیان کرتی ھے۔

شعر - کہ اے مائی کھاری کری اب توں گھات
جو کاڑی میرے پاس دشمن کی بات
(مطلب) اے اماں! تونے مجھے یہ کیا دکھہ دیا ھے
کہ اس دشمن کا ذکر چھیڑ دیا
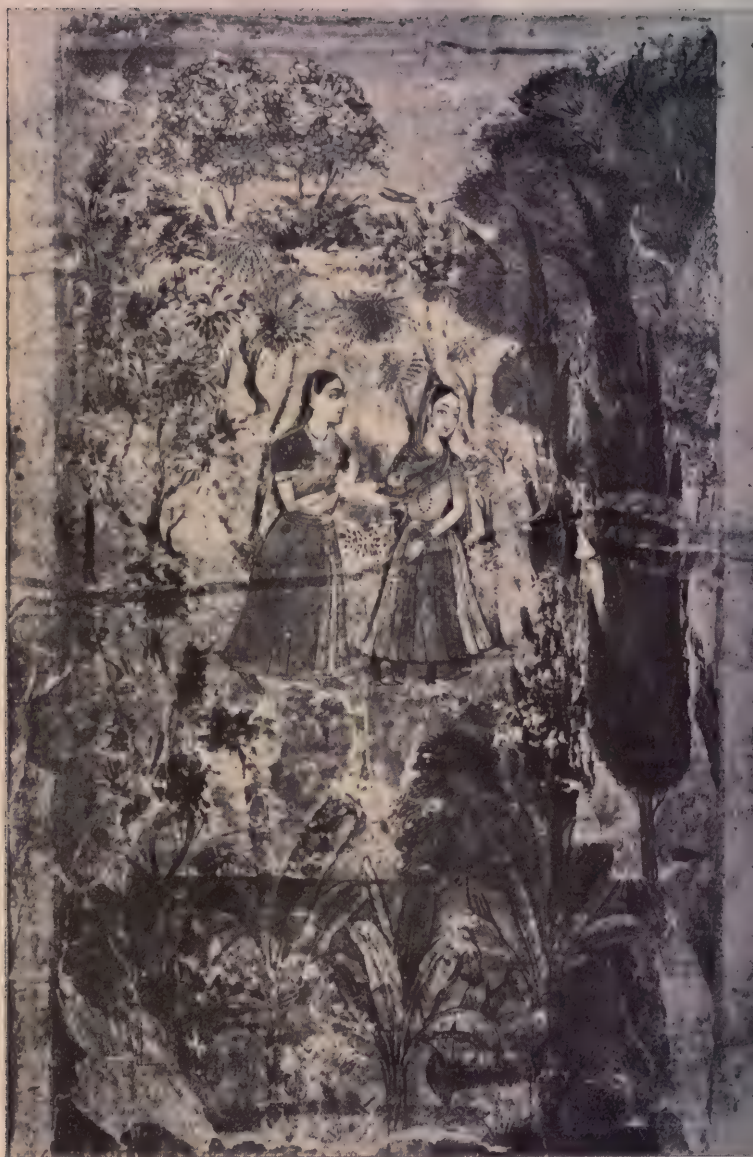
کس شجاعت اور بہادری سے دیو کو مارا اور چلپاوتی کو چھڑا کر لایا - ہم اس کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے - اب تو اپنا وعدہ پورا کر اور اپنے وصل سے اسے شاد کام کر - مدمالتی کا دل تو پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا، شرم کو بالائے طاق رکھہ اپنے درد دل کو بیان کرتی ہے - یہاں نصرتی نے بلا شبہہ اپنی شاعری کا کمال دکھایا ہے اور ایسی حالت میں دل پر جو گزرتی ہے اس کیفیت کو اس خوبی اور سچائی کے ساتھہ لکھا ہے کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے - کہیں تو اس نے فطرت انسانی کی اس صداقت کو دکھایا ہے جو میر حسن کی مثنوی میں نظر آتی ہے اور کہیں وہ نسیم کی طرح تصنع اور تکلف سے کام لیتا ہے - گلشن عشق میں یہ دونوں رنگ نظر آتے ہیں - کہتا ہے کہ جب اُس پر یہ بات کھل گئی کہ خالہ کو سارا راز معلوم ہے تو اس کی یہ حالت ہوگئی —

شعر - ہتوتے او جب ہت کا بارا چھٹا
سو تن من میں تب سرتے دھڑکا اتھا

(مطلب) جب دوست کی یاری کا ذکر چھڑا
تو اس کے تن من میں از سر نو آگ بھڑک اٹھی

شعر - نچھل موم باتیاں نمن استخواں
سلگ تن کے فانوس میں رہے نہاں

(مطلب) ہڈیاں خالص موم بتیوں کی طرح سے
تن کے فانوس میں جلنے لگیں

مد مالتی نے کہا پوچھیے ۔ اس نے پوچھا کہ کچھ دن
ہوے کسی رات کو یکایک تمھاری سیج پر ایک حسین
جوان آگیا تھا اور پھر تم میں باہم محبت ہوگئی
تھی - یہ کیا بات تھی ' ذرا مجھ سے کھول کے بیان
کرو - مد مالتی یہ سن کر بہت برہم ہوئی اور کہا
آپ میری بڑی ہیں اور ماں کی برابر ہیں - آپ کو
ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں - اس پر اس نے کہا
میں خدانخواستہ تجھے الزام نہیں دیتی ' تو بڑی
نیک دل نیک صفات ہے - مگر تو کیا مجھے دلالہ سمجھی
ہے جو اس قدر بگڑ بیٹھی - تو نے جو وعدہ اپنے چاہنے
والے سے کیا ہے اسے پورا کر وہ ہزاروں مصیبتیں اور
آفتیں جھیل کر یہاں آیا ہے - اس دکھی کے حال پر
رحم کر - کیا تم نے ایک دوسرے کو نشانی نہیں دی
تھی ؟ اب سچی بات سے کیوں مکرتی ہو ؟ مد مالتی
اور بگڑتی ہے اور کہتی ہے کسی کی کیا مجال کہ
مجھ تک پہنچ سکے - تمہیں جھوٹ بولتے شرم نہیں
آتی - شاید بیگانی لڑکی سمجھ کر یہ جرأت کی ہے -
اور اُٹھ کر چلنے لگی تو خالہ نے جھٹ اس کا دامن
پکڑ لیا اور کہا اوھوری مکار! مجھے جُل دیتی ہے -
اچھا بتا تو یہ موتیوں کی مالا کس کی ہے ؟ پھر
ایک انگوٹھی دکھا کر پوچھتی ہے کہ پہچان تو یہ کس
کی ہے ؟ پھر وہ سارا قصہ بیان کرتی ہے کہ کنور نے

شعر- دیکھو تک تفاوت سوں کر یک نظر
اگن کاں دھری اور میوے کدھر
(مطلب) ذرا اس تفاوت کو تو دیکھیے کہ
آگ کہاں رکھی ہے اور میوے کہاں-

اب میں ایک ایسے مقام کے اشعار نقل کرتا ہوں جسے پڑھ کر نصرتی کے شاعرانہ کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے- یہ وہ مقام ہے کہ جب کنور چنپاوتی کو دیو کی قید سے چھڑا کر اس کے گھر لے آتا ہے اور یہ خوش خبری سن کر مدمالتی اور اس کی ماں چنپاوتی کے ہاں آتی ہیں- ایک دن چنپاوتی کی ماں (جو مدمالتی کی خالہ ہے) مدمالتی کو باغ میں الگ لے جاتی ہے اور باتوں باتوں میں کہتی ہے کہ ہمیں جو بیٹی کے درشن نصیب ہوے یہ سب تیرے قدموں کی بدولت ہے اور ہم تیرے بہت ہی ممنون احسان ہیں- مدمالتی یہ سن کر اس کا منہ دیکھنے لگی کہ یہ آپ کیا کہتی ہیں، میرا اس سے کیا تعلق!- اس نے کہا میں قسم کھاتی ہوں کہ جو کچھہ میں نے کہا ہے وہ بالکل سچ ہے- اس پر مدمالتی نے کہا کہ آخر یہ کیا معما ہے فرمائیے تو سہی- تب اس نے کہا اچھا پہلے میں تم سے ایک بات پوچھتی ہوں اس کا سچ سچ جواب دینا اور کوئی بات مجھہ سے چھپانا نہیں، اس کے بعد میں یہ معما حل کردوں گی-

پڑتی ہے - لیکن یہ بیان تصنع اور آورد سے خالی نہیں -

اس کے بعد باغ کے میووں کا ذکر کیا ہے - شروع میں تمہید کے طور پر چند شعر میووں کے بلنے، نشو و نما پانے اور پکنے میں صانع کی قدرت کو کس خوبی سے دکھایا ہے :—

شعر - ہر یک رکھہ تے نعمت وو سرجا کہ خام
کرے آب سوں آگ کی پختہ تمام

(مطلب) ہر ایک درخت سے ایک خام نعمت پیدا ہوتی ہے
جو آگ کے پانی سے پختہ کی جاتی ہے

شعر - زہے بن کے میویاں کے صانع نول
نہاتا ہے کڑوے کسالے اول

(مطلب) میووں کا صانع بھی کیا عجیب ہے کہ
اول اول انھیں کڑوے کسیلے بناتا ہے

شعر - دھرے کیا سواد اس کی قدرت کا ہات
پکاتیں میٹھے یوں کرے جوں نبات

(مطلب) اس کی قدرت کے ہاتھ میں کیا لذت ہے
کہ انھیں پکاکر مصری سا میٹھا کر دیتا ہے،

شعر - میٹھے بیر و خوشے خوش انگور کے
صفا تر ثریا تے پر نور کے

(مطلب) میٹھے بیر اور انگور کے خوشے
پر نور ثریا سے بھی زیادہ روشن ہیں

شعر - پیالیاں میں بلبل ہوئی پھند ست
دسیں سرخ کے نین لالی سوں مست

(مطلب) پیالہ نوشوں میں بلبل پیش پیش تھی
اور سرخے کی آنکھیں لالی سے مست تھیں

شعر - اُٹھے کوئلاں مست ہو ھانک مار
اُٹھی کوک کوکیاں تے بے اختیار

(مطلب) کوئلیں مست ہو ہو کر چہچہا رہی تھیں
اور کوکے بے اختیار ہو کر کوک رہے تھے

شعر - سر آلخ کا جا دم کوں بھڑنے لگیا
گنوا ہوش لوٹن نے لڑنے لگیا

(مطلب) لقا کبوتر کا سر دم سے جا لگا
اور لوٹن مدہوش ہو کر لڑنے لگا

شعر - کولاتے پراں سات دستک بجا
کولا تھاں لگے مارنے جا بجا

(مطلب) گرہ باز پروں سے دستک بجا رہے تھے
اور جگہہ جگہہ قلابازیاں کھا رہے تھے

شعر - کلا فر کے گل کیاں فلونیاں جو کھاے
فصاحت سوں رانویاں نے باتاں میں آے

(مطلب) طوطے ترنفل کے پھولوں کے حبوب
کھا کھا کر بڑی فصاحت سے باتیں کر رہے تھے

اس بیان میں نصرتی نے بیسیوں ایسے پرندوں کے
دکنی نام لکھے ہیں جن کی شناخت میں بڑی مشکل

شعر - کوا چور گشتی کمل تازہ اوڑ
کرے گشت الڈگاں کو نا جاے چھوڑ
(مطلب) چور کوا نیا کالا کمل اوڑھ کر
دیواروں کے ارد گرد گشت لگا رہا ھے

شعر - زرہ داؤدی پہن اڈک تاؤتے
لہوے بن میں پھرتے اڈک چاؤتے
(مطلب) لوے داؤدی زرہ بڑی شان سے
پہن کر باغ میں بڑے شوق سے پھر رھے تھے

اب ھر پرندے کے رنگ بتاتا ھے اور کہتا ھے کہ یہ رنگ انہیں کہاں سے ملے - مثلاً :—

شعر - پنکھیرو پہ ستلے کوں رنگ صبح کاہ
کیتی گل کے کانسے بھر یا رنگ ماہ
(مطلب) صبح ھوتے ھی پرندوں پر رنگ پھینکنے کے لیے
چاندنے شب کے وقت بے شمار پھولوں کے کاسے بھردیے (یعنی شبنم سے)

شعر - لے لالہ کے کانسے کسنبا بھرے
سرنگ اپنی سرخاب چولی کرے
(مطلب) لالہ کے کاسے لے کر اس میں کسنبا بھرا
اور اس سے سرخاب نے اپنی چولی سرخ رنگی

شعر - لے شب گوش تے صندل و ارگجا
لیا کبک قمریاں نے کسوت بھجا
(مطلب) شب کو گوش سے صندل اور ارگجا لیا
اور اس سے کبک اور قمری نے اپنا لباس بھگویا (رنگا)

شعر - پڑے دھوپ و چاند نے تے نس دن نظر
سوتے سیم و زر حل ورق سبز پر

(مطلب) شب و روز دھوپ اور چاند نے کے پڑنے سے
یہ معلوم ہوتا تھا کہ سبز ورق پر سونا چاندی حل کر دیا گیا ھے

اس کے بعد پرندوں کا ذکر ' ایک ایک کا نام لے کر ' بڑی تفصیل سے کیا ھے اور ان کے رنگ روپ اور دوسری خصوصیتوں کو عجب شاعرانہ رنگ میں بیان کیا ھے - نمونے کے طور پر صرف چند شعر نقل کیے جاتے ھیں :

شعر - پکمبر بلدی زرد پیلک نے کھول
پتیاں کھوت اوڑی دھلور شال کھول

(مطلب) پیلک نے زرد ریشم کے کپڑے پہنے
اور کنگھی کر کے (طوس) شال اوڑھی

شعر - سلونی خوش الحان کویل سیاہ
کری سام کسوت ادک خوش نگاہ

(مطلب) کالی سلونی اور خوش الحان کویل نے
سیاہ دلفریب لباس پہنا

شعر - تیتوری رنگی پاؤں مہندی سوں سب
کری پان طوطی نے کھا لعل لب

(مطلب) تتیری نے پانوں مہندی سے رنگے
اور طوطی نے پان کھا کر لب رنگیں کیے

شعر - ستھیں عکس سو تس منور چمن
ستارے بھر یا ہوے ہر یا گگن
(مطلب) اگر یہ نورانی چمن اپنا عکس ڈالے
تو ستاروں بھرا آسماں ہرا ہو جاے

شعر - دیکھت مسکتیں گلرخاں ہر کلی
کریں دل کو خوباں کی گل گد گلی
(مطلب) جس کی ہر کلی کو دیکھہ کر گلرخ مسکرانے لگیں
اور جس کے پھول حسینوں کے دل میں گدگدی پیدا کریں

شعر - بنفشہ دھڑی لالہ لعل بتاں
سو رنگ گال جیسے گل ارغواں
(مطلب) بنفشہ دھڑی تھا اور لالہ معشوقوں کا لب
اور گل ارغواں سرخ رخسار جیسا

شعر - چندر گل تے چندر کی چھاتی پہ داغ
گل سور تے سور کا زرد باغ
(مطلب) گل چاندنی سے چاند کی چھاتی پر داغ تھا
اور سورج مکھی سے سورج کا باغ زرد

شعر - گل اورنگ کا تختہ یوں روت کا
کہ جوں پانچ میں کام یا قوت کا
(مطلب) گل اورنگ کے تختے پر ایسی بہار تھی
کہ جیسے زمرد میں یا قوت کا کام

شعر - نہ کہہ رکھہ نہالاں انھی کاچ کے
نہ چمناں کے تختے اکھند پاچ کے
(مطلب) انھیں درخت نہ کہو یہ سبز شیشے کے پودے ہیں
یہ چمن کے تختے تمام زمرد کے ہیں

شعر۔ نکل تس تے جا سب ھریالی کے بال
اتھا بھوئیں کے سر چاے چاتے کا حال

(مطلب) جس کی وجہ سے ھریالی کے سب بال اڑ گئے تھے
اور زمین کا حال گلچھے سر کا سا ھو گیا تھا

شعر۔ پڑیا تھا نہ دریا میں موجاں سے شور
اتھا نیر ابلتا ھو بھوئیں گرم زور

(مطلب) یہ دریا میں موجوں کا شور نہ تھا بلکہ
زمین کے سخت گرم ھو جانے سے پانی کھول رہا تھا

باغ کی بہار۔ اسی عنوان سے شاعر گرمی کی شدت بیان کرتا چلا جاتا ھے اور طرح طرح کے استعارے اور تشبیہیں استعمال کرتا ھے۔ کنور جب چلپاوتی کے باغ میں جاتا ھے تو باغ کے حسن و خوبی، پھولوں کی بہار، اور پرندوں کے چہچہانے کا ذکر تقریباً آٹھ صفحوں میں کرتا ھے اور شاعری کا پورا زور دکھاتا ھے۔ اس میں مختلف قسم کے پھولوں اور طرح طرح کے پرندوں کے نام لینا اور ان کے حسن و جمال کا بیان کرتا ھے۔ اس طویل بیان کا انتخاب بہت مشکل ھے۔ صرف چند شعر لکھتا ھوں :

شعر۔ فرح بخش یک سبز تر باغ تھا
فلک کو ھر یک پھول جس داغ تھا

(مطلب) جب سراب موجیں مارنے لگا تو
ہر طرف حرارت کی فوج چلنے لگی

شعر - بھری یوں حرارت ہر یک تن منجھار
نہ سِتلا سماسک اوبل آئی بہار

(مطلب) ہر ایک کے تن بدن میں حرارت اس طرح بھر گئی تھی
کہ سیتلا اندر نہ سما سکی اور باہر نکل آئی

شعر - پڑی تھی نہ کہیں چھاؤں ہر تن تے ڈھل
او نکلی سو ستلا بھٹی تے اگل

(مطلب) یہ جو جسم کی چھائوں سی نظر آتی تھی یہ چھانو نہ تھی
بلکہ سیتلا تھی جو بھٹی یعنے بدن سے باہر نکل آئی تھی

شعر - دھڑک دھک ادک اگ کے ہر صبح و شام
گگن سرخ تانبے نمن ہوے تمام

(مطلب) ہر صبح و شام آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے
اور آسماں سرخ تانبا ہو رہے تھے

شعر - برسگی تھی یوں دھوپ جگ پر کڑک
سو کوہ و زمیں رہے تھے چھاتی تڑک

(مطلب) جہاں پر دھوپ یوں کڑک کر برس رہی تھی
کہ پہاڑ اور زمین کی چھاتی تڑقی جاتی تھی

شعر - مگر سور کے نور کے تیں گگن
نہاتا اتھا اصل نورے نمن

(مطلب) شاید سورج کی حرارت سے آسمان نے
جونے کی ایک بھٹی پیدا کردی تھی

شعر۔ جوانی سوں تھی دھوپ بھر روت میں
سورج تھا مگر آخر حوت میں
(مطلب) گرمی کا آغاز شباب تھا شاید
سورج حوت کے آخری درجے میں تھا

شعر۔ نہ کہہ سور بل اگ کا بادل اتھا
نہ وو دھوپ یک آتشیں جل اتھا
(مطلب) اسے سورج نہ کہو بلکہ وہ آگ کا بادل تھا
وہ دھوپ نہ تھی بلکہ آگ کا پانی تھا

شعر۔ مگر کھینچ دوزخ کے دریاتے نہر
برستا اتھا جگ پہ جلتا چ تھہر
(مطالب) شاید دوزخ کے دریا سے کھولتا ہوا پانی کھینچ آیا تھا
جو متواتر اس دنیا پر برس رہا تھا

شعر۔ کرن ہیں سو سب جل کی دھاریاں دسیں
ہر یک ذرہ قطرات باراں دسیں
(مطالب) کرنیں سب اُس پانی کی دھاریاں معلوم ہوتی ہیں
اور ہر ذرہ اُس بارش کا قطرہ

شعر۔ زمیں تے فلک لگ سب یک دھات سوں
بھرے سرور آتش کی برسات سوں
(مطلب) زمیں سے آسماں تک ایک وضع پر
آگ کی برسات سے تالاب بھرے ہوئے تھے

شعر۔ لگی مارنے جب سواباں کی موج
چلی چوکدھن تب حرارت کی فوج

شعر - نہ سکتی تھی ہو کونپلی سر فراز
نہ تک ہو سکے بیل کا ہت دراز

(مطلب) کونپلوں میں اتنا دم نہ تھا کہ سر اُٹھا سکیں
اور نہ بیل ہاتھہ دراز کرسکتی تھی

شعر - چھپیاں سو کلیاں اوڑ توپن لحاف
ہوا تھا سو اس پر بھی یخ کا غلاف

(مطلب) کلیوں نے ٹوپ اور لحاف اوڑہ رکھا تھا (یعنے پتوں میں
چھپ گئی تھیں) اور ان پر یخ کا غلاف چڑھا ہوا تھا

شعر - بندی تھی ہوا راہ پر یخ کی سد
اُسے داٹ جانے نہ تھا کس بھی حد

(مطلب) ہوا نے رستے میں یخ کی سد باندہ رکھی تھی
اور کسی کی قدرت نہ تھی کہ ادھر جاے

شعر - اُڑے تو پنکھی کس کدھن پر جھٹک
پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

(مطلب) اگر کوئی پرند اُس طرف اڑنے کا قصد کرے
تو اُس کے پر برف سے گل کر گر پڑیں

شعر - سو ویسے پہ کیوں آدمی جاے چل
پڑے پانوں دھر بیچ سر لگ پگل

(مطلب) سو ایسی جگہ آدمی کیوں کر چل سکتا ہے
جہاں پانو رکھتے ہی بھیجا پگھل جاے

تمازت آفتاب | اس کے مقابلے میں تمازت اور دھوپ
کا رنگ ملاحظہ کیجیے ـــ

شعر - دس آوے سو دیکھیں تو چو پھیر جب
اُپر آسماں ہور تلیں نیر سب

(مطلب) جب دیکھتے ہیں تو چاروں طرف کیا
نظر آتا ہے - اوپر آسماں اور نیچے پانی

اس کے بعد شاعر نے سمندر کی مخلوق کا حال بیان کیا ہے اور طرح طرح کے جاندار جو اس میں آباد ہیں ان کا ذکر نام لے لے کر کیا ہے —

سردی کا بیان

اسی مسافرت میں ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں انتہا درجے کی سردی تھی اور برف باری اور غضب تھی - اس سب کا بیان طول طویل ہے صرف چند شعر لکھے جاتے ہیں :-

شعر - ستی یوں زمیں پر ہوا برف رچ
کیے ہیں مگر فرش بلور و کچ

(مطلب) ہوا نے زمین پر برف کے ڈھیر اس طرح برسائے ہیں
کہ وہ گویا بلور اور کچ کا فرش بن گئی ہے

شعر - ادک درد سردی کا آزار ہو
نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو

(مطلب) سردی کی شدت سے ایسی تکلیف ہوئی
کہ تمام درخت ٹھنڈ سے بیمار ہوگئے

شعر - اتھا نزع میں جیو ہر پات کا
گلیاں میں نہ تھا خلد ہ خوش دہات کا

(مطلب) ہر پتے کی جان نزع کی حالت میں تھی
نالیوں میں بھی اب ہلنے کا کوئی نشاں باقی نہ تھا

شعر - کہیں بحر کو خلق کالا بدل
ہور اس تیز کشتیاں کو بجلیاں چپل
(مطلب) گویا یہ بحر کالا بادل ہے
اور کشتیاں تیز بجلیاں -

شعر - سبک مہ کی کشتی فلک بحر پر
چلے کیا کہ اس تے بھی یو جاد تر
(مطلب) جس طرح بحر فلک پر چاند کی ہلکی پھلکی کشتی
چلتی ہے یہ اس سے بھی تیز تھی -

شعر - اُٹھے موج کر نہا سلے کف بکف
کنارے پڑے لیا پس مکہ میں کف
(مطلب) اگرموج اس سے دوڑکی شرط باندہ کر دوڑے توتھک
کر کنارے پر جا پڑےگی اور منہ میں کف آ جائے گا۔

شعر - بلند ے باؤ جب یک یکس سوں تھریاں
بلند موج سوں چڑ اُتر کیاں سڑیاں
(مطلب) ہوا جب زور سے چلتی ہے تو
اونچی موجیں چڑھنے اترنے کی سیڑھیاں بن جاتی ہیں

شعر - چڑنت میں تو چڑتی چلیں ماہ لگ
اترنے میں اتریں سو ماھی تلگ
(مطلب) چڑھتے وقت وہ (کشتیاں) ماہ
تک پہنچ جاتی ہیں اور اترتے وقت ماھی تک

شعر - جکیا کچھہ جو کشتی کو جھولا لگے
وہ جھولا دریا کوں ھنڈولا لگے
(مطلب) جس قدر کشتی کو دھکا لگتا تھا
تو وہ دھکا دریا کے حق میں ھنڈولا تھا

شعر - دے دیس تو نس اندھاری مجھے
دیں کالے دوزخ تھے کاری مجھے

(مطلب) دن رات سے بھی زیادہ کالا معلوم ہوتا ھے
اور رات دوزخ سے بھی زیادہ تاریک

شعر - انکھیاں کھولتا هوں تو یک تل نہ بھاے
وگر مونچتا هوں تو یوں خوف آئے

(مطلب) آنکھیں کھولنا ایک لحظے کے لیے بھی نہیں
بھاتا اور اگر بند کرتا هوں تو ڈرهے کہ

شعر - کہ مت پھر پڑے خواب دندی سوں سنگ
ستے پھر کے خرمن میں من کے انلگ

(مطلب) پھر وهی دشمن جاں خواب میں نہ آجاے
اور میرے دل کے خرمن میں آگ نہ لگادے

شعر - پڑیا آہ ماهی نمن مجھ رھنا
گنوانا زباں هور نہ چک مونچنا

(مطلب) مجھے مچھلی کی طرح پڑا رهنا پڑتا ھے
زبان بند آنکھیں کھلی هوئی

کشتی کی روانی جب کنور اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار هوتا ھے تو دریا پر کشتی کی روانی کی کیفیت کسی قدر تفصیل سے بیان کرتا ھے - چند شعر نقل کیے جاتے هیں —

شعر - چلیاں چل یہ کشتیاں ڈھل اس حال میں
ڈھلاتے هیں پارے کو جوں تھال میں

(مطلب) کشتیاں پانی پلا اس طرح جا رهی تھیں
جیسے کوئی پارے کو تھال میں رکھلا کر ڈھلکاتا ھے

شعر - مگر کُھم پہ چادر مرصع کی ست
زمیں پر بچھائے تھے اجلا تکت

(مطلب) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آسمان پر مرصع چادر تان دی ہے اور زمین پر شفاف روپہلی چادر بچھی ہوئی تھی

شعر - یوں اپ وطن میں دھریا تھا قرار
نہ کوئی پات ہلتا اتھا اس منجھار

(مطلب) اس وقت کوئی پتا تک نہیں ہلتا تھا شاید ہوا وہاں سے رخصت ہو گئی تھی

شعر - سہاتے تھے یوں پھول پھل ڈال پر
پیالے ہیں چینی کے جوں دود بھر

(مطلب) ڈالیوں پر پھول پھل ایسے بھلے معلوم ہوتے تھے جیسے دود بھرے چینی کے پیالے

شعر - کھڑا تھا سب اس دھات حوضاں میں نیر
مگر دود کا کر رکھے تھے پنیر

(مطلب) حوضوں میں پانی اس طرح ساکت کھڑا تھا گویا دودھ کا پنیر بنا کر رکھ چھوڑا ہے

فراق کی کیفیت کنور کے ہجر کی حالت بہت تفصیل سے بیان کی ہے، بعض وقت طول عجب کی حد تک پہنچ جاتا ہے - چند شعر اس مقام کے لکھے جاتے ہیں جس سے شاعر کی قوت بیان کا اندازہ ہوگا —

شعر - نہ کس سات کہنا منجے بات بھاے
نہ کوئی بات بولے تو سن حوش لگاے

مطلب - نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے
نہ کسی کی بات سن کر جی خوش ہوتا ہے

شعر - چلدر پاک چھاتی تے دھویا غبار
سورج کا ہوا آئینہ تابدار

(مطلب) پاک چاند نے اپنی چھاتی سے غبار دھویا
اور سورج کا آئینہ (بدر) روشن ہوا

شعر - دیے جلوہ خوش نسہتی کے حضور
کیا پردہ پردہ نشیناں تھے دور

(مطلب) تاجدار شب کے حضور میں جلوہ دکھانے کے لیے
سب پردے نشینوں نے پردے اٹھا دیے

شعر - دینے جوش پُر نور سیلاب کا
ہوا تھا کوا چاند سیماب کا

(مطلب) پر نور سیلاب کے جوش دینے کے لیے
چاند سیماب کا کنواں بن گیا تھا

شعر - گگن پر نہ ہر تھار تارا دسے
کٹورے بھریا سب او پارا دسے

(مطلب) آسماں پر کہیں کوئی تارا نظر نہ آتا
وہ بالکل ایک پارا بھرا کٹورا معلوم ہوتا تھا

شعر - صفائی سوں چلدنے کے چارو رخن
جھلکتی تھی بھوئیں صاف ابرک نمن

(مطلب) چاندنی کی براقی سے چاروں طرف
زمین ابرک کی طرح چمک رہی تھی

شعر - فلک اور زمین پُر اتھے نور میں
چھپیا تھا جتا مشک کافور میں

(مطلب) زمین اور آسماں نور سے بھر پور تھے
جس قدر بھی سیاھی تھی وہ سب کافور (روشنی) میں چھپ گئی تھی

تو نور کا سیلاب اُبلتا ہوا نکلا اور دنیا میں چاروں طرف پھیل گیا۔ اس عالم کا حوض غدیر جو خالی پڑا تھا، اس میں ہر طرف سے سونے کا پانی بھر گیا۔ فلک نے اپنی چھاتی سے سیاھی کو دھویا اور زرین لباس سے جگمگانے لگا۔ خلقت کی آنکھوں کے کواڑ کھلے اور رات بھر کے جو مخمور تھے انھوں نے اپنے ہوش حواس درست کیے۔

صبح شرق کے پال کے پل تے تھوک
نکالیا جو کلچن کے جب تم تے کوک
اُبلتا نکل نور کا نیر تب
ہو آمیز عالم میں چوندھیر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر
بھریا شش جہت بیچ کلچن کا نیر
سیاھی کوں چھاتی تے دھویا فلک
زر افشان کسوت سوں پکڑیا جھلک
کواڑاں کھولے خلق کی نین کے
دھری سدہ جو مخمور تھے رین کے

چاندنی کی کیفیت سورج کا طلوع تو آپ نے دیکھ لیا اب چاند کی جلوہ فرمائی ملاحظہ کیجیے۔ اس میں نصرتی نے اپنی شاعری کا زور دکھایا ہے —

شعر۔ ڈوباتی اونیلاب مغرب میں رخش
نکل آئی نس ہو ہتو فیض بخش

(مطلب) رات نے اپنا مشکی گھوڑا مغرب کے دریا میں ڈالا اور فیض بخش دوست بن کر نکلی

برهنے جو دیکھی طلب سوں تمام

سہا ویں کلیاں یوں کنول کہاں سونگ
کو یہاں چمن کیاں مے بھو یاں رنگ رنگ
پیالیاں سے خوش ہو ئیں چلی جا بجا
رکھی بزم میں بھر او ساقی صبا
لٹاں چھوڑ سنبل کی خوش بالکیاں
نکاراں ڈ ولیں مست پھل ڈال کہاں
رہی تھک ہو جب بن خماری کے سات
صبا باز کے ہت سوں ھلسنے کے دھات
کلیاں پر تھلڈ انہر ست چھب سوں ویں
ھنسا تس مکدر اُنیندیاں کی تئیں
کریں بزم کو تازہ پھر بہد رنگ
دھرے جشن میں سرتے خوش راگ رنگ
ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے
پپیہا و کوئل نوی تان اُچائے
سو سر خاں دیویں کھیلیچ سُر خوش کلا
کریں کوک کوکے دلاں مبتلا
لگے ناچنے مہور ہو بے خبر
کریں حال لوٹن نکل رقص پر
ہوا دھر کبوتر کلاتاں میں آے
پراں جوڑ تالیاں سوں دسنک بجاے

صبح | دیکھیے طلوع آفتاب اور دن کے نکلنے کو کس طرح بیان کرتا ہے - صبح نے جب شرق کے پل کے بلند کا (جو دریاے طلا پر بندھا ہوا تھا) ڈنا کھولا

تھا بلکہ جام سے شراب سے لبریز ہو رہا تھا اور وہ شراب بہہ بہہ کر درختوں کے رگ و پے میں پہنچ رہی تھی جس کی مستی سے درخت مدہوشی کے عالم میں جھوم رہے تھے۔ کنول کی خوبصورت کلیاں ایسی بھلی معلوم ہوتی تھیں جیسے چھنی کے شیشوں میں رنگ برنگ شراب۔ زمین جا بجا خوبصورت پیالوں سے بھری ہوئی تھی گویا صبا کے ساقی نے ان سے بزم کو آراستہ کر رکھا تھا۔ سنبل نے اپنی زلفیں چھوڑ رکھی تھیں اور پھولوں کی ڈالیاں معشوقوں کی طرح مست جھوم رہی تھیں۔ جب سارا بن (باغ) مستی سے بے حس ہو گیا تو باد صبا نے ازراہ تفنن خاص ادا سے کلیوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکا اور وہ مخمور (چمن) کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ پھر بزم از سر نو تازہ ہو گئی اور راگ رنگ کا دور شروع ہوا۔ ہوا نے مطرب بن کر پتوں کا دف بجانا شروع کیا اور کوئلیں اور پپیہے تانیں اڑانے لگے۔ مور ناچنے لگے، کبوتروں نے قلا بازیاں کھائیں، فاختہ کو کو کرنے لگی، وغیرہ وغیرہ۔ اب نصرتی کے اصل اشعار سنیے —

سُہیں حوض پر ہر چمن میں ہرے
طبق سبز میں جام جوں مے بھرے

بہتا تھا نہ چملاں میں چو گرد آب
او لبریز تھا جام تے تس شراب

وہی ہو ہر یک رکھہ کے تن میں اثر
مستے ہو کے جھولتے تھے ات بے خبر

اسی طرح لکھتے - یعنے معطلت کی گدڑی زیب بدن
کی، توکل کی کچکول ھاتھہ میں لی، قناعت کی راکھہ
بدن پر ملی اور آہ کا سنکھہ ساتھہ لیا
وغیرہ وغیرہ —

کلتھا سخت معطلت کا اپ گل کیا
سو کچکول ثابت توکل کیا
چڑایا سو تن پر قناعت کی راک
سنکے کر لیا آہ کے دم کی ھاک
صبوری کے مدرے دیا گوش کوں
کیا حلم زنبیل ادک هوش سوں
یو راحت کوں دنیا کی مرگان کر
لیا راکھنے پگ تلیں آن کر
لیا حرص کے پھاوڑے کوں بغل
جلانے هوس کی دھونی نت سکل
کمر بستہ همت کا بھاری کیا
اتل قصد کے هت موتاری لیا
دھرن جلد هر کام میں تیز هات
لیا خوش خیالاں کے چیلے سنگات

باغ کا سماں راجا ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے جب درویش تک پہنچتا ھے تو اس پر فضا مقام کا سماں کھینچتا ھے کہ اس سبز زمین میں حوض بھرے بھرے ایسے پیارے معلوم هوتے تھے جیسے هرے طبق میں شراب بھرے پیالے - چمنوں میں چو طرف پانی نہیں بہہ رھا

کہا سر خوشی جگ میں مشہور تونچہ
خرابات عام کیا پور تونچہ

تہرا خار بہتر ہے گلزار تے
تہرا ور ہے دیوانہ ہشیار تے

دلاں کوں اگن کھیل تجھہ تے ہوا
انجو تس اُپر تیل تجھہ تے ہوا

چڑاوے ستی کوں ترا سے مدن
دیکھاوے تسے آگ کر پھولبن

چلانا ہوس سوں مرا دھیان ہے
سورج تجھہ ہوا کا سوریا پان ہے

نصیحت کو تجھہ شہر میں غدر ہے
ترے ملک میں صبر بے قدر ہے

اب میں نصرتی کے کلام سے ایسے نمونے دیتا ہوں جن سے اس کی واقعہ نگاری یا جذبات و کیفیات کی قدرت معلوم ہو- قصے کی روداد تو آپ پڑھ چکے ہیں' اس مقام کا خیال کیجیے جب درویش راجا کی بھیک لینے سے انکار کرتا ہے اور خالی چلا جاتا ہے اور راجا فقیرانہ لباس پہن کر اس کی تلاش میں نکلتا ہے-

پھرا کر سو شاہی کرے بھیس کوں
چلیا یوں سنیاسی ہو پردیس کوں

فقیری کا بیان

اب فقیری کے لوازمات اُس نے اسی نوعیت کے بیان کیے ہیں جو دیا شنکر نسیم کا رنگ ہے - اگر وہ اس بیان کو لکھتے تو یقیناً

اگے چل کر کہتا ہے کہ شعر و سخن کی روشنی عقل ہی کے طفیل میں ہے ۔ یہ سب تعریفیں کرتے کرتے آخر میں کہتا ہے :—

اتل عقل کا گرچہ گنج مست ہے
ولے عشق شرزہ زبردست ہے
کہ جس تھار پر ہوے شرزے کی چال
تو اس تھار گنج کا چلے کہا مجال

عشق کی مدح

یہیں سے دوسرا باب عشق کی مدح میں شروع ہو جاتا ہے اور اس کے اوصاف اور کارستانیوں کے بیان میں خوب شعر کہے ہیں —

کرنہار امرت کو شرمندہ عشق
دھرے ذانوں سو جگ میں نت زندہ عشق
بقا کی جسے جگ میں شاہی اچھے
اجل جس کے گھر کا سپاہی اچھے
اتھے داغ میں جس کے مرہم سوں درد
اگن جوش انگے جس کے لگتی ہے سرد
سدا فکر نو سکھہ ہو جس پاس اچھے
رگت نیر ہور ان جسے ماس اچھے
دلاں کا ہے اے عشق توں بادشاہ
جہاں ڈر ہے سو وانچہ تجھہ تخت گاہ
دِیوا راہ کا تجھہ سو کالا دسے
اندھارا چ تیرا اوجالا دسے

اتھا عشق ذرہ ھوا تجھ تھے سور
ہر یک شے میں اپنا دیکھیا یا ظہور

دیا عشق کی بات کوں توں سواد
کہا کہنہ قصہ زمانے نے یاد

زمانے کی میں یادگاری بدل
لکھیا قصہ تجھ نانوں سوں میں نول

حسب حال | حسب حال میں لکھتے ھیں —

سخن کا محل ہے زبس پائدار
رہنہار ہے جگ میں جم برقرار

بندیا جن عمارت یو بنیاد سوں
قیامت تلگ نہ ڈھلے باد سوں

اس کے بعد اپنے والد اور اپنی تربیت اور بادشاہ کی قدر دانی وغیرہ کا ذکر ہے جس کا بیان اس سے قبل آچکا ہے —

عقل کی تعریف | حسب حال کے بعد عقل کی تعریف میں کچھ اشعار لکھے ھیں —

بزرگاں کا یو نقل حجت اہے
کہ العقل نصف الکرامت اہے

کدا بلکہ فوق الکرامت سدا
کہ اس عقل سوں ہم پچھانے خدا

اچھے عقل یک دولت ناپدید
اچھے عقل مشکل کی حل کی کلید

چلے عقل تے دین دنیا کے کام
دونو جگ میں عاقل دسے نیک نام

زباں دھو کے ڈھل نیر سوں مکھ میں لاؤں
یو سید محمد حسینی کا ناؤں

جکے عاشقاں میں اچھے سر فراز
جلے جگ کا مخدوم بندہ نواز

تصرف تجی مخزن عین کا
پرویا ہے توں آس دارین کا

کیا پل میں فیروز شہ کوں تباہ
کھری میدچہ سلطان احمد کوں شاہ

جو کوئی تجھ محبت کے ماتے اہیں
وہ دنیا میں رہ دین پاتے اہیں

دکن کی عجب بختور خاک ہے
کہ جس بیچ تجھ خوابگہ پاک ہے

بادشاہ کی مدح

اس کے بعد علی عادل شاہ کی طویل مدح ہے، پہلے ہی شعر میں اُسے اپنا اُستاد کہتا ہے "بھچھے پیر کے وصف اُستاد ہے"- اسی میں بادشاہ کی سخن سنجی اور سخن گوئی کی بھی تعریف ہے، وہ اشعار اس سے پہلے نقل ہو چکے ہیں —

رکھنہار ناموس عزت کوں تو نچ
بڑا سب تے اب عقل و ہمت کوں تو نچ

زہے نوجواں عقل میں پیر توں
بڑا دور بیں نیک تدبیر توں

زمانے کا سر رشتہ ساندیا تہیں
توتا چرخ کا تہات باندیا تہیں

دیکھاؤں جو تجہ فیض تے چہ خیال
کر اُس شعر کو عین سحر حلال

ہر یک حرف تھیں کر دیکھا جام جم
معانی میں تس بھر مسیحا کا دم

نعت

زہے نامور سید البر ساہیں
کہ آخر ہے وے شافع المذنبیں

عجب آفرینش کے دریا کا دُر
کہ جس نور تے بحر ہستی ہے پر

نول دُکھہ پہ خلقت کے ایدل توریج
وہی پہل ہے آخر جو اول ہے بیج

تہیں حق سے نت ہمزباں ہمکلام
تجے قاب قوسین ادنیٰ مقام

تہیں لامکاں کے دھنی کا انیس
توں بے مثل بے شبہ کا ہم جلیس

زباں سوں اسو لک گہر سلج تونیچ
دھرے سینہ حق راز کا گنج تونیچ

جتے مرسلاں میں تو ایروپ ہے
او طالب ہیں تو حق کا مطلوب ہے

حضرت بندہ نواز کی تعریف | منقبت کے بعد حضرت بندہ نواز کی تعریف بھی بڑی عقیدت سے کی ہے۔ چند اشعار یہاں لکھے جاتے ہیں —

عو یک ڈر بھی شاھاں کے لائق دیا
بہا تو رتن تھے بھی فائق دیا
رتن دیکھتے لوگ لہا تا سو میں
سمجتے هیں کوئی کاں تھے پایا سو میں

میرا سہلہ خالیچ یک کہن هے بن
بھرے فیض تجھہ پل میں کئی لک رتن
میرے من کا طوطی تو بے کام ہے
کرانا تو بات اِس کو الہام ہے
سخن دل میں اُپچا نہارا تھیں
زبان پر اُسے لہا نہارا تھیں
میرا سن تو تھا خار زار یک جلگل
کیا باغ تیرے عطا کاچ جل
رنگا رنگ پھلبن جو هیں بے قیاس
وو هر گل کوں دے معرفت کی سُباس
نہالاں خیالاں کے بن کے تمام
ڈولتہار رکھہ تجھہ هوا میں مدام
رنگیلا یو هر یک نزاکت کا پات
پسارِیا جو ہے تیری رحمت کوں هات
اوهر هات رحمت سوں کر پورتوں
عطا کر سو نورٌ علیٰ نور توں
دے ایسا سخن کے جہاں میں قلم
جو الہام کی فوج کا هوے علم

ترے نور کا شعلہ ہر گھٹ اچھے
گہت تو نیچ ہور تونچ پر گت اچھے

ہمیں کیا جو ہمنا تہی کچھہ ہوے بات
کہ جو اصل جھوٹے سو وو تھرے ہات

تہیں دل کے عالم کو کیتا وسیع
فلک عقل کا تونچ کیتا وسیع

دیا عقل سا جیو کوں یار شفیق
اسے تیں دیا پانچ حس کر رفیق

جہاں پروری میں کرم کے اوپر
دھرے دوست دشمن پہ توں یک نظر

سیویں مسجدی ہور دیری تجھے
منگیں دل سوں سب میت و بیری تجھے

توں جگ میت ہے ہور ناتے سوں پاک
توں مطلوب طالب ترے لاک لاک

مناجات | مناجات کے چند شعر ملاحظہ کیجیے —

الہی تہیں جگ کوں داتار ہے
کرم محض تجھہ پر سزاوار ہے

غریباں پہ بخشش میں نیارا سو تونچ
منگے تے بہی لئی دینہارا سو تونچ

الہی میں اس جگ میں گم نام تھا
ادک پختہ کاراں میں ات خام تھا

عنایت کیا آسمانی مجھے
بچن کی دیا در فشانی مجھے

کدھیں پار شہریں سوں خسرو کو کام
گیا کوہ کن کوں وفا میں تمام
کدھیں نہہ لیلیٰ کے لئی دل میں ہوس
پھریا ہو کے مجنوں گلوا بدُ کو تھس
کیتے پھول ایسے کھلایا ہے ہور
اجھوں بن میں تس بلبلاں کا ہے شور
دیا عشق کوں تونچہ عزت کمال
تُہیں ہے جمیلٌ یحب الجمال
نظارے میں عارف نظر باز کوں
دسے ہر طرف تیری قدرت کاموں
زمیں کا توں قطعہ مصور کیا
فلک کا مرقع توں انور کیا
فلک کے زنگاری یو صفحے کو توں
دیوے زیب نت سرخ سر لوح سوں
کدھیں تس میں بوتا سونہری دھرے
کدھیں تس میں لیا گل روپیری بھرے
نہ کس سار توں کوی نہ تجھہ سار ہے
صفت بھی تری مثل تجھ بہار ہے
توں باقی فنا جگ یو لاریب ہے
توانا تہیں عالم الغیب ہے
اتھا تونچ اول ہور آخر تہیچ
سمجھتا سو مخفی و ظاہر تہیچ

عام طور پر دستیاب نہیں ہوتیں خاص کر آخر کی دو کتابیں، جن میں سے علی نامہ کا ایک آدھ نسخہ تو خیر یورپ میں کہیں مل بھی جاتا ہے لیکن تاریخ اسکندری کا نسخہ سوائے میرے کتب خانے کے کہیں نہیں ہے۔ اس لیے ان انتخابات سے نصرتی کے کلام اور زور بیان کے صحیح اندازہ کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

حمد

نصرتی کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی مثنویوں میں حمد بھی اسی ڈھنگ کی لکھتا ہے جس رنگ کی مثنوی ہوتی ہے۔ چونکہ گلشن عشق ایک عشقیہ مثنوی ہے اس لیے حمد کے اشعار بھی اُسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں —

صفت اس کی قدرت کی اول سراؤں
دھریا جس نے یوگلشن عشق ناؤں

کیا کر گوہر عشق کا تس ابھال
یو باغ آفریدش کا پکڑیا جمال

عجب کوئی توں اے باغبان جہاں
کہ صنعت میں تجھہ چل سکے نا زباں

رنگا رنگ جے گل یو بن باس ہے
اوہر گل میں تجھہ عشق کی باس ہے

اپس حسن دیکھلا ہر یک تھار ہور
ہریک دل میں پاڑیا ہے کئی بھانت شور

کدھیں نور یوسف کوں دے شب چراغ
دیا عشق کا تس زلیخا پہ داغ

تنا صانع کی ہے جن اس کتاب عشق کا بانی
دیا ہے حسن کوں خلعت کہ ہر یک جز پہ ملوانی
رکھیا ہوں گلشن عشق اسم اس رنگین قصے کا میں
کرے جس چوب کے پھولاں کی فلک شوقوں سے گلدانی

اکثر باب کے شروع میں مختلف قدرتی مناظر کا جلوہ دکھاتا ہے اور قصے کے ضمن میں جو بعض حالات اور واقعات پیش آتے ہیں ان کی تصویر خوب کھینچتا ہے۔ مثلاً جہاز کے سفر میں کشتی کا حال ، باغ اور پرندوں کی کیفیت ، شادی بیاہ کا حال ، برف باری کی کیفیت ، کھانوں کی تفصیل وغیرہ۔ اسی طرح طلوع و غروب آفتاب ، چاندنی کا سماں موقع موقع سے خوب بیان کیا ہے —

انسانی جذبات کی کیفیت بھی ہر موقع پر بڑی خوبی سے دکھائی ہے —

اکثر ابواب کے خاتمے پر نصیحت آمیز اشعار لکھے جاتا ہے —

کلام میں طول ضرور ہے۔ وہ ایک ابلتا ہوا چشمہ ہے جس کا روکنا مشکل ہے —

یہاں اس مثنوی کے بعض مقامات کا انتخاب دیا جاتا ہے۔ اس مثنوی نیز اس کے بعد علی نامے اور تاریخ اسکندری کے انتخابات میں نے کسی قدر ضرورت سے زیادہ دے دیے ہیں۔ اس سے مضمون طویل ہوگیا ہے لیکن اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ کتابیں

لیے چلا آرہا ہے تو اس نے جنگ کی تیاری کی۔ جب اس کا قاصد غنیم کے کیمپ میں خبر لینے کو پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ تو کنور ہیں - پھر کیا تھا جنگ کا سامان سامان عیش و عشرت ہوگیا اور بچھڑے باپ بیٹے ملے' ماں کے پاس آے اور وہ دونوں کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئی اور سارے ملک میں خوشی و خرمی کا سماں نظر آنے لگا۔

مثنوی کی خصوصیات اس مثنوی میں بھی اردو و فارسی کی اکثر مثنویوں کی طرح دیووں اور پریوں اور سحر و طلسمات وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ قطع نظر اس کے یہ مثنوی دکنی اردو میں خاص امتیاز رکھتی ہے —

علاوہ حسن شاعری اور زور کلام کے جس کا ذکر آگے آئے گا اس میں بعض ایسی خصوصیتیں ہیں جو اس سے قبل کی مثنویوں میں کم پائی جاتی ہیں - مثلاً وہ ہر عنوان کے شروع میں ایک شعر لکھتا ہے جس میں اس باب کے مطالب کا خلاصہ آجاتا ہے - تمام عنوانات کے اشعار ایک ہی بحر اور قافیے میں ہیں - اگر ان تمام اشعار کو ایک جا کر لیا جاے تو ایک قصیدہ ہوجاتا ہے جس میں سارے قصے کا خلاصہ آجاتا ہے - مومن اور وجدی وغیرہ نے بھی اپنی مثنویوں میں اس طرز کی پیروی کی ہے - مثال کے طور پر ابتدا کے دو شعر یہاں لکھے جاتے ہیں :

کہنے لگا کہ منوہر بازار میں دیوانہ وار پھرتا ہوا نظر آیا ہے - لڑکے اس کے پیچھے تالیاں بجاتے ہیں اور لوگوں کا آس پاس ہجوم ہے - یہ سنتے ہی سورمل اور چندرسین دوڑتے ہوئے گئے اور اسے لے کر آے - جب اسے مدمالتی کی واپسی کی خبر سنائی تو وہ ان کے پانوں پر گر پڑا - تب اسے نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے اور سورمل اور چندرسین منوہر کو لے کر مہارس نگر چلے۔ اُن کے آنے کی خبر ہوئی تو دھرم راج پیشوائی کے لیے گیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے لے کر آیا - سارے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی - شادی کی تو ٹھہر ہی چکی تھی، خوب خوب جلسے ہوے - شادی کے بعد منوہر اپنی دلہن کو لے کر کلچن نگر کی طرف روانہ ہوگیا - وہاں یہ عیش و عشرت سے رہنے لگے - مدمالتی چندرسین سے بے حجابانہ ملتی تھی لیکن چنپاوتی چہرے پر نقاب ڈالے رہتی تھی - اتفاق سے ایک روز اس نے چنپاوتی کو دیکھہ لیا - دل و جان سے عاشق ہوگیا - اور حالت کچھہ سے کچھہ ہوگئی - جب یہ کیفیت مدمالتی اور منوہر پر ظاہر ہوئی تو انھوں نے چنپاوتی کے والدین سے گفتگو کرکے ان دونوں کی شادی کردی —

اب منوہر اور چندرسین کو اپنے اپنے وطن کی یاد آئی اور اجازت لے کر روانہ ہوے - منوہر اور مدمالتی بہت سے شہر اور ملک طے کرکے کنک گیر کے قریب پہنچے - بکرم کو جو معلوم ہوا کہ کوئی راجا لاؤ لشکر

آئے اور چندر سین سے ملے اور بڑی خاطر تواضع کے ساتھ گھر لے گئے - اور طوطی کا جادو اتارا اور وہ پھر انسان ہوگئی - بچھڑے ہوئے ملے اور اس کے ماں باپ چندر سین کے بہت ہی ممنون ہوئے - لیکن مدمالتی پر عشق کا جنون سوار تھا اور وہ منوہر کے فراق میں سخت بے تاب اور بے قرار تھی اور روز بروز اس کی حالت خراب ہوتی جاتی تھی - چندر سین نے جب یہ دیکھا تو اس کے ماں باپ سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں منوہر کو ڈھونڈھ لاؤں ورنہ مدمالتی کا جینا دشوار ہے - وہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور اقرار کیا کہ ہم اس معاملے میں ہرگز خلاف نہ کریں گے —

مدمالتی کے گم ہوجانے کے بعد سے دھرم راج اور سورمل کے دلوں میں نفاق پیدا ہوگیا تھا اب جو مدمالتی آگئی تو دل سے کھٹکا جاتا رہا اور ایک خط لکھہ کر چندرسین کے ہاتھہ بھیجا - چندرسین جب خط لے کر سورمل کے پاس پہنچا تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور چندرسین کو راجا اور رانی نے اپنی آنکھوں پر بٹھایا - وہاں جاکر معلوم ہوا کہ مدمالتی کے جاتے ہی منوہر کی حالت ابتر ہوگئی اور جنون کی حالت میں کہیں نکل گیا بہتیرا ڈھونڈا کہیں پتا نہ لگا - یہ لوگ افسوس کے ساتھہ یہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا اور

کو طوطی سے اس قدر الفت ہوگئی کہ کسی وقت اپنے
سے جدا نہ کرتا تھا۔ مگر اسے مغموم دیکھ کر خود بھی
مغموم رہتا تھا۔ ہر چند وہ اسے کھلانا پلانا چاہتا تھا
مگر وہ کچھ کھاتی پیتی نہ تھی۔ آخر کنور نے بھی کھانا
پینا چھوڑ دیا۔ جب طوطی نے یہ دیکھا تو ناچار اس
نے زبان کھولی اور سمجھانا شروع کیا۔ وہ کسی طرح
نہ مانا اور کہا کہ تو سچ سچ اپنا حال بتا ورنہ میں
اپنی جان دیدوں گا۔ تب طوطی نے اپنا سارا حال جو
گزرا تھا بیان کردیا۔ اس سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ
اس نے کہا کہ میں تیرے کنور کو جہاں کہیں بھی ہوگا
ڈھونڈھ کر لاؤں گا اور تجھ سے ملاؤں گا۔ دوسرے ہی
دن اس نے باپ سے پردیس میں شکار کھیلنے کی
اجازت لی اور فوج اور ساز و سامان لے کر نکلا۔ طوطی
کا پنجرہ ساتھ تھا۔ چلتے چلتے مہارس نگر پہنچے۔
دیکھا کہ اس دیس کی حالت بہت خراب اور ویران
ہے۔ شہر سنسان اور لوگ پریشان حال ہیں۔ ایک
باغ میں پہنچے کہ جو جنگل سے بدتر تھا ایک بوڑھی
مالن سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ راجا کی کنیا
غائب ہوگئی ہے، راجا رانی اور سارے لوگ غم و الم
میں مبتلا ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ضعیفہ رونے لگی۔
چندر سین نے بہت کچھ تسلی دی اور پنجرہ کھول کر
اس کا نام و نشان بتایا۔ وہ خوشی سے باغ باغ ہوگئی
اور خبر لے کر راجا کے پاس پہنچی۔ دونوں دوڑے

بلا لاتی ہوں - ماں سے صبر نہ ہو سکا خود بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولی - جب چاپاوتی کی ماں نے چتر سال کے دروازے پر مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتی ہے کہ سریکا (مدمالتی کی ماں) بھی آ پہنچی ہے - اس نے کہا بہن تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں میں بلا لاتی ہوں - سریکا کو شبہ ہوا کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے، وہ بھی اندر گھستی چلی آئی - دیکھا کہ مدمالتی اور منوہر گلے میں بانہیں ڈالے بیٹھے ہیں - دیکھتے ہی تن بدن میں آگ لگ گئی - گلاب کا شیشہ قریب ہی رکھا تھا، اس میں سے کچھ گلاب نکال ایک ایسا منتر پڑھ کر مدمالتی پر چھینٹا مارا کہ وہ طوطی بن کر اڑ گئی - اب جو دیکھا کہ چڑیا اڑ گئی تو رونے پیٹنے لگی - مگر اب کیا ہوتا ہے ــــ

یہ طوطی فراق کی ماری جنگلوں میں پھرتی اور چھپ چھپ کر رہنے لگی - اتفاق سے جس روز یہ ایک باغ میں جا کر اتری وہاں ایک راجا کا بیٹا جس کا نام چندر سین تھا شکار کھیلتا ہوا پہنچا - اس کی نظر جو طوطی پر پڑی تو وہ اسے بہت بھائی اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جیتی پکڑ لو، خبردار جو اسے کچھ بھی ایذا پہنچی - ان لوگوں نے بہتیری کوشش کی کسی طرح دام میں نہ پھنسی - آخر خود کنور نے ایک خوبصورت جال لگایا - طوطی کو اس کی محنت پر رحم آیا اور خود جال میں آ گئی - اب چندر سین

تو معلوم ہوا کہ یہاں کے راجا کی ایک لڑکی تھی وہ یکا یک غائب ہوگئی، اُس وقت سے راجا پرجا سب مغموم اور پریشان ہیں - آخر جب کنور نے چنپاوتی کو ماں باپ سے ملایا تو ان کی جان میں جان آئی اور سارے شہر میں خوشیاں منائی گئیں - راجا اور رانی نے کنور کی بڑی خاطر مدارات کی اور حال معلوم ہونے پر اسے بہت تسلی دی اور کہا کہ غم نہ کر، تو جس لیے پریشان ہے وہ تجھے بہت جلد مل جائے گی —

چنپاوتی کی ماں نے مدمالتی کو بلا بھیجا - وہ اپنی سہیلی سے مل کر بہت خوش ہوئی - چنپاوتی کی ماں نے ترکیب سے مدمالتی کا حال پوچھا اور ایسی ہمدردی سے باتیں کیں کہ اس نے اپنی ساری حقیقت کہہ سنائی - تب اس نے چپکے سے مدمالتی اور منوہر کو ملا دیا - یہ دونوں بچھڑے ہوئے آپس میں ملے تو دنیا و مافیہا کو بھول گئے - جب مدمالتی کو بہت دن ہوگئے تو اس کی ماں نے مدمالتی کو بلانے کے لیے اس کی ایک سہیلی کو بھیجا - چنپاوتی کی ماں نے اُسے کسی کام پر لگا دیا - پھر دوسری آئی پھر تیسری - مگر وہ ٹالتی رہی - یہ حال دیکھ کر مدمالتی کی ماں کو طرح طرح کے وسواس آنے لگے - آخر اُس سے صبر نہ ہوسکا اور خود پہنچی - آتے ہی کہنے لگی بہن مالتی کہاں ہے، مجھے اس کی صورت دیکھے بغیر چین نہیں - اس نے کہا چتر سال میں ہے - میں ابھی

ہے - یہ حال سن کر وہ حسینہ ہنسی اور پھر روئی -
اس نے سبب پوچھا تو کہا کہ تیرے نصیب میں سکھ
ہے اور میرے نصیبوں میں دکھ - میں تجھے خوش
خبری دیتی ہوں کہ تو اپنی محبوبہ سے ملے گا - میں
مد مالتی کی بڑی عزیز سہیلی ہوں - میرا نام چنپاوتی
ہے اور میرا باپ سورمل ہے اور اپنے ملک کا راجا ہے -
ہم میں اور دھرم راج میں بڑا میل ملاپ ہے اور مجھ
میں اور مد مالتی میں بہناپا ہے - میں ایک روز اپنی
سہیلیوں کے ساتھ باغ کی سیر کر رہی تھی کہ یکایک
ایک آندھی آئی - اس آندھی میں سے ایک دیوزاد
نکلا اور مجھے اڑا کر لے گیا - اب اس کے پھندے میں
ہوں - یہ کہہ کر وہ رونے لگی - منوہر نے کہا رومت،
میں تجھے اس کے پلنجے سے چھڑاؤں گا - اس نے کہا وہ
بڑا قوی اور زبردست دیوزاد ہے، بنی آدم کی کیا مجال
کہ اس کا مقابلہ کرے - اتنے میں دیو کی آمد کا غلغلہ
ہوا - اس نازنین نے کہا کہ چھپ جا ورنہ ہلاک
کر ڈالے گا اور میں بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں گی -
وہ نہ مانا اور لڑنے پر مستعد ہو گیا - اور دیو کو
ہلاک کر کے چنپاوتی کو ساتھ لے روانہ ہوا - چلتے چلتے
وہ کنچن نگر میں پہنچے اور ایک باغ میں جا کر
ٹھہر گئے - مگر دیکھا کہ سارے شہر پر اداسی چھائی
ہوئی ہے، ہر شخص اداس ہے اور ہر طرف ویرانی ہی
ویرانی نظر آتی ہے - کنور نے یہ حال دیکھ کر پوچھا

شاطر لوگوں کو مہارس نگر کی تلاش میں بھیجتا ہے -
وہ ملک ملک پھرتے ہیں مگر مہارس نگر کا کہیں پتا
نہیں لگتا اور مایوس ہوکر واپس آجاتے ہیں - تب
راجا بیٹے سے کہتا ہے کہ مہارس نگر کا کہیں پتا نہیں
ملتا یہ تیرا وہم ہے یا سایہ ہے' اس خیال کو چھوڑ
دے - منوہر نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ تم مجھے جانے دو
میں خود ہی اپنی محبوبہ کو تلاش کروں گا - باپ
نے چار و ناچار منظور کرلیا اور کہا اچھا جاتے ہو تو
بادشاہوں کی طرح جاؤ کہ تمہاری عزت بھی ہو —
سامان سفر تیار ہوتا ہے اور کنور جہاز پر تمام ساز
و سامان اور مصاحبوں اور ملازموں کو لے کر روانہ ہوتا
ہے - رستے میں ایک بڑا اژدہا ملتا ہے وہ جہاز کے
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے - سب ساتھی ڈوب جاتے ہیں
اور یہ بمشکل کنارے پہنچتا ہے - پھر ایک صحراے آتشیں
ملتا ہے - وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوتی ہے -
وہ اسے رستہ بتاتے ہیں اور ایک چکر دیتے ہیں
جو سب آفات کو دفع کرتا ہے - چلتے چلتے ایک
عظیم الشان باغ میں جا پہنچتا ہے جہاں وہ ایک عالیشان
مکان دیکھتا ہے اور دروازہ کھول کر اندر جاتا ہے -
کیا دیکھتا ہے کہ اندر ایک حسین نازنین لیٹی ہے -
تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھ کھلتی ہے تو اس اجنبی
کو دیکھ کر حیرت کرتی ہے اور پوچھتی ہے کہ تو کون
ہے اور یہاں کیسے آیا - وہ اپنا سارا حال بیان کرتا

محل ہے ' راجا بکرم کا بیٹا اور کنک گیر کا کنور ہوں۔
یہ سن کر وہ بہت ہنسی کہ تو دیوانہ ہے ' یہ مہارس نگر
ہے اور اس محل میں میں رہتی ہوں میرا باپ
دھرم راج یہاں کا راجا ہے - دونوں حیران و ششدر
تھے - آخر آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے پر فدا
ہو جاتے ہیں - ایک پلنگ پر آجاتے ہیں اور ایک
دوسرے سے انگوٹھی بدلتے ہیں بات چیت کرتے کرتے
آنکھ لگ جاتی ہے - اتنے میں سحر کرکے پریاں واپس
آجاتی ہیں - ان کو ایک جگہ دیکھ کر جدا کرتے
ہوے جی کڑھتا ہے - پھر یہ خیال آتا ہے کہ اگر واپس
نہیں لے جاتیں تو اس کے ماں باپ رو رو کے جان
دیدیں گے - اور خدا سے دعا مانگتی ہیں کہ ہم اسے
لے تو جاتے ہیں لیکن اے کارساز تو انہیں پھر ملادے۔
منوہر کو اٹھا کر اس کے محل میں پہنچا دیتی ہیں۔
جب صبح کو آنکھ کھلتی ہے تو سخت بے چین ہوتا ہے
اور حالت روز بروز ابتر ہونے لگتی ہے - راجا یہ دیکھ
کر بہت پریشان ہوتا ہے - نجومیوں کو بلاکر پوچھتا
ہے وہ کچھ نہیں بتا سکتے - منوہر کی ایک دائی تھی
جسے وہ اپنی ماں کی برابر سمجھتا تھا اور بہت محبت
کرتا تھا - وہ مہر و محبت کی باتیں کرکے منوہر سے
اس کا حال پوچھتی ہے - وہ سارا قصہ بیان کرتا ہے -
دائی بہت تسلی تشفی دیتی ہے اور پھر راجا سے ساری
کیفیت بیان کرتی ہے - راجا بہت سے ہوشیار اور طرار

کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا - دوسریوں نے کہا کہ ہماری تمہاری شرط کہ یہ انسان بے جوڑ ہے - یہ سن کر وہ پری ملول ہوئی اور کہنے لگی اچھا ہم ایک کام کریں کہ ہم نو پریاں ہیں نو کھنڈ میں جائیں اور اس کا جوڑا تلاش کریں - غرض ہر ایک ایک جانب کو چلی - آٹھوں تو ڈھونڈھ ڈھانڈ کے چلی آئیں اور ناکام رہیں - نویں کا انتظار کرنے لگیں - اتنے میں وہ آئی اور کہنے لگی شکر ہے کہ میں نے اس کا جوڑا پالیا، سات دریا پار ایک دیس ہے مہارس نگر نام، اس کا راجا دھرم راج ہے اور اس کی بیٹی (مدمالتی) چندے آفتاب چندے ماہتاب ہے - اگر تم کو شک ہو تو آؤ چلو دیکھ لو - غرض انہوں نے آپس میں صلاح کرکے منوہر کا پلنگ اٹھایا اور مہارس نگر کے محل میں لے آئیں - اور جہاں مدمالتی سو رہی تھی وہیں لاکے رکھ دیا - اتنے میں منوہر کی آنکھ جو کھلی تو حیران ہوکے دیکھنے لگا کہ میں کہاں آگیا - پھر جو دوسری طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک ماہ رو نازنین سو رہی ہے جس کے حسن کی تاب سے سارا محل جگمگا رہا ہے - یہ دیکھتے ہی سو جان سے عاشق ہوگیا - تھوڑی ہی دیر میں مدمالتی کی بھی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ پلنگ پر ایک حسین نوجوان لیٹا ہوا ہے، بگڑ کر کہنے لگی کہ تو کون ؟ کیا تو جان سے بیزار ہے جو یہاں آیا ہے - منوہر نے کہا یہ تو میرا

لیکن چودہ برس پر گیارہ مہینے گذرنے پر اس کے لیے
خطرہ ہے - اس وقت اس پر بڑی بپتا پڑے گی لیکن
وہ پھر ہر بلا کو بھگت کر صحیح سلامت آجاے گا - اس
مصیبت کو کوئی دور نہیں کر سکتا ، اس کا آنا اٹل ہے -
راجا یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور حکیموں کو
بلا کر پوچھا کہ وہ کون سی ایسی بلا ہے - انہوں نے
سوچ کر جواب دیا کہ وہ عشق ہے - پوچھا اس کا علاج ؟
کہا کہ اس وقت تک ایسی جگہہ رکھا جاے کہ آسمان
تک نہ دیکھہ سکے تو اس کا بچنا ممکن ہے - چنانچہ
اس مشورے کے مطابق اس کے لیے ایک بہت پر فضا
اور خوش نما محل تیار ہوا اور اس میں وہ پلنے لگا -
جب چار برس چار مہنے چار دن کا ہوا تو پڑھنے
بٹھایا اور ضروری علوم و فنون کی تحصیل کرنے لگا -
یہ سارے انتظام ہوے لیکن جو وقت آنے والا تھا
وہ نہ ٹلا ---

چودھویں رات ہے ، چاندنی کا نور سارے عالم پر
چھایا ہوا ہے ، کچھہ پریاں سیر کو نکلیں ، اس محل
اور باغ کو دیکھہ کر ایسی ریجھیں کہ آسمان سے اُتر
کر وہاں آگئیں - اب جو محل میں داخل ہوئیں تو
کنور کے حسن و جمال کو دیکھہ دنگ رہ گئیں - آپس
میں کہنے لگیں کہ ایسا حسین دنیا میں کوئی نہیں ،
اس کا جوڑا بھلا کہاں مل سکتا ہے - ان میں سے ایک
نے کہا کہ خالق نے ہر ایک کا جوڑا بنایا ہے اور وہ

سننا تھا کہ راجا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ غم و رنج سے نڈھال ہو گیا - رانی نے سمجھایا کہ اس طرح رنج کرنے سے کیا حاصل - اس فقیر کو ڈھونڈو اور جو وہ کہے وہ کرو - شاید دُر مقصود ہاتھ آ جائے - میں تمہاری غیر حاضری میں راج پاٹ سنبھال لوں گی - غرض راجا سدھارا اور جنگل بیابان بستی اور آبادی میں مارا مارا پھرا - اتفاق سے ایک بن میں حوض کے کنارے پہنچا - وہاں کچھ پریاں نہا رہی تھیں ' ان کے کپڑے لے کر درختوں میں چھپ گیا - پریاں بہت پریشان ہوئیں اور روی دھوئیں تو یہ نکلا اور اپنی واردات سنائی - پریوں نے اسے درویش تک پہنچانے کا وعدہ کیا اور اپنا ایک ایک بال بھی دیا - کپڑے پہن وہ اسے اڑا کر اس بن میں لے گئیں جہاں وہ درویش رہتا تھا - وہاں پہنچا تو فقیر اسے دیکھ کر سمجھ گیا اور کہنے لگا ' دیکھ یہ درخت ہے اس کا پھل توڑ لے اور اپنی رانی کو لے جا کر کھلا دے ' خدا تجھے بیٹا دے گا - راجا نے باہر آکر جونہیں پریوں کے بال جلائے کہ پریاں حاضر ہو گئیں اور اسے اڑا کر لے چلیں اور محل پر لاکر چھوڑ دیا - راجا رانی سے ملا اور اسے وہ پھل کھلا دیا - نو مہینے کے بعد بیٹا ہوا - سارے ملک میں خوشی اور مسرت کے شادیانے بجنے لگے - نجومیوں نے زائچہ دیکھا اور اس کا نام منوہر رکھا اور کہا کہ یہ بڑا خوش نصیب اور با اقبال ہوگا -

طور پر مشہور چلا آرہا تھا - میرا خیال ہے کہ عاقل خاں کو بھی قصہ دکن ہی سے ملا ہے - جب عالمگیر برہان پور میں تھا تو وہ بھی وہیں تھا اور غالباً وہیں اس نے اپنی مثنوی لکھی - چنانچہ کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے :—

چو در ملک دکن قطب زماں است
دکن دلکش تر از ہندوستاں است

زنور اوست برہاں پور معمور
ہمیشہ باد ایں معمورہ پر نور

یہ ممکن ہے کہ نصرتی کے نظر سے عاقل خاں کی مثنوی مہر و ماہ گزری ہو اور اس نے تصرف کرکے اسے زیادہ پر لطف بنا دیا ہو' یا جس طرح اس نے اپنے وطن میں یہ داستان سنی ہو اسی کو کسی قدر درست کرکے نظم کر دیا ہو - قصے کا خلاصہ یہ ہے —

قصے کا خلاصہ

ایک راجا تھا اس کا نام تھا - بکرم اس کا پایۂ تخت کنک گیر تھا - کوئی بیٹا نہ تھا اس غم سے دل فگار رہتا تھا - ایک دن راجا رسوی پر بیٹھا تھا کہ ایک فقیر نے صدا دی - راجا ویسے ہی کھانے کا تھال اٹھا کر اس کے پاس لے گیا - جب آنکھیں چار ہوئیں تو وہ کچھ لیے بغیر چل دیا - راجا کو اس کا بہت دکھ ہوا اور فقیر سے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بانجھ کے گھر سے کچھ نہیں لینا چاہتا - یہ

نے شیخ منجھن کی ہندی کتاب کا ذکر کیا ہے اور اپنے قصے کی بنیاد اسی پر رکھی ہے - تیسری کتاب عاقل خاں رازی عالمگیری کی مثنوی مہر و ماہ ہے جو سنہ ۱۰۶۵ کی تصنیف ہے جیسا کہ وہ خود اپنی مثنوی کے آخر میں لکھتا ہے :-

زہجرت یک ہزار و شصت و پنج است
کزیں غم نامہ طبعم نکتہ سنج است

چو من زیں داستاں از غم زدم دم
بخواں تاریخ آں " دیباچۂ غم "

اس میں بھی یہی قصہ ہے، رازی نے منوہر کو مختصر کرکے مہر کردیا ہے - نصرتی کی گلشن عشق کے بعد بھی بعض شعرا نے اس فسانے کو نظم کیا ہے - ان میں سے ایک حسام الدین حصار کا رہنے والا عالمگیر کے عہد میں ہوا ہے - یہ بھی فارسی مثنوی ہے - کتاب کا نام حسن و عشق اور اس کا سنہ تصنیف ۱۰۷۱ ہجری ہے - یہ کتاب میرے پاس موجود ہے - اگرچہ ان سب کتابوں میں قصہ ایک ہے لیکن ہر مصنف نے کسی قدر رد و بدل یا اختصار سے بیان کیا ہے - ان سب میں گلشن عشق بہت جامع اور ضخیم ہے - نصرتی نے اصل قصے میں چنپاوتی اور چندر سین کی داستان ضمنی طور پر بڑی خوبی سے ملائی ہے - یہ کہنا دشوار ہے کہ کس نے کس سے اس قصے کو لیا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ قصہ بہت مقبول اور مشہور تھا اور ہر مصنف نے اسے اسی طرح بیان کردیا ہے جیسا کہ مقامی

نصرتی کی تصانیف

نصرتی کی تصانیف جو اب تک ہمیں دستیاب ہوئی ہیں وہ یہ ہیں: ۱ - گلشن عشق - ۲ - علی نامہ - ۳ - تاریخ اسکندری - ۴ - قصائد و غزلیات و رباعیات -

اور غالباً ان کے سوا نصرتی کی اور کوئی تصنیف ہے بھی نہیں - اب ان میں سے ہر ایک کا ذکر الگ الگ کیا جاتا ہے اور آخر میں نصرتی کے کلام کی خصوصیات پر ایک نظر ڈالی جائے گی —

گلشن عشق یہ نصرتی کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور ایک عشقیہ مثنوی ہے - جس میں منوہر و مد مالتی کے عشق کا فسانہ بیان کیا گیا ہے - قصہ کہاں سے لیا گیا ہے اس کا معلوم کرنا دشوار ہے کیونکہ نصرتی نے اس کا کہیں اشارہ نہیں کیا - صرف اس قدر لکھا ہے کہ ان کے ایک دوست " مسمی نبی ابن عبدالصمد " نے اس قصے کے لکھنے کی ترغیب دی - تحقیق سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ اس سے قبل بھی تحریر میں آچکا تھا - ایک صاحب شیخ منجھن نامی نے اسے ہندی میں لکھا تھا - یہ کتاب اب تک کہیں دستیاب نہیں ہوئی - اس کا حوالہ ایک دوسری کتاب مسمی " قصۂ کنور منوہر و مد مالت " * میں ملتا ہے - یہ فارسی مثنوی ہے - مصنف کا نام معلوم نہیں ہوا ' البتہ سنہ تصنیف ۱۰۵۹ ہجری ہے - اس میں مصنف

---

* فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم جلد دوم صفحہ ۸۰۳ -

مجھے یو سخن بادشاہ یاد ہے
پچھیں پھو کے وصف استاد ہے
مجھہ اُستاد اُستاد عالم اچھے
جتا علم ازبر جسے جم اچھے
بحمداللہ کہا مجھہ بڑے بخت آج
نہ اُستاد کوئی مجھہ علی شہ کے باج

اس قسم کا خیال اس نے کئی جگہہ ظاہر کیا ہے - لیکن اصل حقیقت بھی وہ ایک جگہہ لکھہ گیا ہے -

نہ کچھہ شاعری کسب کا کام ہے
کہ یو حق کی بخشش تھے الہام ہے

نصرتی نے تین بادشاہوں یعنے محمد عادل شاہ ' علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ دیکھا - فتوت نے اپنے تذکرۂ ریاض حسنی میں لکھا ہے کہ جب شاہ اورنگ زیب عالمگیر نے دکن فتح کیا تو وھاں کے شعرا کو حاضر کرنے کا حکم دیا - ان میں نصرتی بھی تھے اور ان کے کلام کو سب سے افضل تسلیم کیا اور خطاب ملک الشعراے ھند سے سر افراز فرمایا - مولوی عبدالجبار مرحوم نے تذکرۂ شعراے دکن میں ان کا سنہ وفات ۱۰۹۵ ھ لکھا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ اطلاع انہیں کہاں سے حاصل ہوئی - اگر یہ سنہ وفات صحیح ہے تو فتوت کا بیان صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ عالمگیر نے بیجاپور کو سنہ ۱۰۹۷ ھ میں فتح کیا تھا —

ایک دوسرا واقعہ علی نامہ کی تمہید میں نصرتی نے ضمناً بیان کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دونوں بھائی اس کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے - چنانچہ وہ لکھتا ہے :

دو بازو میرے دین و دنیا کے زور
توٹے تھے سو تھا جیو میں مجھ سخت شور

جنم جگ دیکھت دل کوں مج باغ باغ
دیا تھا فلک داغ بالائے داغ

صاحب بساتین السلاطین نے نصرتی کی بدیہہ گوئی کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز بادشاہ محل میں رونق افروز تھے اور حوض میں فوارہ عجیب بہار دے رہا تھا' بادشاہ کی زبان سے بے ساختہ یہ مصرع نکلا —

اُڑتا سویو فوارہ پانی کا کیا نچھل ہے

ملا نصرتی نے فوراً جواب میں یہ مصرع کہا :

تجھ شاہ پر اُڑانے موتی کا مورچل ہے

بادشاہ چونکہ خود ایک خوش مذاق اور خوش گو شاعر تھا اس لیے نصرتی جگہ جگہ اپنے تئیں بادشاہ کا شاگرد ظاہر کرتا ہے - اسے نصرتی کی شاہی عقیدت مندی یا انکسار پر محمول کرنا چاہیے ورنہ وہ کسی کا شاگرد نہ تھا اور فطرتاً شاعر تھا - بادشاہ کی مدح میں پہلے ہی دو شعر یہ ہیں —

فرمایا جائے جو میری طبیعت کے مناسب ہو اور جہاں میں اطمینان اور فراغت سے کام کرسکوں - ان اشعار کا یہاں نقل کرنا لطف سے خالی نہ ہوگا - پہلے وہ اپنی شاعری کے متعلق تعلی کرتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے :

پن کیا کروں اے شاہ میں کئی باب بے سامان ہوں
اول تو ایسا گھر نہیں جہاں تھار ہوے راحت بھری

گھر بی نہنا یک ہے ولے دائم ہے علت لئی اوسے
لڑکا ند سوں ہمسایہ بد ویسیچہ بھویں کی بد تری

مطلق اراذل قوم او ہیں گرد ایسے بے حیا
سمجھیں وو گالی کھاؤ کوں سمجھیں گمت ہور مسخری

جن کی زبان تے لام کاف آتا ہے شیطان سیکنے
سانچے پے سوں جب کریں تعلیم جنگ زر گری

ہنگام پر برسات تک پڑنے میں لرکا نیر بھر
گھر حوض ہوکر کیچہ کے رہے دھوپ کالے لگ تری

اِس سال تو لر* کا ستم سامان گھر کا لے گیا
اوبریا ہے یک نہالی لحاف یعنے گگن ہور دھرتری

بندے کی آخر عرض یو ہے اے جہاں کے سایہ باں
یا کر پڑے گھر کو کھڑا یا کر کرم سے یاوری

فرماں سوں عالی حکم کے بخشش مجھہ ایسا گھر دلا
جو صاف تر مج طبع کوں جہاں ہوے صفائی بہتری

---

* یہ لفظ لر لہر کا بگاڑ ہے - بعض صاحبوں نے اسے "لڑکا" پڑھا ہے اور مطلب یہ پیدا کیا ہے کہ اس کا لڑکا بہت نالایق اور اوباش تھا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ملا نصرتی کے لڑکا تھا ہی نہیں - نیز سیاق و سباق عبارت سے اس کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا -

شہرت رکھتے تھے اور مقبول بارگاہ شاہی تھے —

بادشاہ کے دربار میں پہنچنے کا واقعہ اس نے اس طرح لکھا ہے کہ جب میں تعلیم و تربیت پا چکا تو میری تقدیر چمکی - بادشاہ شہزادگی ہی کے زمانے سے اس پر مہربان تھا - اب جو تخت پر بیٹھا اور عین کامرانی و جہانبانی کا عالم تھا تو :

بلا بھیج بندے کو اس حال میں
نظر کر مرے بے بہا مال میں

پرکھتا چلیا یو رتن سر بسر
تھکے دیکھ پا رکھ یو اهل نظر

و ہیں جگ میں بندہ رہنے بے نیاز
رکھیا اپنی خدمت میں کر سرفراز

میں ابھی اوپر لکھ آیا ہوں کہ بجز ان چند مقامات کے جو نقل ہو چکے ہیں نصرتی نے اپنی تصانیف میں اپنے متعلق اور کچھ نہیں لکھا - البتہ علی نامے کے ایک قصیدے میں ضمناً بادشاہ سے اپنی بے سر و سامانی کی شکایت کی ہے اور عرض کیا ہے کہ جس گھر میں میں رہتا ہوں وہ بہت تنگ ہے - پڑوس بہت نامعقول ہے، آس پاس سب اراذل و انفار آباد ہیں - گھر کی یہ حالت ہے کہ بارش ہوئی تو صحن حوض بن جاتا ہے اور اب کی برسات میں تو غضب ہی ہو گیا کہ پانی کی رو گھر کا سارا سامان بہا لے گئی - آخر میں التجا کی ہے کہ کوئی ایسا مکان عنایت

کی بیوی اور تین لڑکیوں پر تقسیم ہوئی - جیسا کہ پہلے بحوالہ ترجمہ روضۃ الاولیا ذکر ہو چکا ہے ملا نصرتی کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی البتہ بیٹی تھی جس کی " اولاد سے جعفر صاحب اور صاحب حسنی نگینہ باغ والے گولسنگی میں موجود ہیں " * —

میں نے بیجاپور میں نصرتی کی قبر کا پتا لگایا ' یہ اسی نگینہ باغ میں ہے جس کا ذکر سند انعام میں آیا ہے اور اب یہ زمین گورنمنٹ ہائی اسکول کے احاطے میں ہے - قبر کا عکس اسی صفحے کے مقابل دیا جاتا ہے - مقبرے کے جاے وقوع کی تصدیق روضۃ الاولیا سے بھی ہوتی ہے - چنانچہ شیخ منصور کے حالات میں لکھا ہے :

" خدمت شریفش اہل اللہ و از کاملان اہل دعوت است و در تصرف دعوت و تکسیر ممتاز وقت بود - سلطان عادل شاہ و اسکندر شاہ اعزاز و اکرام ایشاں می کردند - قبرش در نگینہ باغ است و شیخ نصرتی ملک الشعرا کہ برادر عینیء ایشاں می شود ہم دراں جا مقبور است " -

غرض ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ ملا نصرتی بیجاپور کے معززین میں سے تھے اور یہ اور ان کے دونوں بھائی اپنے اپنے فن اور کمال کی وجہ سے خاص

* ترجمہ روضۃ الاولیا (مطبوعہ) صفحہ ۱۲۹ -

سند میں اس کا حوالہ ان الفاظ میں موجود ہے:

"باغ مذکور مع درختہائے و چاہ ہا بشیخ پیر محمد بطریق انعام ابدی باولاد و احفاد دادہ شد و محضرے کہ برگم شدن سند انعام ابدی باغ مذکور بمہر علی عادل خاں بیجاپوری بنام شیخ منصور بدست دارد صحیح و از لوث تجعیل و تلبیس مبرا است" —

چونکہ شیخ منصور لاولد مرے اس لیے ان کی معاش موقوعہ نگینہ باغ ان کے خواہر زادہ شیخ پیر محمد صدیقی (قادری) کو ملی - سند مذکور میں ان کا شجرہ ضمناً آگیا ہے - وہ عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے —

"کہ یک قطعہ باغ نگینہ کہ موازی نوازدہ بیگہ محدودہ و معروفہ و معلومہ متصل باغ و مسجد ملک جہاں اندرون قلعہ است بموجب اسناد احکام سابق در قبض و تصرف مالکاں شیخ پیر محمد قادری ابن شیخ برہان الدین بن شیخ علی خواہر زادۂ شیخ منصور بن شیخ مخدوم بن شیخ ملک بود و شیخ پیر محمد مذکور حی و قائم است" -

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملا نصرتی نسلاً بعد نسلٍ مسلمان تھے اور ان کی بہن کی اولاد اب تک موجود اور ان کے بھائی شیخ منصور کی جاگیر پر قابض و متصرف ہے - یہ معاش شیخ پیر محمد صدیقی کے انتقال پر ان

"آپ کے دو برادر مولانا شیخ ملا نصرتی ملک الشعرا اور شیخ عبدالرحمن سپاہی تھے - یہ ہر سہ برادران حقیقی ہیں - ہر ایک صاحب ایک ایک فن میں کمال رکھتے تھے - شیخ منصور علم دعوت میں ، شیخ عبدالرحمن سپاہ گری میں اور شیخ ملا نصرتی شاعری میں - مولانا شیخ منصور اور شیخ عبدالرحمن دونوں کو اولاد صلبی نہیں ہے - مولانا شیخ ملا نصرتی ملک الشعرا کو آل ہے اولاد نہیں اور اُن کی آل سے پانچ چادر والے ، گھوبال والے ، منور والے ، ہاشم پیر والے ، مقبل والے ، گولسنگی والے ، نگینہ باغ والے ، ہم ساگر والے موجود ہیں" —

بیجاپور جاکر میں نے مزید حالات کی تحقیق و تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ مولانا نصرتی کی اولاد اب تک موجود ہے - ایک مہربان کی بدولت محمد ملتانی قادری صاحب عرف جعفر صاحب جاگیردار گولسنگی (ضلع بیجاپور) سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنی عنایت سے اپنے خاندان کی سند جاگیر جس میں خاندان کا شجرہ بھی ہے میرے حوالے کر دی - یہ سند انعام شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کی ہے اور اس پر امانت خاں عالمگیر شاہی اور محمد کاظم مرید شاہ عالمگیر کی مہریں ثبت ہیں - یہ درحقیقت قدیم عادل شاہی سند کی تجدید ہے چنانچہ خود اس

ادک تھیچ لگ مجھہ میں نھنو ادگی
میرے حق میں اندیش استادگی

نظر دھر کہ مجھہ تربیت میں سدا
رکھیا نہیں کدھیں مجھہ اپس تھے جدا

سکیچ مجھہ تھے جانے کوں دن نس ملے
پھرے لے بزرگاں کی مجلس ملے

معلم جو میرے جتے خاص تھے
دھر نہار وو مجھہ سوں اخلاص تھے

نجانے سبق کوں میرا بار دل
دھرنہار تھے پیار ہو یار دل

کچھہ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور
کیا کر کتاباں پو اکثر عبور

نصرتی نے اپنی تصانیف میں اپنے متعلق اس سے زیادہ کچھہ نہیں لکھا - لیکن روضۃ الاولیا بیجاپور مولفۂ محمد ابراھیم صاحب بیجاپوری (سنۂ تالیف ۱۲۴۱ ھ) میں شیخ منصور کے حالات میں یہ لکھا ھے کہ شیخ نصرتی ملک الشعرا ان کے برادر عینی تھے - اس کتاب کا ترجمہ شاہ سیف اللہ صاحب ایک بزرگ نے کیا ھے جس کا قلمی نسخہ ایک دوست کی عنایت سے میری نظر سے گذرا ھے - انہوں نے شیخ منصور کے حالات میں اپنی معلومات سے یہ اضافہ کیا ھے * :

* اس ترجمہ کا مطبوعہ نسخہ بھی موجود ھے جو مطبع صبغۃاللهی رائچور میں سنہ ۱۳۱۴ ھ میں طبع ھوا تھا - اس میں یہ عبارت درج نہیں -

مشتبہ ہو جاتی ہے - چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ عالم شہزادگی ہی سے میرا خریدار تھا —

میرا شہ جو بوجک اہے جوہری
وہ شہزادگی میں اتھا مشتری

نوی چاند سا شہ یو ہالا اتھا
چرت بدُ کا دن دن اجالا اتھا

دسے گرچہ ظاہر نہلے سن میں سخت
اتھے پن ازل تے عطا اسکوں بخت

میری طبع کی کھن کو قابل پچھاں
نکوی کھن ہے کر اس مقابل پچھاں

دھرنہار اکثر اثر مہر کی
رکھیا مجھہ طرف نت نظر مہر کی

ابتدائی تعلیم و تربیت گلشن عشق میں نصرتی نے اپنی تعلیم و تربیت کا بھی ذکر کیا ہے جس کے لیے وہ اپنے والد کی شفقت و تربیت کا ممنون ہے - ذیل کے اشعار میں بڑی سادگی سے اس کا بیان لکھا ہے —

کہ تھا مجھہ پدر سو شجاعت مآب
قدیم یک سلحدار جمع رکاب

وو شاہ کام پر زندگانی ملے
کمر بستہ تھا جانفشانی ملے

بچانے جتم آپنا ننگ و نام
اپس زندگی میں کیا خوب کام

مجھے تربیت کرتوں ظاہر کیا
شعور اس ہنر کا دے شاعر کیا
وگرنہ نہ تھا مجھہ یہ کسب کمال
کتا ہوں اتا یو سخن حسب حال

ان اشعار سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی سپاہی زادہ تھا اور اس کا تعلق فوج سے تھا - آگے چل کر اس تعلق کو اس نے اور بھی صاف کر دیا ہے - " حسب حال " کے تحت میں لکھتا ہے : —

کہ تھا مجھہ پدر سو شجاعت مآب
قدیم یک سلحدار جمع رکاب
وو شہ کام پر زندگانی منے
کمر بستہ تھا جانفشانی منے

علی نامے میں بھی ایک جگہ اس نے اس کا اشارہ کیا ہے کہ شاعری میرا آبائی پیشہ نہیں ہے —

اے شاہ رتن کا کھن ہوا مجھہ من سو تیرا فیض ہے
کچھہ کسب موروثی نہ ہوئی حقا کہ مجھہ یو شاعری

مصنف تذکرۂ شعرائے دکن نے جو یہ لکھا ہے کہ " مدت تک کرناتک میں رہا پھر سیر کرتے ہوئے بیجاپور میں آیا اس وقت علی عادل شاہ کا زمانہ شباب پر تھا ، باریاب ہوا ، عمدہ منصب سے سرفراز ہوا " صحیح نہیں معلوم ہوتا - خصوصاً آگے چل کر نصرتی نے اپنے بچپن اور ابتدائی زمانے اور بادشاہ کی شہزادگی کا ذکر کیا ہے - اس سے اس واقعہ کی صحت اور بھی

بیان کی بنیاد پر اُسے برہمن لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کے متعدد نسخے میری نظر سے گزرے ہیں - ان میں کہیں اشارتاً بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے یہ استنباط کیا جائے کہ نصرتی برہمن تھا بلکہ خود نصرتی نے اپنے متعلق گلشن عشق میں ایک آدھ جگہ جو سرسری سا ذکر کیا ہے اُس سے اس قول کی تردید ہوتی ہے ۔حضرت بندہ نواز گیسودراز کی مدح میں لکھتے لکھتے ایک شعر یہ لکھا ہے : —

بحمد اللہ کرسی بہ کرسی مری
چلی آئی ہے بندگی میں تری

یہاں کرسی سے مراد پیڑھی یا پشت ہے یعنی میں پشت در پشت یا نسلاً بعد نسل تیری بندگی میں ہوں - اس سے ظاہر ہے کہ اس کے باپ دادا مسلمان تھے —

حضرت بندہ نواز کی مدح میں ایک رباعی بھی لکھی ہے جو یہ ہے :—

اے تو نپچہ ولی حق سوں اچھے نت ہمراز
درگاہ تری قبلہ ارباب نیاز
مخدوم تو میرا ترا خادم میں
کر بندہ نوازی سوں مجھے سرافراز

نصرتی کا تعلق بیجاپور کی حکومت سے

بادشاہ کی مدح کے آخر میں دو چار شعر اپنے متعلق یہ لکھے ہیں

کہ میں اصل میں یک سپاہی اتھا
فدا در گہ بادشاہی اتھا

اس میں شبہ نہیں کہ دکنی زبان کو کبھی اس قدر فروغ نہ ہوتا اگر قطب شاہی اور عادل شاہی بادشاہ اس طرف توجہ نہ کرتے اور خود اس زبان میں شعر کہہ کر اس کی قدر و منزلت نہ بڑھاتے۔ علی عادل شاہ کا یہ رجحان دیکھ کر لوگوں کا اور شوق بڑھا اور دکنی شاعری ملک میں عام ہو گئی۔ علی عادل شاہ ثانی کے عہد میں دکنی زبان کے بہت اچھے شاعر گزرے ہیں لیکن ان سب میں ملا نصرتی کا پایہ بہت بڑھا ہوا ہے —

نصرتی کا نام

مصنف تذکرۂ شعرائے دکن نے نصرتی کا نام محمد نصرت لکھا ہے اور چمنستان شعرا کی پیروی میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حاکم کرناٹک کے قرابت داروں میں سے تھا لیکن کوئی حوالہ یا ثبوت اس کے لیے پیش نہیں کیا۔ بغیر سند کے اس کے تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ تخلص کی مناسبت سے محمد نصرت نام ہونا قرین قیاس تو ہے مگر یقینی نہیں —

نصرتی برہمن نہیں تھا

گارساں دتاسی نے گلشن عشق کے ایک قلمی نسخے کی سند پر جو کانجی ورم میں لکھا گیا تھا اُسے برہمن بتایا ہے۔ یہ بیان بھی مبہم ہے۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود کتاب میں اس قسم کا کوئی اشارہ ہے یا کاتب نے آخر میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔ بعد کے بعض تذکرہ نویسوں نے بھی گارساں دتاسی کے اس

داشت ہر طبق الناس علی دین ملوکہم
شعرائے ہندی گو بسیار از خاک بیجاپوری
بر خواستہ اند ' خانہ بخانہ ہنگامۂ شعر تازہ گوئی
گرم داشتہ اند" —

"لغت خاص خویش" کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔
شخصی حکومتوں میں اکثر اوقات بادشاہ جدت و بدعت
کا سرچشمہ ہو جاتا ہے جدھر اس کا میلان دیکھتے
ہیں سب اسی طرف ڈھل جاتے ہیں اور اس کی
مرضی مذہب' رسم و رواج وغیرہ پر سبقت لے جاتی
ہے۔ بادشاہ کی ادب پروری نیز شاعری کی داد
خود نصرتی نے ان اشعار میں دی ہے :—

بساریا فصاحت نے حسان کو
چھپایا بلاغت نے سحبان کو

سخن سنج کامل ہنرور تمہیں
زباں آوراں کا بھی داور تمہیں

ترے شعر تے شاعراں کوں ہے نور
مضامین معانیاں کے گردوں کا نور

مضامین کے گل دکھایا تمہیں
ارت کا چ میوہ چکھایا تمہیں

جگت گُر * کے نورس کو نورس دیا
ہر یک رس چکھانے توں سورس دیا

* اس سے مراد ابراہیم عادل شاہ ہے جس کا نورس نامہ مشہور ہے
اور جو جگت گرو کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

توپ ملک میدان جو دنیا کی سب سے بڑی توپ ہے اب تک وہاں موجود ہے - ان کے علاوہ قلعہ، فصیل، برج و بارہ، بے شمار مقبرے، مسجدیں، کاروان سرائیں، محلات جو اب تک زمانے کے انقلاب اور حوادث کی دست برد کا مقابلہ کرتے رہے ہیں، اب بھی کسی نہ کسی صورت میں گزشتہ عظمت و شان کی شاہد ہیں - وہ محل سرائیں اور عشرت کدے جہاں کبھی مال و منال حسن و جمال اور عروج و اقبال کے جمگھٹے تھے اب جنگلی کبوتروں کا بسیرا ہیں جن کی غٹرغوں سے بھیانک گونجیں پیدا ہوتی ہیں —

عادل شاہوں کی ہنرپروری اور دکنی زبان کی سرپرستی

علی عادل شاہ ثانی کے زمانے میں شعر و سخن کا گھر گھر چرچا تھا فارسی کا رواج تو خیر تھا ہی اور سالہا سال سے چلا آرہا تھا لیکن دکنی کو اس عہد میں اور زیادہ فروغ ہوا - بادشاہ خود بہت بڑا سخن سنج اور موزوں طبع تھا اور خوش کلام شعرا کی قدر کرتا تھا اور بڑی بات یہ تھی کہ اپنی ملکی زبان یعنے دکنی کی طرف زیادہ میلان تھا اور اس کے کلام سے جو ہمیں دستیاب ہوا ہے اس کے صحیح ذوق کا پتہ لگتا ہے - صاحب بساتین السلاطین لکھتے ہیں —

" در عہد ہمایونش سخنوران فارسی گو چند فرد نادر روزگار بودند، اما چوں طبع ہمایون بادشاہ اکثر میل بجانب لغت خاص خویش یعنے زبان دکنی

(سنه ۹۸۸ ھ ۱۵۷۹ ع) کے وقت ملک کا عروج و فروغ، رعیت کی خوش حالی اور علم و کمال کی سرپرستی برابر قائم رہی۔ علمی دنیا میں نورس نامہ اس کی بڑی یادگار ہے۔ لیکن اس کے بعد محمد عادل شاہ کے عہد (سنه ۱۰۳۷ ھ ۱۶۲۸ ع) میں ایک طرف مرہٹوں نے، شیواجی کی سرکردگی میں اُبھرنا شروع کیا اور دوسری طرف شاہ جہاں کی ہوس ہولناک صورت میں نمودار ہوتی نظر آئی۔ اس کے عہد میں بھی اردو کے اچھے اچھے شاعر گزرے ہیں۔ محمد عادل شاہ کی وفات پر علی عادل شاہ ثانی تخت پر بیٹھا (سنه ۱۰۶۷ ھ ۱۶۵۶ ع) اور جب اس کا وقت آپہنچا تو حکومت اس کے شیر خوار بیٹے سکندر عادل شاہ کو پہنچی اور اس نام کے سکندر پر بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔

شہر بیجاپور

بیجاپور اس وقت شہر کی حیثیت سے کچھ بھی نہیں لیکن اس میں ایسے تاریخی اور شاندار آثار اور بے مثل یادگاریں موجود ہیں کہ دلی آگرہ کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ سلطان محمد عادل شاہ کا مقبرہ جو گول گنبد یا بول گنبد کے نام سے مشہور ہے دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ اتنا عظیم الشان گنبد تمام عالم میں کہیں نہیں۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کا مقبرہ جو عام طور پر ابراہیم روضہ کہلاتا ہے، روضۂ تاج محل کے بعد دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت ہے۔ مشہور

نصرتی کا حسب و نسب
اور حالات زندگی

عادل شاہی حکومت

عادل شاہی حکومت دکن کی ان یادگار زمانہ حکومتوں میں سے ہے جسے تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی - بہمنی سلطنت کے ضعف و زوال پر یوسف عادل شاہ نے بیجاپور میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی (سنہ ۸۹۵ ھ ۱۵۱۱ ع) جس کی حدود مغرب ساحل گوا تک پہنچتی تھیں - اس کی وفات پر اس کا بیٹا اسمعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھا (سنہ ۹۱۶ ھ ۱۵۱۱ ع) - اس کے زمانے میں حکومت کو خوب فروغ ہوا یہ دونوں فارسی کے اچھے شاعر تھے اور ان کے کلام کے نمونے تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں - اسمعیل کے بعد ابراهیم عادل شاہ اول (۹۴۱ ھ) اور اس کا جانشین علی عادل شاہ اول (سنہ ۹۶۵ ھ ۱۵۵۷ ع) ہوا - یہ بادشاہ بڑا الوالعزم اور قدردان علم و ہنر تھا - بیجاپور کا قلعہ ، جامع مسجد ، آب رسانی کی نہریں اور دوسری کئی خوبصورت عمارتیں اس کی تعمیر کی ہوئی ہیں - اس کے جانشین ابراهیم عادل شاہ ثانی

نصرتی

فہرست مضامین

سلسلۂ انجمن ترقیٔ اردو نمبر ۱۱۲

ملک الشعرائے بیجاپور کے حالات اور کلام پر تبصرہ

مؤلفہ

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب

آنریری سیکرٹری انجمن ترقیٔ اردو (ہند)

شائع کردہ

انجمن ترقیٔ اردو (ہند) - نئی دہلی